مجرم

فاضل جلیل الحاج مولانا سید کرار حسین طاب ثراہ
فخر الافاضل واعظ



ناشر احباب پبلشرس مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ۔ ۱۸

Rs.30.00

فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیتہ

انہ لا یفلح المجرمون

مجرم

فتنہ مرزائیت کا سدباب
مرزا عابد حسین محمود آبادی کی کتاب "انکشاف حقیقت"
کا لفظ بہ لفظ استدلالی اور دنداں شکن جواب، جس نے
خارجیت و وہابیت کی دنیا میں لرزہ پیدا کر دیا

مصنفہ و مؤلفہ

متکلمین الحاج مولانا سید کرار حسین صاحب فخر الافاضل دام ظلہ مجدہٗ میرپوری واعظ

ناشر: احباب پبلشرز، اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ ۱۸

بار اوّل سنہ ۱۹۶۵ء

بار دوم سنہ ۱۹۶۸ء

بار سوئم سنہ ۱۹۹۲ء

پبلشرز

احباب پبلشرز اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج لکھنؤ ۱۸

—

انتساب!

محبت و عقیدت کے بے لوث جذبات کے تحت
اپنی اس دینی خدمت اور مذہبی کاوش کو بکمال خلوص
اپنے شفیق استاد سلطان الواعظین مولانا السیّد ذریہ حسن
صاحب قبلہ واعظ کے نام سے منسوب کرنیکی سعادت
حاصل کر رہا ہوں — میرے ذوق تحریر و تقریر
پر جن کا عظیم احسان ہے

سیّد کرّار حسین عفی عنہ
۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء

بات اپنی

سنہ ۱۹۶۸ء میں احباب پبلشرز لکھنؤ نے "مجرم" نامی کتاب شائع کی جوکہ رئیس الواعظین الحاج مولانا سید کرار حسین صاحب واعظ کی تصنیف تھی اور جوکہ قادیانی فتنہ مرزائیت کے بعد ایک نئے "فتنہ مرزائیت" کا سدباب یعنی مرزا عابد حسین محمود آبادی کی کتاب انکشاف حقیقت کا دندان شکن جواب تھی۔

کیونکہ وہابیت اور خارجیت کے ماننے والے ہمیشہ یعنی چودہ سو سال سے راہ فرار بھاگنا اور فتنہ و فساد پیدا کرنا جانتے اور شب خون مارنے والے اس کتاب پر چند راہ فرار اختیار کرنے والوں نے اس کتاب پر (A-D-M) اے۔ڈی۔ایم۔جے کی عدالت میں ہم پر یعنی مصنف، پبلشرز، پرنٹر، اور خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری صاحب قبلہ مرحوم پر جنھوں نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا تھا۔ قانونی مقدمہ دائر کر دیا اور ہم سب چھ سات سال تک مستقل دوڑتے رہے اور عدالت کے چکر

کاٹتے رہے اور تھوڑا پریشان ہوتے رہے۔ لیکن سچ ہے کہ حق کو ہمیشہ فتح حاصل ہوتی ہے اور جھوٹوں کو راہ فرار اختیار کرنا پڑتی ہے (A.D.M.J) نے ۱۹۷۵ء میں اس مقدمہ کی سماعت کی اور آخر فیصلہ ہمارے حق میں صادر کر دیا۔ جو کہ ۱۹۷۵ء میں فیصلہ ہوا ہم چاہتے تھے کہ اس فیصلہ کی نقل وغیرہ اس کتاب کے ساتھ ہی لگا دیں لیکن چند مجبوریوں کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تو اس کتاب کو مقدمہ کے فیصلہ ہوتے ہی شائع کرنا چاہتے تھے لیکن کچھ ادارہ کی مجبوری تھیں جس کی وجہ سے شائع نہیں کر سکے۔ ہم چاہتے تھے کہ والد صاحب مرحوم کی زندگی میں ہی اسے شائع کر دیں لیکن انسان کا ہر ارادہ تو پورا نہیں ہوتا اور کارخانۂ عالم کے مقدرات بہر حال کارساز عالم کے ہاتھ میں ہے ہمارے ہاتھ میں نہیں۔

اب جبکہ وہابیت اور خارجیت نے پھر سے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے اور ان کے ایجنٹ کبھی رشدی کی شکل میں کبھی منظور نعمانی کی شکل میں۔ کبھی علی میاں ندوی کی شکل میں کبھی کاکوری اور پاٹا نالہ سے نکلنے والے ماہناموں کی شکل میں شیعیت پر ناروا حملہ کرتے رہتے ہیں اور ہمارے اہل قلم دفاع کا حق استعمال کرتے ہوئے ان سے مجبوراً الجھتے رہتے ہیں اسی وجہ سے ہم نے چند کتابیں پھر سے شائع کیں اور ہم طے کر چکے ہیں کہ رئیس الواعظین کی سب کتابیں ایک ایک کر کے پھر سے

شائع کریں گے۔ ہم نے "نور و نار" "تاریخ التشیعہ" "سازش" اور اب "مجرم" شائع کردی ہے جلد ہی "باغی" "ہابیل و قابیل" اور "ملیکۃ العرب" شائع کریں گے۔ لیکن یہ تب ہی ہو سکے گا جب آپ حضرات ادارہ کی مالی مدد کریں گے اور کتابیں زیادہ سے زیادہ خرید فرمائیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنا وعدہ پورا کرنے سے قاصر رہیں۔

ہم آخر میں استدعا کرتے ہیں کہ ایک ایک سورۂ فاتحہ خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری مرحوم اور سید انصار حسین مرحوم کی روح کو شاد فرمائیں۔

خادم

سیّد محمد جعفر رضوی

فریضۂ دفاع

فخر مدرسۃ الواعظین، ملک کے نامور خطیب، شہرۂ آفاق کتاب "ہابیل قابیل" کے مصنف اور میرے قوت بازو جناب مولانا سیّد کرار حسین صاحب زاد اللہ فضلہ وکمالہ سے نہ صرف شیعہ قوم واقف ہے بلکہ دیگر مسلمان بھی آپ کے مداح ہیں۔ خارجیت و وہابیت آپ کا نام سن کر راہ فرار اختیار کرتی ہے اذلۃ علی المومنین واعزۃ علی الکافرین آپ کے کردار کی بنیاد ہے۔ خداوند عالم نے تحریر وتقریر دونوں صلاحیتیں آپ کو دی ہیں، دعا ہے کہ رب الارباب آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ و توفیقات و نعمات میں ترقی عنایت فرمائے۔

"ہابیل قابیل" کے بعد "نور و نار" اور "باغی" آپ کے جدید تصانیف ہیں۔ زیر نظر رسالہ "مجرم" آپ نے میری خواہش پر تحریر فرمایا جس کا میں ممنون ہوں ــــ "محمود آبادی شور" امید ہے کہ اس رسالہ کے بعد بلند نہ ہوگا۔

عجیب وغریب صورتحال یہ ہے کہ دنیا میں ہزاروں اختلافات پیدا ہوئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن مذہبی اختلافات، ختم ہونے کے بجائے بڑھتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اتحاد کے نام پر مصلح ہونے کی سستی شہرت حاصل کرنے والوں کا فیشن مخالفت مذہب بن گیا ہے ان اختلافات نے جہاں ایک طرف مذہب کی بدنامی کا سامان فراہم کیا ہے دوسری طرف سچے مذہب کے تلاش کرنے والے

کی راہ میں بے انتہا مشکلات کا اضافہ کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں کم ہمتی کے ساتھ جستجوئے مذہب کرنے والی طبیعتیں اب یہ کہنے لگی ہیں کہ صحیح مذہب کی تلاش دشوار بلکہ ناممکن ہے جبکہ حقیقت اس کے خلاف ہے مذہبی اختلافات کی کثرت اور ان کا دوام اسی لئے ہے کہ مذہب اکسیر انسانیت اور کائنات کی سب سے قیمتی چیز ہے ـــ نقل اور ملمع بے قیمت اور ناکارہ چیزوں کا نہیں بنایا جاتا۔ البتہ سونے کے ملمع اور نقلی سونا بنانے کی کوشش ہمیشہ سے جاری ہے اور وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہے نقل اور ملمع کی کثرت سے نہ سونا بدنام ہوا نہ اس کی اہمیت میں کمی آئی۔ بلکہ جانچ اور پرکھ کے طریقوں میں اضافہ ہوتا گیا اور پہچاننے والے آج بھی خالص سونا پہچان لیتے ہیں۔ اسی طرح اختلافات مذہب نہ مذہب کی افادیت ختم کر سکتے ہیں اور نہ جھوٹوں کے درمیان سچ کا پہچاننا ممکن ہے ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ کھوٹے کھرے کو پرکھنے والا واقعی پرکھنا چاہتا ہو تو آج بھی صحیح مذہب ایسے افراد کو حاصل ہو جاتا ہے اور کاروانِ جناب محمد بن ابی بکر میں روز کوئی نہ کوئی نیا مسافر شریک قافلہ ہوتا رہتا ہے۔

ع "مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند"

ـــ البتہ جو جاگ کر "سوتا ہوا" بن جائے وہ نہ جاگے گا اور نہ کوئی اسے جگا سکے گا

ادارۂ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ نشر معارف و حقائق مذہب اہلبیتؑ اور اتحاد بین المسلمین کو اولین مقصد قرار دیتا ہے (جیسا کہ وقتاً فوقتاً ہم اس کا برابر علاج بھی کرتے رہے ہیں) اور کبھی بھی کوئی جارحانہ اقدام نہیں کرتا بلکہ دفاع

میں بھی حتی المقدور احتیاط سے کام لیتا ہے چنانچہ محمود احمد عبّاسی کی رسوائے عالم کتاب کے جوابات جب حضرات اہلسنت نے دینا شروع کیئے تو ادارہ نے مزید اقدام کی ضرورت نہ سمجھی ـــــ لیکن ہند و پاک کی خارجیت نے اس وقت چند ایسے آدمی نمایاں کئے ہیں جو ہمارے مذہب اور ہمارے آئمہ کی شان میں گستاخی اور جارحانہ حملے کرتے رہتے ہیں۔ محمود احمد عباسی، تمنا عمادی، عامر عثمانی مدیر تجلّی دیوبند اور مرزا عابد حسین محمود آبادی تقریر و تحریر کے ذریعہ اتحاد وامن کی فضا کو زہریلی بنانے میں پیش پیش ہیں۔

"انکشاف حقیقت" تالیف مرزا عابد حسین محمود آبادی صرف دریدہ دہنی اور ناشائستہ کلمات کا شاہکار ہے۔ یہ رسالہ علمی اعتبار سے اس قابل نہ تھا کہ اس کا جواب دیا جاتا لیکن خطرہ تھا کہ........ خاموشی کو ہمارا ضعف قرار دیا جاتا اور اپنی کامیابی کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا لہٰذا دفاع مذہب کے واجب فریضہ کی ادائیگی کے لئے میں نے برادر عزیز کو جواب لکھنے پر آمادہ کیا ـــــ کتاب کی خوبی پر میرا کچھ نہ کہنا ہی مناسب ہے کیونکہ کتاب مشک ہے جس کی مہک پڑھنے والوں کو خود ہی محسوس کرے گی۔

مخالفین اہلبیتؑ کو یقین کر لینا چاہیئے کہ جب ان کی بااز قوت شخصیتیں اور حکومتیں اس مذہب کو نہ مٹا سکیں تو اب ان کے مردہ تذکرے زندہ جاوید مذہب کا بال کب بیکا کر سکیں گے۔ بحث ہماری زندگی ہے اور مذہب کے نکھار کا ذریعہ ہے۔

ع رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد

آئندہ بھی ہر دفاعی مقابلہ کیلئے مدرستہ الواعظین ہمہ وقت تیار ہے رواداری کے مطالبہ سے پہلے جارحانہ کتابوں کی اشاعت پر بندش لگانا ضروری ہے لیکن جب ہم جواب دینے اٹھے تو رواداری کی دہائی دینا حق پوشی اور باطل کی حمایت کا از کار رفتہ حیلہ ہے۔

ہماری حقانیت کا ایک امتیازی نشان یہ بھی ہے کہ جو کتابیں یا رسالے ہماری طرف سے جواب میں لکھے جاتے ہیں ان کا جواب آج تک ممکن نہ ہو سکا ہر سمجھدار جانتا ہے کہ دلائل کا جواب دینا اور ہے اور جواب میں صرف بولتے رہنا اور ہے۔ مخالفین کی بے بسی کی حد یہ ہے کہ وہ جب کوئی نئی کتاب یا رسالہ لکھتے ہیں تو صدیوں سے جو اعتراضات ہم پر کئے جاتے رہے اور جن کا ہزاروں بار جواب دیا جا چکا ہے۔ ان اعتراضات کے علاوہ کوئی نیا اعتراض ان کو نہیں ملتا۔ طاقت واکثریت اور چیز ہے اور حق واستدلال اور چیز

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند عالم سے دعا ہے کہ وہ برادر عزیز اور مجھے زندگی کی آخری سانس تک دین اہلبیتؑ پر باقی رکھے اور توفیق خدمت دین مبین عطا فرمائے، ادنیٰ خدمت گذار

سیّد غلام عسکری

آنریری جنرل سکریٹری مدرستہ الواعظین لکھنؤ

۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

۷۸۶

کہنے کی باتیں

(۱) الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علی اھلھا خدائے لایزال ولم یزل کا صد ہزار شکر کہ رب کریم نے اپنے فضل وکرم اور بہ طفیل محمدؐ وآل محمدؐ اس ناچیز کو توفیق عنایت فرمائی کہ دین وایمان کے دشمنوں کی زہر آمیز تحریروں کا تریاق جمع کرتا رہوں۔ میرے رسائل "ہابیل قابیل" "نور ونار" اور "باغی" کچھ اس قسم کے تریاق ثابت ہوئے کہ نفاق اور خارجیت کا زہر پانی ہوگیا۔

عوام مسلمین جو اپنے کاروبار ہی کو سرمایۂ حیات سمجھتے ہیں اور مذہبی امور میں ان کے عالموں نے جو کہدیا وہی دین وایمان، جو بتا دیا اسی پر آمنا صدقنا کا شور، مسائل کی تہہ میں پہنچ کر غور کرنا ان بیچاروں کے مذہب کیلئے مرض الموت ہے ــــ ان کے مذہبی رہبروں نے دین اسلام کو بازیچۂ طفلاں بنالیا ہے کیونکہ انکو اطمینان ہے کہ ہمارے مرید وہی سُنیں گے جو ہم کہیں گے اور وہی کرینگے جو ہم بتائیں گے۔ انھیں عقل وشعور سے کیا لگاؤ ــــ؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ہمارے ان اسلامی بھائیوں کے مذہبی رہنماؤں کی عقل معاش صلح پسند عوام کیلئے نت نئی مصیبتوں اور شورشوں کا سامنا مہیا کرتی رہتی ہے جس سے ان کی شہرت اور روٹی چل سکے۔

ابن آدم خوشہ گندم پہ ہے مائل بہ جنگ
یہ نہ مسجد کی لڑائی ہے نہ بت خانہ کی بات

علمی اور مذہبی امور سے جماعت حکومت کی ذہنی مفلسی اور ان کے خود ساختہ مذہبی ٹھیکیداروں کی یہ بے راہ روی خصوصیت سے ہم پیروان محمد و آل محمدؐ کیلئے ہمیشہ درد سر بنی رہی ہے۔ ہم ہزار معقول دلیلوں سے سمجھاتے ہیں مگران کی سمجھ میں ایک نہیں آتی ـــــ مجبوراً ہم کو اسی چیز کا جواب بار بار دینا پڑ رہا ہے ـــــ یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ آج معترض جو اعتراض ہم پر وارد کرتا ہے وہ وہی دقیانوسی ہوتا ہے۔ ہماری طرف سے ہزار ہا مرتبہ جس کا جواب دیا جا چکا۔ مگر فضل خدا سے جواب میں ہماری طرف سے کچھ نہ کچھ نئی باتوں کا اضافہ ضرور ہو جایا کرتا ہے۔ جس کو منکر (موشگافیاں، ہرزہ سرائیاں اور افسانہ تراشیاں) کہہ کر کوستا ہے چنانچہ مرزا عابد حسین محمود آبادی نے بھی اپنی کتاب "انکشاف حقیقت" میں اس سنت پر عمل کیا ہے علمی دنیا میں وہی کوستا ہے جو ہارتا ہے۔

۲۔ اسوقت میرے پیش نظر مرزا عابد حسین صاحب محمود آبادی کا کتابچہ "انکشاف حقیقت" ہے جس میں چند پرانے بے معنی اعتراضات دُہرائے گئے ہیں جن کو ان کے بزرگ صدیوں سے دُہراتے رہے ہیں اور ہزاروں بار دنداں شکن جواب پا چکے ہیں مگر شرمندہ ہونے کے بجائے اپنے ہی سوالوں کو بار بار دہرانے اور ہماری باتوں کو نہ سُننے ہی میں شاید ان "باغیرت" اصحاب کو۔

فرار کی کوئی ایسی دیکھی بھالی گلی نظر آتی ہے جہاں پہنچکر اپنے مریدوں میں "امروہی جعلی فتح مبین" کا جھنڈا لہرانے کا امکان نظر آتا ہے ــــ مرزا عابد حسین بھی اسی راہ پر لنگڑاتے ہوئے چلے ہیں۔ اگرچہ ان کی کتاب اس قابل نہ تھی کہ اس کے جواب پر وقت خراب کیا جاتا۔ مگر عوام کو گمراہی سے بچانے کے لئے جواب لکھنا پڑا۔

ہم نے اس جوابی تحریر میں بھی اپنی مذہبی اور قومی شرافت و تہذیب سے کام لیا ہے مگر نقل قول میں مجبوری تھی. اس لئے اگر ناظر بصیر کے لطیف احساس پر کہیں بار محسوس ہو تو "نقل کفر کفر نہ باشد" کے معقول طریقہ کار کی بنا پر ہم کو قابل مواخذہ نہ قرار دیں اور اس لئے بھی قابل مواخذہ نہیں ہیں کہ مجرم سے اقبال جرم کرانے کے سلسلے میں کوئی عدالت وکیل کو جرم کرنے پر ملامت نہیں کرتی اس کے باوجود ہم نے مرزا صاحب کے مذہب کے ان معتقدات کو عمداً نظر انداز کر دیا ہے جن کے مجموعہ کا نام "رنگیلا ....." رکھکر دشمنان اسلام کو ایک نازیبا کوشش کا موقع مل سکا تھا ــــ اگر مرزا صاحب نے مزید خواہش کی تو ہم آئندہ مجبور رہوں گے کہ ان کے "مذہب حقہ" کو عریاں پیش کریں. ہم کو چھیڑنے کے بعد رواداری کی دہائی دینا بیکار ہو گا۔

۲- مشہور رہے کہ مرزا صاحب ریاست محمود آباد کے رہنے والے اور جناب مرزا محمد رضا صاحب کے مرحوم کے بیٹے ہیں۔ ریاست محمود آباد میں آپ کبھی نوکر تھے ابھی وہ لوگ ماشاء اللہ بقید حیات ہیں مرزا صاحب جن کی خدمت گاری پر

مامور تھے۔

جس زمانہ میں اپنے کو شیعہ ظاہر کرتے تھے اُس زمانہ میں بھی انھوں نے موزی پیٹ کی خاطر بمبئی اور بڑودہ وغیرہ مقامات پر برادران اہلسنت کے ہاں پیش نمازی فرمائی ہے کل زیاد کے معاویہ سے مل جانے پر مذہب شیعہ تباہ نہ ہوا تو آج مرزا صاحب کے اعلان سنیت سے کیا تباہی آجائے گی۔ البتہ مخفی رشتوں کا کا اعلان ضرور ہو جاتا ہے۔

مرزا صاحب جس جگہ تقریر فرماتے ہیں وہاں بڑے زور و شور کے ساتھ موصوف کو "سابق شیعہ مجتہد" کہا اور لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب صحیح املا بھی نہیں جانتے۔ ان کو شیعہ عقائد کا کیا علم "نعشلی ریش درازی" سے کوئی مجتہد نہیں ہوتا لیکن جماعت اکثریت سے یہ امید کرنا کہ آئندہ جھوٹ اور افترا پردازی سے پرہیز کریں گے ایک محال تمنا ہے

۴۔ بہت کچھ ان مسائل کو نقل کرنا پڑا جسے نقل کرنے میں ہمیں خود بھی حجاب معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن نقل پر ہم مجبور تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہمیں اس کا بھی افسوس ہے کہ ہم جو کچھ کہنا چاہتے تھے وہ سب نہ کہہ سکے مگر انشاءاللہ ہمارا یہ مختصر بیان مجرم کی گرفتاری کیلئے کافی سے بھی زیادہ ہے۔

میں معترض سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کے پاس اپنی برأت یا ہمارے خلاف کچھ مواد باقی ہو تو اس کو بھی عالم ظہور میں لائیے یہ یاد رہے کہ ہم نے متواتر آحاد موثق قوی، صحیح، حسن، اور ضعیف پر نظر کئے بغیر آپ کے جواب دیئے ہیں۔ مزید یہ کہ ایکی

عبارتوں کو ہم نے من و عن نقل کیا ہے۔ لہٰذا اگر آپ ہمیں جواب دینے کی جرأت فرمائیں تو ہماری عبارتوں کو بھی نقل کرنے کی زحمت گوارہ کیجئے گا۔

۵۔ اس "فتنۂ جدید" سے عوام شیعہ کی گمراہی و ضلالت متوقع نہ تھی مگر عوام اہلسنت کو شیخی بگھارنے کا موقع مل سکتا تھا لہٰذا ہم نے دفاعی طور پر قلم اٹھایا ہے ورنہ اس دور تشتت و افتراق اور ہنگامہ روزگار میں ایسی باتیں نہ ہوتیں تو بہتر تھا زمانہ ہماری قدیم سیرت سے واقف ہے کہ جب تک ہمیں مجبور نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک ہم دفاع بھی نہیں کرتے۔

رسالہ "مجسام" کی تیاری میں جن بزرگوں، دوستوں، اور عزیزوں نے ہماری امداد و استعانت فرمائی ہم ان سب حضرات کے ممنون و متشکر ہیں خصوصاً مولانا شیخ محمد جید رصاحب قبلہ کمال واعظ اور مولوی محمد رضوان الحسنین صاحب فخر الفاضل متعلم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا میں تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر حوالجات وغیرہ میں یہ حضرات میری مدد نہ کرتے تو مجھے ہفتہ عشرہ اور محنت سے کام کرنا پڑتا "مرزا صاحب کی عبارتیں وادین و ہلالین کے حلقہ میں " ") ہیں

خاک نشین در اہلبیتؑ
سیّد کرّار حسین عفی عنہ

۲۰ر ستمبر ۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"غرضیکہ قوانین اسلام اور اصول شریعت کی سچائی اور صحابائے کرام کی بے غرضانہ دینی خدمات سے متاثر ہو کر میں نے عرصہ ہوا کہ اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا۔ اور مذہب حقہ اہل سنت کو اختیار کر کے اپنی علمی خدمات دارالمبلّغین لکھنؤ کے سپرد کر دیں۔"

میں ادارہ دارالمبلّغین کو ایک علمی ادارہ سمجھتا ہوں مگر اس عبارت کو دیکھنے کے بعد دارالمبلّغین کے علمی ادارہ ہونے پر اب مجھے شک ہے کیا وہ ادارہ بھی علمی ادارہ کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جو مرزا عابد حسین صاحب کو عالم سمجھ کر ان کی علمی خدمات کو قبول کرے۔ مرزا عابد حسین صاحب پڑھتے ہیں "لولا علی لهلك العمر" خود اسی عبارت کو دیکھ لیجئے مذہب حقہ یہ کون سی ترکیب ہوئی۔ فرقہ حقہ تو بولا جا سکتا ہے مگر مذہب حقہ کوئی پڑھا لکھا نہیں بولے گا۔ اور لیجئے ایک نئی جمع "صحابائے کرام" یہ بھی مرزا صاحب کا علمی کارنامہ ہے۔ کیا ادارہ دارالمبلّغین ایسے ہی عالموں کی خدمات حاصل کرتا ہے۔

"صحابائے کرام کی بے غرضانہ دینی خدمات" یقیناً ایسے صحابہ حضورؐ کے تھے جنہوں نے سرکار دو عالم سے محبت کی دین اسلام کی خدمت کی اور بے لوث خدمت کی مگر مرزا صاحب کے "صحابائے" کی کوئی خدمت اور وہ بھی بے غرض نہیں دیکھی گئی۔ حد ہو گئی۔ ایک اونٹ بھی کٹھن موقع پر دیا تو دو سو کا اونٹ حضور کے ہاتھوں نو سو پر فروخت کیا۔ مانا ہم نے کہ حضورؐ

مفت نہ لیتے مگر کیا حضور سے اتنا لمبا منافع بے غرض دینی خدمت تھی؟ تاریخ میں شاید ایسے پر خطر موقع اور ایسے نازک رشتہ کے باوجود اتنے منافع پر دنیا کی کوئی چیز نہ فروخت ہوئی ہوگی۔ (روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ طبع نولکشور)

مرزا صاحب نے اپنی تحقیق کے بعد جس مذہب کے حق ہونے کا معاشی اعلان کیا ہے اس مذہب حق کے چند نمونہ سر دست "مشتے از خروارے" کے طور پر میں اس لئے پیش کر رہا ہوں تاکہ ناظر بصیر عقل سلیم کی روشنی میں مرزا صاحب کے "مذہب حق" کو سمجھ کر ان کی تحقیق کی داد دے سکے۔

الٰہیات! زمانہ حال کے نامور مورخ علامہ شبلی رقمطراز ہیں

"ان کتابوں میں اہلسنت کے جو عقیدے قرار دیئے ہیں امام غزالی نے احیاء العلوم کے دیباچہ میں قواعد العقائد کے نام سے شامل کئے ہیں۔ امام غزالی کے بعد امام بخاری نے ان مسائل کو زیادہ صاف کیا۔ امام رازی کے بعد سب انہیں کے خوشہ چیں ہوتے آئے۔...... ان کو ہم اس مقام پر امام غزالی و رازی و اشعری کے اصل الفاظ لکھتے ہیں۔

۱۔ انہ یجوز علی اللہ سبحانہ ان یکلف الخلق مالا یطیقونہ خلافا للمعتزلۃ۔ خدا کو جائز ہے کہ انسان کو اس کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہے۔

۲۔ ان اللہ عزوجل ایلام الخلق و تعذ بھم من غیر جرم سابق و من غیر ثواب لاحق خلافا للمعتزلۃ۔ خدا کو حق ہے

کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے بغیر اس کے کہ ان کا کوئی جرم ہو یا ان کو ثواب ملے

۳۔ انه تعالی یفعل بعباده مایشاء فلا یجب علیه رعایة الاصلح لعباده۔ خدا اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کرے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کام کرے جو مخلوقات کے لئے مناسب ہوں۔

۴۔ ان معرفة الله سبحانه وطاعة واجبة بایجاب الله وشرعه لا بالعقل خلافا للمعتزلة۔ خدا کا پہچاننا شریعت کی رو سے واجب ہے۔ نہ عقل کی رو سے ...." یہ تمام عقائد انہی عبارتوں کے ساتھ احیاء العلوم امام غزالی میں مذکور ہیں۔

۵۔ قال اصحابنا دلت الاية على انه تعالیٰ لا یراعی مصالح الدین والدنیا (تفسیر کبیر سورہ مائدہ آیت ولیزیدن کثیرا منهم ما انزل الیك من ربك طغیانا وکفرا) ہمارے اصحاب (اشاعرہ) اس بات کے قائل ہیں کہ آیت قرانی سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ دین اور دنیا کی مصلحتوں کا لحاظ نہیں رکھتا ......"

۶۔ اما اهل السنة فقد جوزوا ان یقدر الساحر علی ان یطیر فی الهواء ویقلب الانسان حمارا والحمار انسانا

(تفسیر کبیر قصہ ہاروت وماروت)

اہلسنت کے نزدیک جادوگر اس بات پر قادر ہے کہ وہ ہوا میں اڑے۔ آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی بنا دے۔

۷۔ لاتاثیر لقدرۃ العبد فی افعالہ۔ آدمی کے افعال میں آدمی کی قدرت کا کچھ اثر نہیں۔

۸۔ ان اللہ یرید الکفر من الکافرون والعصیان من المعاصی۔ کافر کا کفر اور گنہگار کا گناہ خود خدا نے چاہا تھا"۔
یہ عقائد تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں یہ وہ عقائد ہیں جو اشعریہ کے ساتھ مخصوص ہیں" (علم الکلام حصہ اوّل صفحہ ۶۱ مطبوعہ علی گڑھ)

۹۔ کوئی شئی فی نفسہ اچھی یا بری نہیں شارع جس چیز کو اچھی کہہ دیتا ہے اچھی ہو جاتی ہے اور جس کو بُری کہہ دیتا ہے بُری ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ خدا محالات کا حکم دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔

۱۱۔ خدا کو عدل اور انصاف کرنا ضروری نہیں۔

۱۲۔ خدا عبادت کے عوض میں عذاب دے سکتا ہے اور گناہ کے بدلے میں انعام اور اگر وہ ایسا کرے تو ناانصافی نہیں ہے۔

اشعریہ کے یہ عقائد اسی تصریح کے ساتھ شرح مواقف وغیرہ میں مذکور ہیں (علم الکلام حصہ اول صفحہ ۲۳)

۱۳۔ پہلا اختلاف اس طرح پیدا ہوا کہ خدا کے متعلق قران مجید میں جو الفاظ اس قسم کے مذکور ہیں جو جسمانیات کیلئے مخصوص ہیں مثلاً عرش پر متمکن ہونا۔ قیامت کے دن فرشتوں کے جھرمٹ میں آنا وغیرہ وغیرہ ان کے حقیقی معنی لئے جائیں یا مجازی اس

سوال نے دو مختلف فرقے پیدا کر دیئے۔ پہلی شق (حقیقی معنی مراد لئے جائیں) کے ماننے والے محدثین اور اشعریہ ہیں جن میں سے بڑھتے بڑھتے مجسمہ اور مشبہہ نکل آئے جو خدا کے ہاتھ پاؤں تک مانتے ہیں۔"

(علم الکلام حصہ اوّل صفحہ ۲۰)

نہیں معلوم کہ مرزا صاحب کی تحقیق نظر ان مسائل تک پہونچی تھی یا نہیں؟ ان عقائد کی کسی طرح کی تنقید میں خود نہیں کرنا چاہتا خود علامہ شبلی کیا فرماتے ہیں سُنیئے۔

" ان مسائل میں سے جو مسئلے اشعریہ کے مخصوص مسائل ہیں اور جن کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں ان کے اثبات میں اگرچہ امام غزالی و رازی نے بہت کوششیں صرف کیں۔ لیکن وہ مسائل ہی اس قسم کے تھے کہ ان کے اثبات میں جو کوشش کی جاتی رائیگاں جاتی۔

تم خود انصاف کرو کہ یہ باتیں کہ خدا تکلیف مالا یطاق دیتا ہے:

مسبباب اسباب پر مبنی نہیں، جسم نشر واحیاط نہیں۔ جادو سے آدمی گدھا بن جاتا ہے۔ کس کے ثابت کیئے ثابت ہو سکتے ہیں۔" (علم الکلام حصہ اول صفحہ ۸۰)

(نہ ثابت ہوں مگر حضرات اہل سنت کے عقائد ہیں امام غزالی اور امام رازی جیسے بڑے سنی علماء کے جن سے علامہ شبلی کو بھی مذکورہ تنقید کے بعد بھی انکار نہیں ہے۔ کہیئے مرزا صاحب اب کچھ کہیں گے)

۱۴۔ سنی عقیدہ کے لحاظ سے ہوا خدا کی سانس ہے۔

لا تسبوا الریح فانها من نفس الرحمٰن جل و علیٰ۔

ہوا کو گالیاں نہ دو یہ نفس الٰہی ہے۔

۱۵۔ اونٹ اللہ کا نفس ہے۔

لا تسبوا الابل فانها من نفس اللّٰہ تعالیٰ۔ اونٹ کو گالی نہ دو کیوں کہ وہ نفس اللہ ہے۔ (حیواۃ الحیوان دمیری جلد ا صفحہ ۱۳ ذکر الابل)

۱۶۔ سنی عقیدہ کی رو سے اللہ کا ایک پیر جہنّم میں۔ (معاذ اللہ)

جہنّم سے ھل من مزید کی آوازیں برابر آئیں گی۔ حتی یضیع فیها رب العالمین قدمه۔ یہاں تک کہ رب العالمین اس میں اپنا ایک قدم رکھ دے گا۔ (صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۲۹ ۱۳۲۰ھ)

نبوّت ورسالت!

۱۷۔ معاذ اللہ انبیاء خطا کار اور گنہگار ہوتے ہیں۔

وقد کانت منهم زلات خطیئات۔ یعنی انبیاء سے لغزشیں بھی ہوتی تھیں اور غلطیاں بھی۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۹ بحوالہ جوہر قرآن صفحہ ۳۴۳)

ولا تصغ الی قول من یقول ان الانبیاء کیف یخطئون فی احکام اللّٰہ تعالیٰ فان هٰذا القول قد صدر عن شیاطین اهل البدع کالروافض وغیرهم

المد تر اهل الحق من السنة والجماعة القامعين للبدعة کثرهم الله تعالیٰ یجوزون علی الانبیاء الخطاء -

جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بھلا انبیاء سے احکام خدا میں کیونکر خطا ہو سکتی ہے تو تم اس کی بات نہ سنو کیونکہ یہ قول شیاطین اہل بدعت کا ہے جیسے روافض وغیرہم کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل سُنّت و جماعت کا وہ گروہ اہل حق جو بدعت کا مٹانے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تعداد زیادہ کرتا رہے تمام انبیاء سے خطا ہونے کو جائز سمجھتا ہے

(شرح مسلم الثبوت صفحہ ۳۵۹ بحوالہ جواہر القرآن صفحہ ۳۴۶)

۱۸۔ انبیاء کافر بھی ہو سکتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

فالاکثر من المسلمین علی انه لا یمتنع عقلا ذنب منهم مطلقا ای ذنب کان صغیرة او کبیرة او کفرا او وقوعه خلافا للشیعة فانهم لا یجوزون عقلا ذنبا علیهم مطلقا ای ذنب کان صغیرة او کبیرة. یعنی اکثر مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء سے گناہوں کا سرزد ہونا خواہ گناہان کبیرہ ہوں یا صغیرہ یا کفر عقلاً محال نہیں ہے برخلاف شیعوں کے کہ وہ لوگ ان حضرات پر کسی قسم کا گناہ جائز نہیں سمجھتے چاہے وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ -

(شرح مسلم الثبوت صفحہ ۳۸۷ بحوالہ جوہر قرآن صفحہ ۳۵۲)

۱۹۔ معاذاللہ حضرت ابراہیم جھوٹے تھے۔

وعنہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکذب ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام الا ثلث کذبات...... ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سوائے تین مرتبہ کے ابراہیم علیہ السلام کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ دو مرتبہ خدا کے واسطے (ایک تو) ان کا کہنا کہ "انی سقیمٌ" (یعنی میں بیمار ہوں) اور (دوسرا) ان کا کہنا "بل فعلہ کبیرھم (یہ کام ان میں سے بڑے بت نے کیا ہے) یہ تو خدا کیلئے تھا (پھر) آپ نے فرمایا ایک دن اس حال میں کہ وہ اور سارہ جا رہے تھے کہ ایک ظالم بادشاہ پر ان کا گذر ہوا تو کسی نے اس بادشاہ سے کہا کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کے ہمراہ ایک عورت ہے جو بہت خوبصورت ہے پس اس ظالم نے ان کے پاس ایک آدمی بھیجا اور سارہ کی بابت ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے (تو) ابراہیم علیہ السلام نے کہدیا کہ یہ میری بہن ہے۔

(تجرید البخاری مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور ص۶۱۶ کتاب بدء الخلق)

۲۰۔ حضور سرورِ کائنات پر شیطان کا غلبہ (معاذ اللہ)

ایک روز سرکار دو عالمؐ مشرکوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اس وقت سورہ نجم نازل ہوا آپ لوگوں کو سنانے لگے جب آپ اس مقام پر پہنچے۔" افرأیتم اللات والعزیٰ ومنات الثالثۃ الاخریٰ

توشیطان نے آپ کی زبان سے بے اختیار نکلوا دیا" تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" یہ بڑے بڑے بت ہیں اور ان کی شفاعت قبول ہونے کی امید ہے۔ یہ سنتے ہی قریش کے لوگ خوش ہو گئے اور جب آپ سجدہ کی آیت پر پہنچے تو مسلمان اور مشرک سب نے ایک ساتھ سجدہ کیا اور قریش کے لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اب تو محمد ہمارے معبودوں کی تعریف کرنے لگے ہیں۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۲۶ طبع حسینیہ مصر)۔

۲۱۔ امام بخاری کا سرکار دو عالم پر عظیم بہتان — واقعہ جونیہ۔

"ابو سعید صحابی سے منقول ہے کہ ہم آنحضرت کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور احاطہ والے باغ کے پاس پہنچے جس کا نام شواط تھا وہاں جا کر اور دو باغوں کے بیچ میں آئے آنحضرت نے ہم سے کہا تم یہیں بیٹھو اور آپ خود باغ میں تشریف لے گئے وہاں جونیہ بلائی گئی تھی جس کے ساتھ اس کی محافظ دایہ بھی تھی اس کو کھجور کے خانہ باغ میں اتارا گیا جو امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کا تھا جب پیغمبر اس کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا کہ تو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے (یعنی بغیر معاوضہ مہر میرے تصرف میں آجا) جونیہ نے کہا کہ کیا شہزادیاں اپنا نفس بازاریوں کو ہبہ کیا کرتی ہیں جونیہ کے اس انکار پر آنحضرتؐ نے بغرض تسکین ہاتھ بڑھا کر اس پر رکھا اس نے بخوف آبرو کہا کہ خدا کی دہائی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو نے

اس سے پناہ مانگی ہے جس سے پناہ مانگی جاتی ہے پھر پیغمبر وہاں سے نکل کر ہمارے پاس آئے اور فرمایا اے اسید! جونیہ کو کپڑے دیکر اس کے گھر پہونچا دو۔ (صحیح بخاری جلد ۳ کتاب الطلاق ص۱۶۷ مطبوعہ مصر)

۲۲۔ آنحضرت صلعم کا منطق و فلسفہ و ہندسہ و طب وغیرہ سے واقف ہونا ضروری نہیں بلکہ یہ چیزیں استغراق اور تقرب الی اللہ میں خلل انداز ہوتی ہیں۔ (الکلام حصہ دوئم صفحہ ۲۹۳)

۲۳ رسولؐ کی نماز قضا ہو گئی۔

آنحضرتؐ دیر سے سو کر اٹھے اسلئے نماز قضا ہو گئی سب سے پہلے اٹھنے والوں میں عمرؓ تھے۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۱۲۸ و ۱۳۳)

کبھی کبھی حضورؐ کا نماز بھول جانا بھی نعمت خدا ہے اسلئے تا کہ امت اقتدا کرے اس چیز کی حضورؐ کچھ بھی بتائیں۔ (سفر السعادہ جلد ۱ طبع محمدی لاہور صفحہ ۳۵)

تحقیق بسیار کے بعد مرزا صاحب نے جس مذہب کو حق سمجھ کر قبول کیا ہے اس شاندار مذہب کے کچھ فقہی مسائل بھی ملاحظہ ہوں۔

فقہیات!

۲۴۔ میاں پردیس میں ہے اور مدت ہو گئی برسیں گذر گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے۔

(بہشتی زیور چوتھا حصہ ص۵۶)

۲۵۔ دریا کا مردہ حلال ہے خواہ خود مرجائے خواہ شکار سے مرجائے اور اجماع کیا ہے اہل اسلام نے مچھلی کی حلت پر اور ہمارے اصحاب نے مینڈک کو حرام کہا ہے اور مینڈک کے سوا اور دریائی جانوروں میں تین قول ہیں سب میں صحیح زیادہ یہ ہے کہ وہ حلال ہیں اور امام مالک کے نزدیک مینڈک بھی درست ہے" (المعلم ترجمہ مسلم جلد ۵ صفحہ ۲۰۵ ط صدیقی لاہور ۱۳۰۶ھ)

۲۶۔ اور جو کتے کو نماز میں لیے رہا اگرچہ بڑا کتا ہے اس کی نماز فاسد نہیں"۔

(عین الہدایہ صفحہ ۱۱۲ جلد اول کتاب الطہارۃ طبع نولکشور لکھنؤ)

۲۷۔ "ہاتھ میں کوئی نجاست لگی تھی اس کو کسی نے تین دفعہ زبان سے چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا"۔ (بہشتی زیور دوسرا حصہ صفحہ ۴)

حضرت عائشہ باہر سے آئیں اور دروازہ کھٹکھٹاتیں آنحضرت صلعم نماز پڑھتے ہوئے عین اسی حالت میں جاکر دروازہ کھول دیتے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب العمل فی الصلوٰۃ بحوالہ سیرۃ النبی حصہ اول جزدوم ص ۱۱۲)

۲۸۔ عن عائشۃ قالت کان النبیؐ یقبل ویباشر وھو صائم

(صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۱۱ ط میمنیہ مصر)

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ روزے کی حالت میں (میرا) بوسہ لیتے تھے اور مباشرت کرتے تھے"۔

۲۹۔ صلوا خلف کل برو فاجر۔ حدیث ہے کہ ہر نیکوکار و بدکار کے پیچھے نماز پڑھ لو..... محیط میں ہے کہ فاسق و مبتدع کے پیچھے جماعت

کا ثواب ملتا ہے۔ (عین الہدایہ جلد اول ۲۶۴ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ)

۳۰۔ وان اشتد (النبیذ) فعند ابی حنیفہ یجوز التوضی بہ لانہ یحل شربہ عندہ اور اگر گاڑھی پڑ گئی (نبیذ) تو امام اعظم کے نزدیک اس سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ امام کے نزدیک اس کا پینا حلال ہے۔ (عین الہدایہ جلد اول ۱۳۵ کتاب الطہارۃ نولکشور لکھنؤ)

۳۱۔ سنی مذہب میں محرمات و غیر محرمات دونوں برابر ہیں۔

منی تزوج امرأۃ لا یحل لہ نکاحھا فوطئھا لا یجب الحد عند ابی حنیفہ۔ جس نے کسی ایسی عورت سے شادی کر لی جس سے نکاح کرنا اس کیلئے حلال نہ ہو اور اس سے ہمبستری کر لی تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں واجب ہوگی ــــ کیوں؟

اب اس کا فلسفہ بھی امام اعظم کی زبانی سن لیجئے۔

لابی حنیفہ ان العقد صادق محلہ لان محل التصرف مایقبل مقصودہ والانثی من بنات آدم قابلۃ للتوالد وھو المقصود اور ابو حنیفہ کے نزدیک یہ عقد بلحاظ محل ٹھیک ہے کیونکہ محل تصرف وہ ہے جو غرض کو پورا کرنے کے قابل ہیں (چنانچہ) عورتیں آدم کی بیٹیاں ہیں اور بچہ جننے کے قابل ہیں۔

المسئلۃ الثالثۃ قال الشافعی رحمۃ اللہ اذا تزوج رجل بامہ ودخل بھا یلزم الحد وقال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ لا یلزمہ

تیسرا مسئلہ شافعی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ جب مرد اپنی ماں سے شادی کرلے اور منہ بھی کالا کرلے تو اس پر حد لازم ہے اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اس پر حد نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۹ مطبوعہ حسینیہ مصر در ضمن حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم، عین الہدایہ جلد ۲ ص ۲۵۷ طبع نولکشور ۱۳۱۳ھ)

۳۲۔ لف حریر (مذہب اہلسنت والجماعت کا مخصوص ترین حصہ ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب شریک نہیں)

"محرمات عورتوں کے ساتھ زنا کرنا بہت سخت قبیح ہے اس سے اجتناب کرے۔"

"ف" اور اگر سفر میں بضرورت چارہ نہ ہو تو کپڑہ وغیرہ لپیٹ کر ہاتھ میں گرمی و نرمی محسوس نہ ہو مع کوشش دلی کے اتارے چڑھاوے جیسا کہ امام محمد سے مروی ہے۔

(عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ جلد ۴ ص ۲۵۲ طبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۹۶ء)

قاضی صاحب کا حکم!

وان مسها وعليها ثوب صفيق لا تصل حرارة الممسوسة ولينها الى بدنه لا تثبت الحرمته وان كان الثوب رقيقا تصل اليه حرارة الممسوسة ولينها تثبت الحرمته۔

(فتاوی قاضی خاں جلد ا کتاب النکاح ص ۱۶۶ طبع نولکشور لکھنؤ)

اور اگر آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ سے مس ہو جائے اور اس پر

موٹا کپڑا (لپیٹا) ہو جس سے آلۂ تناسل کی گرمی اور نرمی کا بدن کو احساس نہ ہو تو حرام نہیں ہے اور اگر باریک کپڑا ہو جس سے حرارت اور نرمی کا احساس ہوتا ہو تو حرام ہے۔

برہنہ حکم!

داگر خرقہ بر ذکر پیچیدہ در آورد اگر نرم باشد قضا ست وکفارہ داگر درشت باشد قضا وغسل لازم نہ اگر آلہ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور وہ نرم ہو تو ادا رزے کی) قضا اور کفارہ دونوں لازم ہے اور اگر سخت ہو تو نہ قضا ہے اور نہ غسل۔

(فتاوی برہنہ دفتر دوئم ص ۱۹ مطبوعہ نولکشور کانپور ۱۸۶۴ء)

مذکورہ کتب کے علاوہ مرزا صاحب کے محبوب مذہب اہلسنت والجماعت کا یہ محبوب و مرغوب مسئلہ فتاوی عالمگیری، جامع الرموز، درالمختار بحرالرائق شرح کنزالدقائق اور بہشتی زیور وغیرہ بھی موجود ہیں۔

۳۲۔ سنی مذہب میں توالد و تناسل کا انوکھا طریقہ ملاحظہ ہو۔

"جو شخص اپنی منکوحہ عورت سے برس بھر کے راہ کے فاصلہ پر دور رہتا ہے اور دونوں زن و مرد مشرق و مغرب کے سبب ایک جگہ اکٹھی نہ ہو سکیں اور اس کی عورت چھ مہینہ میں بچہ جن لے تو یہ خیال کیا جائے گا کہ اس شخص نے کرامت کے ساتھ اپنی عورت سے وطی کی ہوگی پس وہ لڑکا مولود ثابت النسب ہے"۔ (غایۃ الاوطار اردو ترجمہ درمختار جلد ۲ ص ۲۴ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

ان مسائل پر میں خود نہ اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں اور نہ کسی طرح کی تنقید کروں گا اس کا فیصلہ تو ناظرین کرام ہی کے اوپر چھوڑتا ہوں اور اگر خدا توفیق دے تو خود مرزا صاحب بھی اس پر تحقیق کر کے انصاف کریں ۔ یہی وہ ناگفتہ بہ مسائل ہیں جو خود سمجھدار سینوں کیلئے بھی قابل برداشت نہیں چنانچہ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ " امام (غزالی) صاحب نے ابتدا میں اشعری طریقہ کی حمایت کی لیکن بالآخر ان کی یہ رائے قائم ہوگئی کہ اشعری طریقہ جمہور کیلئے اچھا ہے لیکن نہ وہ اصل حقیقت پر مشتمل ہے نہ اس سے حقیقی تشفی ہو سکتی ہے ۔ (علم الکلام حصہ اول صفحہ ۶۵)

رہبران اہلسنت!

ایک ذرا زحمت تو ہوگی مگر ناظرین کرام سے گذارش ہے کہ لگے ہاتھوں مرزا صاحب موصوف کے تحقیقی مذہب کے رہبروں اور رہنماوں کا بھی سرسری جائزہ لیتے چلیئے تاکہ حق اور باطل کا پتہ لگ جائے ۔

۱. ابوبکر بن ابی قحافہ صاحب!

(۱) آپ پر شیطان غالب رہا کرتا تھا ۔

واعلموا انما انا بشر و معی شیطان یعترینی!

(ریاض النضرہ جلد ا ص ۱۷۶ ط مصر ۱۳۲۷ھ)

حضرت ابوبکر صاحب خود مجمع صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے منبر نبی سے

گویا ہوئے کہ "آپ لوگ آگاہ ہوجائیے کہ آپ ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر ایک شیطان مسلط ہے۔

۲۔ کان ابوبکر سبابا۔ ابوبکر صاحب بہت زیادہ گالیاں دیتے تھے

(تاریخ الخلفا سیوطی ص۱۴۲ طبع نولکشور لکھنو)

چنانچہ ہادی عالم اخلاق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو اور سیکڑوں مسلمانوں کے درمیان حضرت ابوبکر صاحب کے منہ سے پھول جھڑے جب انھوں نے عروہ بن مسعود سے فرمایا کہ "امصص بنظر اللات" لات (ایک عورت کا مجسمہ جس کی پوجا ہوتی تھی) کی شرمگاہ کو چاٹو"

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵، باب الشروط فی الجہاد ط میمنیہ مصر ۱۳۲۰ھ)

۳۔ ابوبکر صاحب کی شاندار نفع خوری!

حضرت ابوبکر صاحب نے دو اونٹ چار سو درہم کے خریدے تھے جن میں سے حضور نے ایک اونٹ خریدنا چاہا تو حضرت ابوبکر نے آپ کے ہاتھ ایک اونٹ نوسو درہم میں فروخت کیا۔

(روضۃ الصفا جلد ۲ ص۲۹۸ طبع نولکشور لکھنؤ)

۴۔ ابوبکر صاحب میں شرک خفی کا انکشاف!

قال رسول اللہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ ھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او ما دعی مع اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل۔

(ازالۃ الخفا مقصد اول ص ۱۹۹ از شاہ ولی اللہ دہلوی)

حضورؐ نے فرمایا کہ شرک تم لوگوں میں چیونٹی کی چال کی طرح پوشیدہ ہے تو ابو بکر صاحب نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ کیا غیر اللہ کی عبادت اور اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو پکارنے کے سوا بھی شرک ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ (اے ابوبکر) تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ ہے۔

۵۔ حضرت ابو بکر صاحب نے پیغمبر کی حکم عدولی کر کے لعنِ رسول کے مستحق ہوئے اپنے مرض الموت میں سرکار مدینہ نے ایک لشکر تیار کر کے اس کا سردار اسامہ بن زید کو بنایا اور سوائے حضرت علیؑ کے جملہ مسلمانوں کو اسامہ کی ماتحتی میں جانے کا سختی سے حکم دیا مگر حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان وغیرہ جیش اسامہ میں نہیں گئے جب لشکر کی عدم روانگی کا علم حضور کو ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لعن اللہ من تخلف عنھا۔ اللہ اس پر لعنت کرے جو جیش اسامہ میں نہ جائے۔ (ملل ونحل شہرستانی ص ۹ طا مصر)

حضرات اہل سنت آنحضرتؐ کے مرض الموت میں نماز پڑھانے کی روایت کو عظیم ترین دلیل خلافت حضرت ابو بکر قرار دیتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ نماز پڑھائی یعنی مدینہ میں رہے اور مدینہ میں رہے یعنی لشکر اسامہ میں نہ گئے اور... ہوکر نماز پڑھائی اب فیصلہ ناظرین کرام ہی کریں کہ ہم پیش نمازی کو دیکھیں یا

حدیث رسولؐ کے ذریعہ ملنے والے تمغہ کو۔

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ حضور سرورِ کائنات کے انتقال کے بعد انکی بیٹی جناب سیدہ نے حضرت ابوبکر سے میراث کا سوال کیا تو ابوبکر نے ان سے حضور کی حدیث بیان کی کہ آپکے والد نے فرمایا ہے کہ ما ترکناہ صدقۃ، (اسلئے آپ کو میراث نہیں ملے گی اور فدک جو حضور نے سیدہ فاطمہ کو ہبہ فرمایا تھا اسکو بھی ابوبکر نے چھین لیا۔ نغضبت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھجرت ابابکر فلم تزل ھاجرتہ حتی توفیت۔ پس جناب معصومہ ابوبکر صاحب پر غضبناک ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں کنارہ کش رہیں اور نہیں بولیں"

(صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۵ سطر ۲۴ باب فرض الخمس کتاب الجہاد طامصر و تاریخ طبری جلد ۳ صـ۲۰۲ طامصر و صحیح مسلم جلد ۲ صـ۹۱ وغیرہ)

حالانکہ سرکار دو عالم نے اپنی اکلوتی بیٹی کیلئے فرمایا تھا کہ فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا اغضبنی۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے پس جو شخص اسکو غضبناک کرے (یہ سمجھو کہ اس نے) مجھ کو غضبناک کیا۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۸ کتاب الفتن، صحیح بخاری جلد ۲ صـ۱۸۶ باب مناقب فاطمہؓ مطبوعہ میمنیہ مصر سنہ ۱۳۲۰ھ)

حضرت عمر بھی جگر پارۂ رسولؐ کو غضبناک کرنے میں حضرت ابوبکر کے شریک و سہیم تھے (ملاحظہ ہو الامامۃ والسیاسۃ صـ۲۰)

موٹی عقل والا بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ جب جناب فاطمہ کو غضبناک کرنے والا رسولؐ کا غضبناک کرنیوالا ہے اور ظاہر ہے کہ رسولؐ کا غضب جس پر ہوگا خدا بھی اس پر غضبناک ہوگا نتیجہ نکلا کہ جناب فاطمہ کو غضبناک کر کے یہ دونوں بزرگ خدا کے غضب کے مستحق ہوئے اور ہر مسلمان اپنی نماز میں "مغضوب علیہم" کے راستہ پر تبرّا کرتا ہے۔ مرزا صاحب! "مذہب حقہ اہل سنت اختیار کر کے جس کے قائد جناب شیخین ہیں (جو مصداق "مغضوب علیہم" ہیں جس کی گواہی بخاری ہے) آپکو نماز میں سورہ حمد کی تلاوت کے وقت غیر المغضوب علیہم پڑھنے میں بڑی زحمت ہوتی ہوگی کیا اس زحمت کے حل سے ہمکو مطلع فرمائیں گے؟ تقیہ تو آپ کے مذہب میں جائز نہیں۔

(مسئلہ فدک کیلئے میرا رسالہ "باغی" ملاحظہ کیا جائے)

۷۔ حضورؐ کے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔

عن عروۃ ان ابابکر و عمر لم یشھدا دفن النبیؐ۔

(کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ حدیث ۲۳۲۸ ط حیدرآباد)

عروہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دفن نبی صلی اللہ علیہ وسلم وسلم میں شریک نہیں تھے۔

۸۔ جناب مالک بن نویرہ صحابی رسول اور انکے مسلمان ساتھیوں کے قاتل خالد بن ولید پر حد شرعی نہیں جاری کی جبکہ حضرت عمرؓ کی دلی خواہش یہ تھی

خالد بن ولید کو سزا ملنی چاہیئے تھی مگر حضرت ابو بکر نے صحابی اور مسلمان کے قاتل اور زانی کو اعزاز و اکرام سے سرفراز فرمایا۔

(روضۃ المناظر از ابن شحنہ برحاشیہ تاریخ الکامل جلد ۱۱ ص ۱۱۴)

عمر بن خطاب صاحب

(۱) سرکار دو عالم پر ہذیان کا الزام!

قال عمر دعوا الرجل فانہ لیھجر۔ عمر صاحب نے کہا کہ چھوڑ دو اس شخص کو (معاذ اللہ) ان کو ہذیان ہو گیا ہے

(سر العالمین غزالی ص ۹ مقالہ رابعہ طبع بمبئی ۱۳۱۴ھ و مجمع البحار از محمد طاہر گجراتی و نہایۃ اللغۃ ابن اثیر، و نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ص ۲۶۲ ۱۳۲۶ھ طبع مصر)

علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"طرہ یہ کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت عمرؓ ہی نے آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (الفاروق صفحہ ۴۴ جلد اول طبع دہلی ۱۹۰۸ء)

ہجر کے معنی ہذیان ہی کے ہیں جیسا کہ علامہ شبلی نے اقرار کر لیا ہے ملا علی قاری شرح شفا میں لکھتے ہیں کہ والھجر بضم الھاء الفحش فی المنطق

(جلد ۲ صفحہ ۳۵۶ ۱۳۱۲ھ)

یعنی ہجر فحش باتوں کو کہتے ہیں۔

۳۔ خانہ سیدہ پر آگ اور لکڑی۔ حضرت عمر کی گردن پر جناب محسن کا خون!

"حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ یا بنت رسول اللہ خدا کی قسم آپ ہم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آج یہاں لوگ اسطرح مجمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگا دوں گا۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ اس روایت کے روات کا حال ہمکو نہیں معلوم ہو سکا۔ تاہم روایت کے اعتبار سے اس واقعہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔

(الفاروق از شبلی نعمانی حصہ اول ص ۵۶)

"حضرت ابو بکر نے عمر کو جناب امیر اور ان کے ساتھ خانۂ سیدہ میں پناہ لینے والوں کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ اگر وہ لوگ بیعت سے انکاری ہوں تو ان سے جنگ کرو۔ فاقبل عمر بشئ من نار علی ان یضرم الدار فلقیته فاطمة رضی اللہ عنها وقالت الی این یابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم۔ تو حضرت عمر کچھ آگ لیکر خانۂ معصومہ کو جلانے کے ارادے سے آئے جناب معصومہ سے ملاقات ہوئی تو سیدہ زہرا نے پوچھا کہ اے خطاب کے بیٹے! کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے حضرت عمر بولے کہ ہاں! (تاریخ ابو الفداء جلد اول صفحہ ۱۵۶ مطبوعہ حسینیہ مصر و طبری جلد ۳ ص ۱۹۸ طبع مصر)

حضرت عمر بن خطاب نے پہلوئے بنت رسول پر دروازہ گرا کر ظلم کی تاریخ میں ایک عظیم غم کا اضافہ کیا۔ (ملل و نحل شہرستانی جلد اص ۳۰ مطبوعہ مصر بر دائج المصطفی طبع احمدی کانپور)

۴۔ جنازہ رسولؐ میں شرکت سے محرومی!

حضرت عمر بھی حضور کے جنازہ میں اور دفن میں شریک نہیں ہوئے۔

(کنز العمال والفاروق صفحہ ۵۲ حصہ اول)

۵۔ حضرت عمر کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے!

عن زید بن وھب قال رأیت عمر بن الخطاب یبول قائما۔

زید بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر کو کھڑے ہوکر پیشاب کرتے دیکھا۔ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۲۶ حدیث ۲۶۱۴)

کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا فلسفہ!

عن عمر قال البول قائما احصن للدبر والبول جالسا ارخی للدبر

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے مبرز میں مضبوطی رہتی ہے اور بیٹھ کر پیشاب کرنے سے ڈھیلی ہو جاتی ہے (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۲۶ حدیث ۲۶۲۰)

۶۔ حضرت عمر کی آخری غذا۔

فاتی بنبیذ فشربه فخرج من جرفه۔ حضرت عمر کو نبیذ دی گئی تو وہ پی گئے مگر وہ رک نہ سکی زخم کی راہ سے باہر نکل گئی۔ (صحیح بخاری صفحہ ۱۶ جزو خامس طبع اول مطبوعہ خیریہ مصر واحیاء العلوم غزالی جلد ۴ صفحہ ۲۶۵ نولکشور لکھنؤ وازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۲۱۸)

نبیذ شراب کو کہتے ہیں ملاحظہ ہو (المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنہ للسخاوی صفحہ ۵۷ حرف الہمزہ طبع علوی لکھنؤ)

۷۔ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کی تحریر پر تھوک کر پھاڑ ڈالا۔

جناب فاطمہؑ کے سچے دعویٰ (فدک) کو تسلیم کرکے ابو بکر نے تحریر لکھدی ج

بصق فی الکتاب فمحاہ وخرقہ۔ عمر صاحب نے نوشتہ پر تھوک

تحریر مٹادی اور پھر اس کو چاک کر دیا۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید جزو سادس عشر جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ دانسان ال

فی سیرۃ الامین والمامون طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۹۹)

جناب معصومہ حضرت عمر پر بھی غضبناک تھیں اور ان سے بھی مر

تک ناخوش و ناراض تھیں۔ (الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری ص ۲

آپ بھی جناب ابو بکر کی طرح مصداق مغضوب علیہم میں داخل ہو

۸۔ حضرت علی و عباس نے حضرت عمر کو کیا سمجھا؟

فرائیتمانی کاذبا آثما غادرا خائنا۔ (صحیح مسلم صفحہ ۹۱ نولکشور

حضرت عمر نے جناب امیر المومنین علی علیہ السلام اور حضرت عبا

مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ آپ دونوں نے مجھ کو جھوٹا، گنہگار، بد عہد اور

سمجھا۔ صحیح مسلم کے علاوہ حضرت عمر کا یہ ظنی اقرار صحیح بخاری اور ش

ابن ابی الحدید سولہویں جز میں موجود ہے۔

۹۔ حضرت عمر نے خود اپنے آپ کو کیا سمجھا!

جناب حذیفہ جن سے سرور عالمؐ نے منافقین کے نام بتائے

ان سے حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ میرا نام تو منافقین میں نہیں ہے مگر

حضرت حذیفہ نے اس راز کو الم نشرح نہیں کیا اور حضرت عمر کو نہیں بتایا تو وہ خود کہنے لگے باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین قسم خدا کی اے حذیفہ میں منافق ہوں۔ (میزان الاعتدال ج ۳۶۵ ۲۹۶ طا اول مصر ۱۳۲۵ھ)

۱۰۔ حضرت عمر کا یہودیوں سے لگاؤ اور آپ پر آنحضرتؐ کا غضب!

علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں کہ۔

یہ امر بھی صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے ہاں جس دن توریت کا درس ہوا کرتا تھا حضرت عمر اکثر شریک ہوتے تھے ان کا خود بیان ہے کہ میں یہودیوں کے درس کے دن ان کے ہاں جایا کرتا تھا چنانچہ یہودی کہا کرتے تھے کہ تمہارے ہم مذہبوں میں سے ہم تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں کیونکہ تم ہمارے پاس آتے جاتے ہو"

"ایک دفعہ حضرت عمر توریت کا ایک نسخہ آنحضرتؐ کے پاس لے گئے اور اس کو پڑھنا شروع کیا وہ پڑھتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔" (الفاروق حصہ دوم صفحہ ۲۱۹)

حضرت عمر پر حضورؐ کا غصہ!

وقد غضب صلی اللہ علیہ وسلم حین رای مع عمر صحیفۃ توراۃ۔ (مجمع البحار جلد ا ۲۵۵ طبع نولکشور لکھنو)

جب حضورؐ نے حضرت عمر کے پاس توریت کو دیکھا تو ان پر غضبناک ہوئے۔

۱۱۔ حضرت عمر کی علمی صلاحیت!

۱۔ حضرت عمر کو سبحان اللہ کے معنی معلوم نہیں تھے۔

(در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۵۴ طبع مصر ۱۳۱۴ھ سورہ روم)

۲۔ کل الناس افقہ من عمر۔ تمام لوگ حضرت عمر سے زیادہ فقیہہ ہیں۔

(در منثور سیوطی صفحہ ۱۳۳ جلد ۲ طبع مصر ہو قیع مانعت مہر)

۳۔ کل الناس افقہ من عمر حتی ربات الحجال سب تو سب گھر کے اندر رہنے والی عورتیں بھی حضرت عمر سے زیادہ احکام خداوندی سے واقف ہیں۔ (ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۶۱)

اس پر بھی مذہب اہلسنت والجماعت میں آپکی ۵۳۹ حدیثیں لی گئیں ہیں۔ درحقیقت مذہب اہل سنت کی بنیاد اور اساس حضرت ابوبکر و عمر ہی ہیں ہے۔

۳۔ عثمان بن عفان صاحب۔

۱۔ طرید رسول محبوب عثمان سے حکم رسالت کی خلاف ورزی۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم بن ابی العاص بن امیہ اور اس کے صلب سے پیدا ہونیوالوں پر متعدد بار لعنت فرمائی چنانچہ ایک بار حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ اے مروان یاد کر کہ رسول خدا نے تیرے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی جب تو اس کے صلب میں تھا یعنی تو بھی اس لعنت میں شریک تھا۔

یہ شخص حضور کی نقل اتارتا تھا جس سے حضور کو بیحد اذیت ہوئی۔

اس لئے مجبوراً حضورؐ نے اس کو شہر بدر کر دیا اور یہ عہد حضرت عمر تک شہر بدر رہا۔ ... جب حضرت ابو بکر صاحب بادشاہ ہوئے تو حضرت عثمان نے حکم کی واپسی کی سفارش کی تو انھوں نے انکار کر دیا اسی طرح عہد حضرت عمر میں بھی حضرت عثمان نے چاہا کہ اب اسکو بلوالیں مگر حضرت عمر نے انکار کیا لیکن جب زمام سلطنت خود سنبھالی تو اب کسی سے پوچھنے کا سوال ہی نہیں تھا اور اپنے حکم سے بالآخر طرید و لعین رسول کو مدینہ واپس بلا لیا (اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۵ طادی مصر ۱۸۹۱ء و تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی قلمی خدا بخش لائبریری صفحہ ۲۱۰)

۲۔ فدک پر مروان کا قبضہ!

اس باغ فدک کو جو سیدہ فاطمہ کی ملکیت تھا مگر مدینہ حکومت نے اسکو ضبط کر لیا تھا کہ یہ ملکیت حکومت کی ہے فدک حضرت عثمان نے اپنے محبوب وزیر مروان بن حکم (طرید رسول) کے حوالہ کر دیا جو عرصہ دراز تک مروانیوں کے قبضہ میں رہا (عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۲۷۷ و تاریخ ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۵۸ و وفاء الوفاء جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ وغیرہ)

۳۔ سیٹھ عبد الرحمٰن بن عوف!

یہ بزرگ حضرت عثمان بن عفان کے بہنوئی تھے اپنے دور حکومت میں عثمان امویوں کو عموماً اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو خصوصاً فطری طور پر مالدار اور سیٹھ دیکھنا چاہتے تھے اور انکی یہ حسرت پوری بھی کی خود اتنے مالدار ہوئے کہ غنی کہلائے۔ یہی حضرت عثمان کے بہنوئی جب

اللہ کے دربار میں حساب وکتاب کیلئے دنیا چھوڑ کر تشریف لے گئے تو ایک ہزار اونٹ تیس ہزار بکریاں ایک سو گھوڑے دس ہزار بھیڑیں تھیں ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو ۸۳، ۸۳ ہزار دینار ملے سونا اتنا چھوڑا تھا کہ اس کو کلہاڑی سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا تھا۔"

(ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۹۶ ۱۳۲۱ھ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۱ ۱۳۲۶ھ وغیرہ)

۴۔ حضرت ابوذر مشق ستم کا نشانہ!

حضورؐ نے ابوذر کیلئے ارشاد فرمایا تھا کہ ما اقلت الغبراء ولا اظلت الخضراء اصدق اللھجۃ من ابی ذر (اصابہ جلد ۴ صفحہ ۶۳ ۳۸۲ھ)۔

ابوذر سے زیادہ سچے آدمی کا نہ بار زمین نے اٹھایا ہوگا۔ اور نہ آسمان نے سایہ کیا ہوگا"۔

اپنی اس حق پسندی اور صداقت مآبی کے جرم میں جب تک زندہ رہے حکومت عثمان کے مظالم برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ عالم غربت میں ربذہ میں آپ رحمت الٰہی سے ہمکنار ہو گئے۔

عثمان جناب ابوذر غفاری کے اتنے سخت و شدید دشمن تھے کہ انہوں نے عام منادی کرادی تھی کہ کوئی ان کو رخصت کرنے بھی نہ جائے مگر آلِ محمدؐ پر اس حکم کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ان سارے مظالم کی روئداد علامہ علائلی حنفی مصری کی کتاب "ابوذر" میں ملاحظہ کیجئے۔

۵۔ بنی امیہ اسلام کیلئے آفت ہیں!

عن ابن مسعود قال ان لکل دین آفۃ و آفۃ ھذا الدین بنو امیۃ۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۱۴ حدیث ۱۲۵۱)

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ "ہر دین کیلئے ایک آفت ہوتی ہے اور اس دین (اسلام) کیلئے بنو امیہ آفت ہیں"۔

یہ یاد رہے کہ عثمان بن عفان پہلے اموی بادشاہ ہیں۔

۶۔ سیرت رسالت سے اعراض۔ دین اسلام میں حضرت عثمان کی بدعت!

"حضرت ابوبکر و عمر صاحبان ہمیشہ منی و عرفات میں چار رکعتی نماز کو قصر یعنی دو رکعت پڑھتے تھے جیسا کہ آنحضور پڑھا کرتے تھے اور یہی دستور جاری تھا لیکن حضرت عثمان صاحب نے بجائے دو رکعت کے چار رکعت ادا کی یہ کام خلاف سنت رسولؐ اور سیرت شیخین تھا منیٰ و عرفات کے نمازیوں نے اس بدعت کو برا سمجھا اور حضرت عثمان پر اس بات کی طعن و تشنیع کی کہ آپ نے سنت رسول اور سیرۃ شیخین کے خلاف عمل کیا۔ اس فعل سے وہ لوگ حضرت عثمان کو ذلیل نظر سے دیکھتے تھے۔

جناب امیر علیہ السلام اور عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمان سے سخت بازپرس کی مگر حضرت عثمان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ لطیف تو یہ ہے کہ اس بدعت کے قبل حضرت عثمان خود بھی دو ہی رکعت پڑھتے تھے۔"

(روضۃ الاحباب جلد دوم صفحہ ۲۵۰)

۷۔ حضرت عثمان نے قرآن کریم میں آگ لگادی۔ نعوذ باللہ من ذالک!

"جب حضرت عثمان صاحب کے حکم کے تحت مختلف قرآن مجید کے نسخوں سے ایک قرآن جمع کیا جاچکا تو حضرت حفصہ والے نسخۂ قرآن کو تو واپس کر دیا۔ وامر بما سواہ من القرآن فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق۔ اور اس کے علاوہ جتنے نسخے قرآن مجید کے تھے سب میں آگ لگا دینے کا حکم دیدیا۔ اور وہ سب جلا کر خاک کر دیئے گئے۔

(الاتقان سیوطی صفحہ ۶۱ جلد ۱ طبع مصر و ابو الفداء جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ و بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ و تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ و ازالۃ الخفاء حصہ دوم در ماثر عثمان صفحہ ۲۲۸ و کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۸۱ حدیث ۴۷۸۱)

۸۔ دجّال کی پیروی کون کرے گا؟

عن حذیفۃ ان خروج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان۔ (میزان الاعتدال ۳۶۵ صفحہ ۲۹۷۶)

حذیفہ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ دجّال کی پیروی بوقت خروج وہی کرے گا جو حضرت عثمان کو دوست رکھتا ہے۔

اس پر بھی آپ کے مذہب اہل سنت میں ۴۶ احادیث لی گئیں ہیں جبکہ حضرت عائشہ نے آپ کے قتل و کفر کا فتویٰ دیا اور کبار اصحاب نے آپکو قتل کیا۔ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا۔

۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابو بکر صاحب۔

ا۔خلیفہ وقت جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب پر آپ نے خروج کیا!

"آنحضورؐ نے فرمایا کہ من خرج علی علی فھو کافر جو علی پر خروج کریگا وہ کافر ہے۔"

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں یہ حدیث جنگ جمل میں بھول گئی تھی اور بصرہ میں یاد آئی اور اب خدا سے توبہ کرتی ہوں۔

(مناقب مرتضوی باب دوم ص ۱۳۸ و مودۃ القربیٰ مودۃ ثالثہ ص ۱۲)

۲۔حضرت عائشہ پر آنحضرتؐ کا غضب

"جناب عائشہ خود بیان کرتی ہیں کہ ایک دن حضورؐ جناب خدیجہ کی مدح فرمارہے تھے تو میں نے کہا کہ اس بڑھیا کا کیا ذکر کرتے ہو اللہ نے آپکو اس سے بہتر دیدی فغضب رسول اللہ پس رسولؐ غضبناک ہو گئے اور فرمایا اللہ نے مجھے ان سے بہتر نہیں دی، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب سب مجھے جھٹلا رہے تھے۔ ......" (اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ص ۹۶)

۳۔حضرت عائشہ جناب امیرؑ سے جلتی تھیں

"حضرت عائشہ کو جناب امیرؑ سے اسقدر دشمنی اور جلن تھی کہ وہ جناب امیرؑ کا نام بھی اپنی زبان پر جاری کرنا ناگوار سمجھتی تھیں۔"

(بخاری جلد ا ص ۸۱ باب انما جعل الامام لیوتم بہ کتاب الاذان)

۴۔شہادت جناب امیرؑ پر عائشہ کی خوشی — سجدہ شکر ادا کیا گیا!

"ام المومنین حضرت عائشہ کو جب جناب امیر المومنین علیہ السلام کی

خبر شہادت ملی تو انتہائی مسرت میں اپنی پیشانی کو سجدہ میں جھکا دیا۔
اور سجدہ شکر کے بعد خوش ہو کر شعر پڑھنے لگیں ؎

فالقت عصاھا واستقرت بہا النوی
کما قر عینا بالایاب المسافر

(مقاتل الطالبین ص ۱۷ سنہ ۱۳۰۷ ھجری و تذکرہ خواص الامہ ابن جوزی قلمی خدا بخش لائبریری ص ۱۸۵)

۵۔ حضرت عائشہ کا گھر حضور کی نظر میں۔ شیطان کے سینگ کہاں سمائے!

عن عبد اللہ قال قام النبی خطیبا فاشار نحو مسکن عائشہ فقال
ھھنا الفتنۃ ثلثا من حیث یطلع قرن الشیطان۔

(بخاری کتاب الجہاد والسیر ج ۲ ص ۱۱۲ طبع میمنیہ مصر سنہ ۱۳۲۰ھ)

ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم خطبہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے تو ام المومنین کے گھر کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا کہ ادھر ہی سے فتنے پیدا ہوں گے اور یہیں سے شیطان کے سینگ نکلیں گے۔

۶۔ سرکار رسالت کی تمنا ۔ عائشہ کاش تم......

"لومت قبلی فقمت علیک وکفنتک وصلیت علیک ودفنتک"

کاش تم مجھ سے پہلے مر جاتیں اور میں تم کو کفن دیکر نماز پڑھکر دفن کر دیتا۔ (طبری جلد ۳ ص ۱۹۱ حسینیہ مصر)

۷۔ حضرت عائشہ نے امام حسنؑ کو نبی کریم کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیا!

"علامہ سبط ابن جوزی اپنی شہرہ آفاق کتاب خواص الامۃ فی معرفۃ

الائمہ میں رقمطراز ہیں کہ۔

"جب امام حسینؑ نے امام حسنؑ کو پہلوئے رسولؐ میں دفن کرنے کا ارادہ کیا تو بنو امیہ (خصوصاً) مروان بن حکم، سعید بن عاص وغیرہ نے ہنگامہ کھڑا کیا تاکہ امام حسنؑ حضورؐ کے پہلو میں دفن نہ ہو سکیں مشہور قدیم ترین مورخ ابن سعد کا بیان ہے کہ انھیں ہنگامہ کرنے والوں میں حضرت عائشہ بھی شریک تھیں تاکہ امام حسنؑ پہلوئے رسولؐ میں دفن نہ ہو سکیں (ص۲۱)

ركبت عائشه بغلا واستغوت بنى اميه ومروان ومن كان هناك منهم ومن حشمهم وهو قول القائل فيوما على بغل ويوما على جمل

(مقاتل الطالبين ص۳۰ سنہ ۱۳۰۷ھ)

ایک خچر پر سوار ہو کر حضرت عائشہ بنی امیہ مروان اور شورش برپا کرنیوالوں کی قوت و طاقت میں اضافہ کرنے کیلئے انکی شریک کار ہو گئیں تو وہیں کسی نے کہا "آج خچر پر سوار ہیں اور ایک روز اونٹ پر سوار ہو چکی ہیں۔"

۸۔ جناب سیدہ فاطمہ حضرت عائشہ سے بھی ناراض دنیا سے رخصت ہوئیں۔

"جب معصومہ عالم کی وفات ہو گئی تو حضرت عائشہ تشریف لائیں اسماء نے ان کو داخل (حجرہ) نہیں ہونے دیا تو انھوں نے اپنے والد حضرت ابو بکر سے شکایت کی حضرت ابو بکر آئے اور وجہ دریافت کی کیوں ازواج نبیؐ کو بنت رسولؐ کے ہاں نہیں جانے دیتیں ـــ اسماء بنت عمیس (ان دنوں ابو بکر صاحب ہی کی زوجیت میں تھیں) نے کہا کہ خود بنت نبی نے ممانعت

فرمائی ہے اسلئے میں کسی کو ان کے پاس نہیں جانے دوں گی......"

(ذخائر العقبیٰ صفحہ ۵۲ ۱۳۵۶ھ و استیعاب بن عبد البر جلد ۲، ۷۷۲ ۳۴۰۶)

۹۔ حضرت عائشہ آلِ محمدؐ سے نفرت کرتی تھیں!

"آنحضرتؐ...... حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ پر از حد فریفتہ تھے عائشہ کو باقتضائے انسانیت اس کا رشک تھا اور وہ رشک مختلف واقعات سے نفرت کی حد تک پہنچ گیا تھا۔" (تاریخ الاسلام از علامہ گورکھپوری ص ۲۸۵)

"چنانچہ ابن عباس ارشاد فرماتے ہیں کہ کانت لا تقدر علی ان تذکر بخیر۔ (الطبری جلد ۳ ص ۱۹۱)

حضرت عائشہ کو حضرت علیؑ سے ایسا بغض تھا کہ حضرت علیؑ کا ذکر خیر کرنے اور سننے پر قادر نہ تھیں۔

مذہب اہلسنت والجماعت میں آپکی مرویات کی تعداد ۲۲۱۰ ہے۔

۵۔ معاویہ بن ابوسفیان صاحب!

۱۔ ساری زندگی جناب امیر المومنین علیہ السلام سے لڑتے رہے یہانتک کہ ان کو شہید کرادیا۔

"حدیقہ حکیم سنائی و مناقب مرتضوی میں ہے کہ جناب عبدالرحمن بن ملجم نے جناب امیرؑ کو معاویہ کے حکم سے شہید کیا۔"

(احسن الانتخاب فی معیشۃ سیدنا ابی تراب محمد علی حیدر کاکوروی ص ۵۱۲)

۲۔ شریعت اسلام میں معاویہ صاحب کی دھاندلی!

لقد بلغ من طاعۃ اھل الشام لمعویہ انہ صل بھم عند سیرہ الی صفین الجمعۃ یوم الاربعاء وفی روایۃ انہ صل بھم الجمعۃ یوم السبت (تذکرہ خواص الامہ فی معرفتہ الائمہ ابن جوزی قلمی صفحہ ۹۶)

اہل شام معاویہ کی اطاعت میں اس قدر حد سے آگے بڑھ چکے تھے کہ جنگ صفین کی سفر میں جمعہ کی نماز بدھ یا سنیچر کو پڑھ لی۔

۳۔ معاویہ صاحب "خون ناحق" کے دریا میں!

ابوسفیان کے لاڈلے فرزند معاویہ صاحب کے اعمال نے مومنین و متقین کے خون سے جو عمر بھر ہولی کھیلی ہے اس سے قطع نظر خود معاویہ صاحب نے اتنے خون بہائے ہیں جس کا تصور کرنا ہو تو اس کیلئے بس یہ جملہ پیش نظر رکھنا کافی ہے کہ "معاویہ یزید کا باپ ہے"

جناب امام حسن علیہ السلام کو جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ معاویہ ہی نے زہر دلایا۔ (استیعاب جلد ا ص ۱۴۴ ص ۵۶۵)

جناب مالک اشتر، جناب محمد بن ابی بکر، حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کے قاتل معاویہ ہیں۔ (استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۳ ص ۳۴۹ و تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۳۷)

ام المومنین حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر صاحب کو حیلہ سے کنوئیں میں گرا کر چونے سے کنوئیں کو بھروا دینے والی ذات حضرت معاویہ ہی کی ہے۔

(حبیب السیر جزد سوم ج اول ص ۱۴۷ ذکر حالات زوجات نبی)

۴!۔ حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی گروہ باغیہ ہیں!

مخبر صادق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمار یاسر سے ارشاد فرمایا تھا کہ۔ تقتلك فئة الباغیہ لے عمار عنقریب باغی گروہ تجھے قتل کرے گا۔ (بخاری جلد ۲ صے ۸۷ طبع میمنیہ مصر)

جہاں یہ مسلم حقیقت ہے کہ جملہ مسلمانوں کو حضور کی اس پیشینگوئی کا اقرار ہے وہاں یہ بھی ایک روشن اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جناب عمار یاسر کو معاویہ صاحب کے لشکر نے قتل کیا چنانچہ جب دو آدمی یہ دعویٰ کرنے لگے کہ ہم قاتل عمار ہیں فقال لھما عمرو واللہ ان تختصمان الا فی النار تو اس موقع پر عمرو عاص نے ان دونوں دعویداروں سے کہا کہ خدا کی قسم تم دونوں جہنم کیلئے لڑ رہے ہو اور جب فوج کو یقین ہو گیا کہ ہم اسلام کے باغی ہیں تو لوگ شکستہ خاطر ہوئے وقت کے بگڑتے ہوئے ماحول کی نزاکت کے ناظر معاویہ صاحب کی عیاری نے بڑھ کر سنبھالا دیا کہ انما قتلہ الذی اخرجہ عمار کا قاتل تو وہ ہے جو ان کو میدان جنگ میں لایا۔

اور پھر شامی لشکر جو بدھ کو نماز پڑھ چکا ہے جن کو اونٹ اونٹنی میں امتیاز کا سلیقہ نہیں تھا مطمئن ہو گیا البتہ جب اس کی اطلاع امیر علیہ السلام کو ملی تو آپ نے فرمایا کہ ونحن قتلنا حمزہ لانا اخرجناہ الی احد تو پھر ہم ہی قاتل حمزہؓ بھی ہیں اس لئے کہ جنگ احد میں ان کو ہمیں تو لائے تھے۔

(تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی صہ ۹۳ و صہ ۹۴ قلمی خدابخش لائبریری پٹنہ)

حضرت معاویہ حضرت یزید کے باپ ہیں!

آپ بتائیں واقعہ کربلا کیوں ہوا یزید صاحب نے جناب امام حسین
علیہ السلام اور ان کے بے جگر بے گناہ ساتھیوں کو کیوں قتل کیا؟ اس کا جواب
صرف اور صرف یزید صاحب دیں گے۔

"کہ اگر میرے بدر میں مقتول ہونیوالے کافر بزرگ زندہ ہوتے اور
دیکھتے کہ میں نے کیونکر ان کا بدلہ لیا تو وہ خوش ہوتے اور مجھے دعائیں دیتے"

(کتاب الاتحاف بحب الاشراف طبع ادبیتہ مصر ص۵۷ ۱۳۱۷ھ)

اسلام سے کفر کا بدلہ لینے والے اور دین و شریعت اور قرآن کو لہو و
لعب جاننے والے بیٹے یزید صاحب کے باپ معاویہ صاحب سے پوچھا جا سکتا
ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں سے جنگ و پیکار کیوں
جاری رہی ہے؟ اس سوال کے جواب کا صحیح پتہ علامہ سبط ابن جوزی نے
بتایا ہے۔ جمع معاویہ اصحابہ وقال سافینا الامن قتل ابن ابی طالب
اباہ واخاہ او ولدہ۔ یا ولید قتل اباك یوم بدر و یا ابا الاعور قتل
ابنك یوم احد و یا طلحة الطلحات قتل اخاك یوم الجمل و قتل
ان یوم بدر واجتمعوا علیہ لندرك ثار نامنہ

(تذکرہ خواص الامہ قلمی ص۸۹ جنگ صفین)

یعنی معاویہ صاحب نے میدان صفین میں اپنے گروہ والوں کو اکٹھا کرکے
تقریر شروع کی اور کہا کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسکو باپ بھائی یا

بیٹے کے غم میں علی نے رلایا نہیں اے ولید علی نے بدر میں تیرے باپ کو قتل کیا اور اے ابا الاعور احد میں تیرے چچا کو قتل کیا اور اے طلحۃ الطلحات جمل میں تیرے بھائی اور بدر میں میرے بھائی کو قتل کیا لہٰذا ان سے لڑنے کیلئے اجتماعی تیاری سے کام لو تاکہ ہم اپنے عزیزوں کے خون کا بدلہ علی سے لے سکیں جناب امیر سے کس کا بدلہ لیا جا رہا ہے اور کیوں ؟

اس گتھی کو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی سنی سلجھاتے ہیں "واعلم ان کل دم اراقہ رسول اللہ صلعم بسیف علیؑ و بسیف غیرہ فان العرب بعد وفاتہ عصبت تلک الدماء بعلی ابن ابی طالب وحدہ لانہ لم یکن فی رھطہ من یستحق فی شرعھم و سنتھم و عادتھم ان یعصب بہ تلک الدماء بعلی وحدہ وھذہ عادۃ العرب اذا قتل منھا قتلی طالبت بتلک الدماء القاتل فان مات او تعذرت علیھا مطالبۃ طالبۃ بھا امثل الناس من اھلہ۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ جز ۱۳ ص ۱۵۲)

یعنی رسولؐ کے مقابلہ میں جو تہ تیغ ہوئے خود حضرت علیؑ کے ہاتھوں یا دیگر کے ذریعہ۔ عرب والوں نے بعد وفات نبیؐ وہ سب تنہا حضرت علیؑ پر عائد کیں کیونکہ خانوادہ نبوت میں بجز حضرت علیؑ اہل عرب اپنے عادات و رسوم کے مطابق کسی کے انتقام کے طالب ہو ہی نہیں سکتے تھے اس لئے کہ طریقہ اہل عرب میں یہ تھا کہ مقتول کا بدلہ براہ راست قاتل سے لیتے

اور اگر وہ نہ رہا یا اس سے کسی وجہ سے انتقام نہ لے سکے تو اسکے خانوادہ اور قبیلہ کے ایسے شخص سے بدلہ لیتے تھے جو قاتل سے ہر طرح مشابہ تر ہوتا تھا۔"

۶۔ رسولؐ کے منبر پر جناب امیرؑ کو سب و شتم!

وکان معاویۃ وعمالہ یسبون علیا علی المنابر

(برحاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ ص۱۲۳)

معاویہ اور اس کے عمال منبروں پر جناب امیرؑ کو گالیاں دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ شبلی کی تحریر ملاحظہ کیجیے، جس سے سنی مذہب کے کتب احادیث کا بھی معیار معلوم ہو جائے گا۔

"حدیثوں کی تدوین بنوامیہ کے زمانہ میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے ۹۰ برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہ پر تبرا کہلایا اور جمعہ میں بر سرِ منبر علیؑ پر لعن کہلوایا سینکڑوں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کی مدح میں بنوائیں عباسیوں کے زمانہ میں بھی ایک ایک خلیفہ کے نام بنام پیشینگوئیاں حدیثوں میں داخل ہوئیں، لیکن نتیجہ کیا ہوا عین اسی زمانہ میں محدثین نے اعلانیہ منادی کرادی کہ یہ سب جھوٹی روایات ہیں آج حدیثوں کا فن اس خس و خاشاک سے پاک ہے اور بنوامیہ و عباسیہ جو ظل اللہ اور جانشین پیغمبر تھے اسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں انکو ہونا چاہیئے (سیرۃ النبی جلد ۱)

اب شبلی کی تصیحح مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ "خس و خاشاک" اب تک باقی ہیں آج بھی
وہ احادیث کتابوں میں موجود ہیں جو محض بنوامیہ کے سیاسی وسائل
وجود میں آئی تھیں، اور ان کے متعلق کوئی تمیز نہیں کی جاتی"۔

(الہلال ۱۲ ۲/۹۱۳ ۴۱ صفحہ ۱۰ بحوالہ ملک عضوض صفحہ ۹۲)

۷۔ میدان احادیث کے سورما حضرت ابوہریرہ صاحب!

آپ کی ذات دنیائے اسلام میں محتاج تعارف نہیں ہے آپ
حدیثیں اگر اہلسنت والجماعت کے مذہب سے علیحدہ کر دی جائیں
اعتقادات، عبادات اور معاملات ہر ایک بازار میں سناٹا چھا جا
حضورؐ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہو کر زیادہ سے زیادہ چار سال ورنہ تی
سال رہے مگر اس کم عرصہ میں آپ کی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ تک پہنچ
خاص طور سے اسے موقع پر مجھے نوٹ کرانا ہے وہ یہ کہ میدان احادیث
غازی لائق اعتبار نہیں ہے کیا مرزا صاحب اپنی تحقیق میں اس با
اضافہ پسند کریں گے؟

ذکر الجاحظ فی کتابہ المعروف بہ کتاب التوحید ان اباھریرہ لیس بثقہ
فی الروایۃ عن رسول اللہؐ قال ولم یکن علیؑ یوثقہ فی الروایۃ بل یتہمہ
یقدح فیہ وکذلک عمر و عائشۃ۔ (ابن ابی الحدید جلد ۲ جز ۲۰ ص ۴۶۲)

جاحظ نے اپنی کتاب کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ ابوہریرہ عن رسول
کہہ کر جو روایات بیان کریں اس میں وہ معتبر اور قابل اعتماد نہیں

اور یہ بھی ہے کہ ابو ہریرہ کو حضرت علیؑ متہم اور مقدوح سمجھتے تھے اسی طرح عمر و عائشہ بھی، ابو ہریرہ کو ناقابل اعتبار جانتے تھے۔"

مرزا صاحب نے جس مذہب کو حق سمجھ کر قبول کیا ہے اور جس کی محبت میں وہ از خود رفتہ ہو رہے ہیں اس مذہب کے چند چیدہ خصوصیات (الھیات فقہیات، نبوت، خلافت وغیرہ کے) پیش کئے جا چکے ہیں ان مسائل کو ہم نے بغیر کسی حرج و تنقید اور اعتراض و تبصرہ کے ناظرین کرام کے ذہنوں پر اعتبار کر کے محض نقل پر اکتفا کی۔ اگر ہم چاہتے تو اسی طرح کے ناگفتہ بہ مسائل کو جمع کر کے مستقل ایک کتاب تیار کر دیتے جس دین و مذہب میں ایسے انسانیت سوز اور اخلاق کش مسائل اور کردار ہوں اگر وہ حق ہے اسکو اسلام اور اسکے ماننے والوں کو سچا مسلمان کہیں تو للہ مجھے کوئی بتا دے کہ پھر باطل کیا ہے کفر کسے کہتے ہیں اور مجوس و یہود اور ان مسلمانوں میں کیا فرق ہے؟

میں محسوس کرتا ہوں کہ حق و باطل کی شناخت میں تب تک دشواری رہے گی جب تک ان مسائل کے مقابلہ میں فرقہ حقہ شیعہ کے مسائل بھی نہ پیش کئے جائیں لہٰذا ہم مرزا صاحب کو موقع دیتے ہیں کہ اگر ہمارے مذہب میں بھی آپکو ایسے ہی شرم و غیرت سے عاری مسائل و کردار موجود ہوں تو آپ پیش کیجئے۔ معزز ناظرین یقین کریں کہ اگر مرزا صاحب کو ایسے مسائل مل گئے ہوتے تو وہ یقیناً کسی قیمت پر نچلے نہ بیٹھتے "انکشاف حقیقت" میں جن مسائل کو پیش کر کے اپنے زعم ناقص میں مرزا صاحب نے ہم لوگوں کو مجرم

بنایا ہے اب عنقریب ان کے جواب کا موقع آتا ہے مگر تقریر و تحریر میں وہ جس "تہذیب" کا مظاہرہ فرماتے ہیں ان کے مذہب کی ساخت نظر آتی ہے

"انکشاف حقیقت" کے سرورق پر لکھتے ہیں کہ۔

["ذریت ابن سبا کے بیہودہ جرموں کا انکشاف"]

کہیے تو ہم لکھیں ذریت شیطان، مقلدین نمرود فرعون و ہامان، اولاد شمر و یزید و ابن ابی سفیان کے الزامات کا جواب وغیرہ۔ مگر ہم ایسا نہیں کہیں گے لیکن مرزا صاحب گالیاں ایسی تو دیجئے کہ جس سے آپ یا آپکے والد مرحوم والدہ مرحومہ اور دوسرے اعزہ محفوظ رہ سکیں؟

عقلاء کو ایسی باتوں سے پرہیز لازم ہے "جون پور میں عید غدیر میں کیا ہوتا ہے"؟ آپ اگر اس کا صحیح جواب دیا ہوتا حق سے منحرف اور روگرداں نہ ہوتے حق پر باطل کو غالب کرنے کی کوشش نہ کرتے تو اس کے جواب میں "جب آپ خود مدتوں شیعہ رہ چکے ہیں تو خود آپنے ایسا کتنی بار کیا؟ اور آپکے حصہ میں کون کون آیا" اور پھر آپ یہ کیسے یقین کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ آپکے والد کون ہیں؟" یہ سنکر کبھی آپکو خفت نہ اٹھانی پڑتی۔ کیا آپ سے پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ کس قومی تہذیب کا مظاہرہ فرماتے ہیں؟

["میں نے عرصہ ہوا کہ اپنا آبائی مذہب ترک کر دیا"]

چشم ما روشن دل ما شاد۔ آزادی کی فضا میں ہر ایک کو حق ہے کہ وہ جس مسلک کو چاہے اختیار کرے آپکی تبدیلی سے ہم شیعوں کو ذرا بھی صدمہ۔

نہیں ہے اور صدمہ تو تب ہوتا جب آپکے شیعہ رہنے سے ہم خوش ہوتے اور خوش تو تب ہوتے جب کبھی آپکی شیعیت متحقق رہی ہوتی۔ فرزند نوح کے کافر ہو جانے سے جناب نوح کی صحت پر کیا اثر پڑا۔ زیاد بن ابیہ کے یکایک منقلب ہو جانے اور اپنی اصل کیطرف چلے جانے سے شیعیت کی حقانیت پامال نہیں ہو سکتی اور یہ سب تو تب ہوتا جب شیطان کے کافر شیطان ہو جانے سے اللہ کی الوہیت میں کوئی خرابی پیدا ہوئی ہوتی۔ مرزا صاحب "قبول حق" اور "ارتداد" دو لفظیں ہیں۔ اور دونوں ہی اپنے اپنے مصداق کی تلاش میں رہتی ہیں قبول حق کی واضح مثال جناب محمد بن ابی بکر ہیں اور ارتداد کی مثال ..... آپ سے بہتر کون بتائے گا؟

["مولانا محمد عبد الشکور صاحب..... ان کے (شیعوں کے) مستند علماء اور مجتہدین کے اعتراضات کے مدلل جوابات اس قدر بہترین لکھے کہ دنیائے شیعیت کانپ اٹھی"]

مگر اس وقت آپنے مذہب کیوں نہ تبدیل کیا جب آپ محسوس کر رہے تھے کہ دنیائے شیعیت کانپ رہی ہے اسی وقت اس کانپتے ہوئے مذہبی خیمہ سے نکل کر اس "قدر احمر" میں پناہ گزین ہو گئے ہوتے جس میں آج ہیں مولوی عبد الشکور کی روح کس قدر آپ سے ناخوش و نالاں ہو گی اسوقت تبدیلی مذہب انکی فتح کی دلیل بن جاتی جس کی حسرت مولوی صاحب کے دل ہی میں رہ گئی مرزا صاحب اگر الشمس، اصلاح اور سہیل یمن کی پرانی جلدیں کہیں سے دستیاب ہو جائیں تو وقت نکال کے کسی سے پڑھوا لیجئے۔ دید و دل۔

روشن ہو جائیں گے ویسے آپکے مولانا کے "مدلل" جوابات کی جھلک امروہہ سے لکھنؤ تک تمام لکھا ہوں نے "فتح مبین" کی شکل میں دیکھی تھی جن لوگوں نے وہ منظر نہیں دیکھا تھا وہ علامہ فضل علی صاحب مرحوم واعظ مدرسۃ الواعظین اور مولوی عبداشکور صاحب کے مناظروں میں برابر دیکھتے رہے ہیں اور اگر آپ تیار ہوں تو پھر بہار آجائے۔

علمائے شیعہ کے خارا شگاف قلمی نیزوں نے میدان مناظرہ میں جہاد بالقلم کا وہ پر ہیبت منظر پیش کیا کہ دنیائے خارجیت میں اب تک زلزلے ہیں سیرۃ النبی کے جواب اسوۃ الرسول کا کوئی جواب آپنے دیا الفاروق کے جواب الفرق میں آپکی طرف سے کوئی کتاب شائع ہوئی تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات سلسلہ میں شائع ہونیوالی معرکتہ الآراء کتب شیعہ کا جواب لکھنے کا کبھی تصور پیدا ہوا منتہی الکلام کے جواب استقصاء الافحام کا کوئی جواب آپ سے بن پڑا اسی طرح شیعوں کی سیکڑوں کتابیں ایسی ہیں جو آج بھی میدان مناظرہ میں فصاحت و بلاغت اور اپنی یکتائی و بے نیازی کا کوس لمن الملک بجا رہی ہیں ھل من مبارز کی صدائیں لگا رہی ہیں ابھی کل کی بات ہے "بھائی بھائی" کا جواب "ہابیل قابیل" شائع ہوئی مگر اب تک لاجواب ہے اور شاید قیامت تک رہے اس لیے کہ جواب تو وہ دیتا ہے جس کے ہوش و حواس قابو میں ہوں سچ کہیئے دنیائے شیعیت کانپ اٹھی یا خارجیت اب بھی زیر کفن کانپ رہی ہے؟

[پہلے اس رسالہ میں مولوی زین العابدین کے عقائد کا پردہ چاک کیا جاتا ہے

پہلے اور بعد کا کوئی سوال ہی نہیں آپ کے کتابچہ "انکشاف حقیقت" کو سفینۂ نجات سے کوئی ربط ہی نہیں ہے سفینۂ نجات کی سرخیاں یہ ہیں موجیں اور ساحل اپنی باتیں مقاصد کا خون، ستاروں کی باتیں، صلوٰۃ وسلام، نیکوکار کون ہے؟ نص خلافت، طلسمی کہانی، سیادت فاطمہ کی ہے جاہل کی اتباع کس نے کی، نجس معلم الکتاب نہیں ہوسکتا، خواب اور اسلام، بھول اور کانٹے، حجر اور وصل، راکب دوش نبی، منچلا سانپ، فطرت شناس نبی، بخشش یا بیزاری، کیا عبادات بیکار ہیں، جھوٹ جھوٹ، شیعہ، سفید جھوٹ کیا اہلبیتؑ کا راستہ سیدھا نہیں، ابوسفیان کی ایک چال، حضرت علیؑ نے کبھی بیعت نہیں کی، علیؑ کا پیرو کون ہے؟ نام ایک دھوکہ ایک فریب خیال خام، امیر شام کی ایک جھلک، طریقۂ علوی، صلح اور بیعت مرادف نہیں، مدفن، امی جان، غلط بیانی، منافق اور جہاد، منافق خلافت اور نماز، قرآن کب جمع ہوا، استدلال، مشورہ، ستم بالائے ستم،

فرمائیے آپ نے ان میں سے کس کا جواب دیا اور آپ تو آپ مولوی عبدالسلام صاحب نعمانی اور مولوی عبدالسلام صاحب فاروقی بھی تو جواب نہیں دے پائے۔

مجھے تعجب ہے اپنے ان سنی بھائیوں سے جو اپنی بغلوں میں "انکشاف حقیقت" کو دبائے ہوئے چلتے نظر آتے ہیں وہ بیچارے سمجھتے ہیں کہ ہماری بغلوں میں کوئی واقعی حقیقت ہے جو دبی ہے انہیں کیا معلوم یہ ایک کاغذ کی کشتی ہے جو سفینۂ نجات کے جواب کے نام سے شائع کی گئی ہے۔

[" میاں صاحبزادے کشتی کے بیٹھنے والے ہمیشہ پار اترتے ہیں یا غرق ہوتے ہیں ہلاک نہیں ہوتے"]

یہ ہیں وہ مرزا صاحب جنہوں نے اپنی علمی خدمات ادارہ دار المبلغین کے سپرد کر دیں۔" جو غرق ہو جائیگا وہ ہلاک ہوا کہ نہیں؟ بڑے میاں کسی بچے ہی سے پوچھ لیجئے اگر اعتراض ہی کرنا ہے تو حضور صاحب لولاک پر کیجئے جنہوں نے یہ حدیث بیان فرمائی مولوی زین العابدین صاحب کو ابو ہریرہ کہاں ملتے جن سے حدیث بنواتے۔

[" اگر تم لوگوں نے بھولے سے بھی فریاد کی کہ مولا بچائیے آپ تو سفینۂ نجات ہیں تو یہ جواب ملے گا کہ تم ہمارے اہل سے نہیں ہو"]

مرزا صاحب آپ کا دل یہ آواز ابھی سے سن رہا ہے کوشش کیجئے ضمیر کی آواز سننے میں نہ آئے اپنا حال ابھی چھوڑ دیجئے پہلے اپنے بزرگوں کا حشر سنیئے صحابۂ کرام "حوض کوثر سے ہٹائے جائیں گے!

امام بخاری صاحب اپنی بے مثال سندوں کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ملک اصحاب رسولؐ کو حوض کوثر سے ہنکائیں گے حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں کہوں گا کہ میرے اللہ یہ تو میرے امتی ہیں جواب ملے گا۔ لاتدری مشوا علی القھقری (کیا) تمہیں نہیں معلوم کہ کفر کی طرف انکی رجعت قہقری ہو گئی تھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور فرمائیں گے۔

ای رب اصحابی اے میرے پالنے والے (ارے یہ تو) میرے اصحاب ہیں" آواز آئے گی لاتدری، احدثوا بعدک (کیا تم نہیں جانتے۔ کہ

تمہارے بعد ان "نیک ذاتوں" نے دین میں کتنی بھیانک بدعتوں کو رواج دیا

(بخاری جزو تاسع طا اولی مطبع خیریہ ۱۳۲۰ھ ص ۴۶ کتاب الفتن وصفحہ ۸۰ طا میمنیہ مصر جلد ۳ ۱۳۲۰ھ)

["صحابائے کرام" کی بے غرض خدمات کا صلہ دیکھ لیجئے"]

اب مرزا صاحب اپنی یہ عبارت پڑھیئے۔

["چونکہ نوح علیہ السلام کا بیٹا گمراہ تھا لہٰذا وہ اللہ کے غضب اور قہر سے بچا نہیں"]

مرزا صاحب اپنے "صحابائے کرام" اور "ام المومنین کو سنا دیجئے۔

["قرآن پاک کو ناقص و محرف مانتے رہے ..... تم نے زنا کو متعہ کے نام سے حلال کیا۔ جھوٹ بولنے کو تقیہ کہا"]

تحریف قرآن کی بحث ابھی آگے آئے گی تو اس کا جواب آپکو وہیں ملے گا مگر ورق الٹ کر دیکھ لیجئے کہ آپکے خلیفہ سوئم حضرت عثمان نے قرآن مجید کو جلا کر خاکستر کر دیا دنیا کے کسی مسلمان نے قرآن عظیم کی اتنی بے عزتی نہ کی ہوگی جتنی حضرت عثمان نے کی۔ اگر زنا ہی کا نام متعہ ہے تو حضرت عمر کا یہ فرمان کہ ایھا الناس ثلث کن علی عھد رسول اللہ انا انھی عنھن واحرمھن واعاقب علیھن وھی متعۃ النساء ومتعۃ الحج وحی علی خیر العمل۔ (شرح تجرید وتوشجی صفحہ ۴۰۸ مقصد خامس فی الامامۃ وبخاری جلد ۳ صفحہ ۶۶)

لوگو! تین چیزیں جو عہد رسول میں تھیں میں تم کو ان سے باز رکھتا ہوں انھیں حرام کرتا ہوں۔ اور جو کوئی اس پر عمل کرے گا میں اسکو سزا دوں گا۔

۱۔ متعہ النساء (۲) متعہ الحج (۳) حی علیٰ خیر العمل۔

یہ تو ثابت کرتا ہے کہ حضور کے زمانہ میں متعہ تھا تو کیا حضور نے زنا ہی کو بقول آپکے متعہ کے نام سے حلال کر لیا تھا ہم شیعوں کی دشمنی میں آپکے نزدیک آنحضورؐ کی بھی کوئی وقعت نہیں رہ گئی ہے؟ پہلے فرزند متعہ جناب ابو بکر کے نواسے عبداللہؓ ابن زبیر اور ان کی والدہ کیلئے کیا ارشاد ہے؟۔

اگر جھوٹ بولنے ہی کو تقیہ کہتے ہیں تو کیا اسی جھوٹ ہی کی تعلیم حضرتؐ نے جناب عمار یاسر کو دی تھی۔ (تفسیر بیضاوی جلد ا ص ۴۵۳) سنبھلیے مرزا صاحب۔ شیعوں کی دشمنی آپکو کہاں لے جارہی ہے آپ بتائیں کہ حضرت ابراہیم پر جو تین جھوٹوں کا الزام مذہب اہل سنت والجماعت نے عائد کیا ہے اس کی حد شرعی کیا ہونا چاہیے؟ قرآن مجید تو حضرت ابراہیمؑ کو سچا کہے اور آپ جھوٹا۔ ہم قرآن کے سچے کو تسلیم کریں یا آپکے تینوں جھوٹوں کو؟"

اپنی فرد جرم ہاتھ میں لیجیے اور فیصلے سنیئے۔

["سوال منجانب سفینۂ نجات (یعنی از طرف آل رسول صلعم]

نمبر۱۔ پہلا جرم۔ کیوں کیا تمہارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خدا کو بدا ہوتا ہے یعنی (معاذ اللہ) جاہل ہے۔

جواب:۔ جی ہاں خدا کو بدا ہوتا ہے۔ اگر ہم بدا کے مسئلے کو نہ مانیں تو پھر ہمارے ائمہ

اثنا عشر کی امامت ثابت نہیں ہوسکتی اور نہ ہم لوگوں کا سلسلہ بارہ اماموں تک پہنچ سکتا ہے پھر تو ہمکو بھی سر آغا خان صاحب کو حاضر امام ماننا پڑے گا۔ اور سر من رائے کے غار میں غائب ہونیوالے امام غائب سے ہمارا رشتہ منقطع ہوجائیگا اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے بڑے صاحبزادے جناب اسمٰعیل اور ان کے بعد ان کے بیٹے کو مفترض الطاعتہ ماننا پڑے گا۔"

ناظرین! مرزا صاحب کا انداز تحریر یہ ہے کہ سفینۂ نجات آل محمد علیہم السلام کو قرار دیکر خود ان کی طرف سے سوال کرتے ہیں اور خود ہی شیعوں کی طرف سے جواب دیتے ہیں یہ طرز تحریر موصوف نے اس لئے اختیار کیا ہے تاکہ لغو اور بے سروپا باتیں شیعوں کی طرف منسوب کرنے میں بے رکاوٹ اپنے قلم کو چلا سکیں چنانچہ مذکورہ بالا عبارت میں الزامات بغیر ثبوت شیعوں پر لگائے ہیں ہم موصوف سے ان الزامات کے ثبوت کا مطالبہ کرتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ مرزا صاحب نے اس عبارت پر دو باتیں تسلیم کرلی ہیں (۱) سفینۂ نجات۔ آل رسولؐ۔ اب کوئی پوچھے یہ آپنے صحابائے کرامؓ کا مذہب اختیار کرکے سفینۂ نجات کو چھوڑا! خود بھی ڈوبے اور اپنے "صحابائے" کو بھی لے ڈوبے۔ آپکو ڈوبنے کے بعد شاید دوزخ کے انتظار میں ہلاکت کا انتظار ہوگا۔" (۲) سفینۂ نجات یعنی آل رسول سے مراد اہلبیتؑ میں ازواج رسولؐ کے داخلہ کا جھگڑا ختم ہوا۔

شیعہ ذات خدا سے ایک سیکنڈ کیلئے بھی علم کو الگ کرنے پر تیار

نہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ صفات ثبوتیہ عین ذات ہیں اور جب ہم صفات کو عین ذات تسلیم کرتے ہیں تو علم بھی اس کی صفت ہے جو عین ذات ہے پھر جاہل ٹھہرانے کا تصور کفر ہے۔ مذہب امامیہ کا اعلان ہے کہ خدا مجردات مادیات، کلیات، جزئیات اور صالح و مفاسد اشیاء غرضکہ ہر چیز کا ہر حال میں عالم ہے۔

ہاں آپکے مذہب میں صفات ثبوتیہ کو عین ذات نہیں تسلیم کرتے بلکہ زائد بر ذات مانتے ہیں۔

چنانچہ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ

اسی مسئلہ کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ خدا کی صفات کو اگر قدیم مانیں تو تعداد قدماء لازم آتا ہے۔ اور حدیث کہیں تو خدا کا محل حوادث ہونا خدا کے حدوث کا مستلزم ہے پہلی شکل سے بچنے کیلئے معتزلہ نے یہ رائے قائم کی ہے کہ خدا کے علیحدہ صفات نہیں ہیں بلکہ اس کی ذات ہی سے وہ تمام نتائج حاصل ہوتے ہیں جو ہمکو صفات سے ہوتے ہیں، محدثین سمجھے کہ خدا کی صفات کا انکار ہے اس بناء پر انھوں نے خدا کی جداگانہ صفات قرار دیے" (علم الکلام حصہ اول ص۲۱ طبع علیگڑھ)

ملاحظہ فرمائیے کہ آپکے مذہب نے تعدد قدماء کی پروانہ کرتے ہوئے صفات کو زائد بر ذات تسلیم کر لیا۔

یعنی آپکے محدثین کے عقیدے میں خدا اور ہے اور علم اور، فیصلہ کیجئے ذات خدا علم سے الگ کون مان رہا ہے؟۔

بہرحال ہم شیعہ خدا کو عالم اور اس کے علم کو عین ذات سمجھتے ہیں اور ذات پروردگار عالم کیلئے کسی معمولی سے معمولی نسبت جہالت کو (معاذ اللہ) کفر سمجھتے ہیں اور ماننے والے کو کافر و دوزخی۔ رہا مسئلہ بدا، تو اب یہ آپکو کیا سمجھیں گے جبکہ کبھی آپ شیعہ تھے ہی نہیں شیعہ ہونا اور رہے شیعہ دسترخوان پر بیٹھنا اور رہے۔

جناب ابراہیم کو بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور خلیل خدا راہ محبوب میں بیٹے کو ذبح کرتے ہیں مگر گلا جناب اسمٰعیل کے بجائے دنبہ کا کٹتا ہے ــــ جناب موسیٰؑ سے تیس دن میں توریت دینے کا وعدہ کرنے والا خدا مزید دس دن کا اضافہ کرکے چالیسویں دن توریت دیتا ہے وادیٔ تہیہ میں بنی اسرائیل کو جناب موسیٰؑ کی قیادت میں داخل ہونے کا خداوند عالم حکم دیتا ہے پھر بنی اسرائیل کی سرکشیوں کے باعث وادیٔ تہیہ میں بنی اسرائیل کے داخلہ کو ممنوع قرار دیتا ہے ــــ جناب یونسؑ بحکم پروردگار عالم عذاب آنے کا اعلان معہ تعیین تاریخ و وقت فرماتے ہیں اور عذاب معینہ وقت پر سچ مچ آتا ہے مگر قوم کی توبہ اور آہ و زاری کے باعث آیا ہوا عذاب واپس ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا واقعات میں ایسے مجتہد اربھی طے کریں گے کہ معاذ اللہ خدا واقعات کے مستقبل سے بے خبر تھا اور جسطرح ہم غلطی محسوس کرکے رائے اور طریقۂ کار بدل لیتے ہیں خدا کو بھی جناب اسمٰعیلؑ کو ذبح ہوتے دیکھکر اپنی

غلطی کا احساس ہوا اور دنبہ بھیجدیا اور جناب موسیٰؑ سے وعدہ کر چکنے کے بعد اندازہ کی غلطی کا احساس کر کے مدت میں دس دن کا اضافہ کیا۔ وادیٔ تیہ کے داخلہ کے بارے میں خدا نے اپنے حکم سے نظر ثانی کی — جناب یونسؑ کو عذاب کی خبر دیکر فیصلہ واپس لینا پڑا — لیکن ہم اور خدا پر ایمان رکھنے والا ہر مسلمان جانتا ہے کہ خدا کو نہ پچھتانا پڑتا ہے نہ فیصلہ پر نظر ثانی کرنی ہوتی ہے نہ حکم یا اندازہ کی غلطی رائے بدلنے پر مجبور کرتی ہے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جناب اسمٰعیلؑ کے بجائے دنبہ ذبح ہوگا توریت تیس دن کے بجائے چالیس دن میں دی جائے گی، وادیٔ تیہ میں بنی اسرائیل نہ جائیں گے، قوم جناب یونسؑ پر عذاب آکر واپس ہو جائے گا۔ البتہ اس نے مصالح (جن کو ابھی بیان کیا جائیگا) جناب ابراہیمؑ جناب موسیٰؑ، بنی اسرائیل، جناب یونسؑ، کو ہونیوالے واقعات کی پوری اطلاع نہیں دی تھی بلکہ جو کچھ ہونیوالا تھا اس کا اگلا حصہ بتایا اور بعد کا حصہ ان حضرات کے سامنے عین وقت پر آیا یعنی علم خدا میں تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ علم مخلوق میں تبدیلی ہوئی اسی علم مخلوق کی تبدیلی کا نام بدا ہے کاش آپ سمجھتے۔

ظاہر ہے اگر جناب ابراہیمؑ کو قبل واقعہ دنبہ آنے کی خبر بھی دیدیجاتی تو قربانی اور امتحان کا مقصد فوت ہو جاتا۔ اگر جناب موسیٰؑ سے چالیس دن کا وعدہ کیا جاتا تو زمانہ مدت بہ مرضی الٰہی پر جس صبر و تسلیم و رضا کا مظاہرہ

جناب موسیٰ نے کیا۔ اس کا موقع نہ آتا بنی اسرائیل نے جو سزا پائی اس سے حاصل ہونے والی عبرت حاصل نہ ہوتی اگر پوری تفصیل شروع ہی میں بیان کر دی ہوتی قوم یونس کے واقعہ سے جو سلسلہ گناہگار کو توبہ کرنے کیلئے حاصل ہوتا ہے وہ نہ حاصل ہوتا اگر عذاب آنے کے ساتھ واپسی کی بھی خبر دیدی گئی ہوتی۔

یہی مصالح عقیدہ بداء کی ضرورت سمجھاتے ہیں۔ پھر سمجھ لیجئے علم خدا کا منکر کافر دوزخی ہے بداء علم مخلوق میں تبدیلی کا نام ہے جس کے مصالح ایمان کی ترقی اور بندوں کا امتحان وغیرہ ہیں چنانچہ حضور ختمی مرتبت نے بھی آپکے "صحابائے کرام" کا امتحان لینے اور ان کی حقیقت ظاہر کرنے کیلئے اسی عقیدہ بداء کے مقصد کے مطابق بعض کام انجام دیئے ہیں مثلاً ابوبکر صاحب کا تبلیغ سورہ برات کیلئے بھیجا جانا اور واپس بلایا جانا یا بغیر تعین وقت صرف فتح کی خبر سنا کر مکہ کی طرف کوچ کرنا اور حدیبیہ پر صلح کر کے واپس آنا وغیرہ ایسے واقعات ہیں جن کے نتیجہ میں حضرت ابوبکر کی حیثیت اور حضرت عمر کا شک واضح ہو گیا۔ کہیں مذکورہ بالا واقعات کے نتائج سے متاثر ہو کر عقیدہ بداء سے آپ اور آپکے ہم مذہبوں کو انکار تو نہیں کرنا پڑا؟

مرزا صاحب! آپ لوگ شیعوں کے عقائد سے تو کیا واقف ہوتے جبکہ کبھی شیعہ تھے ہی نہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابھی تک سنی عقائد سے بھی واقف نہیں ہیں اللہ کیلئے بداء کا ذکر صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۹ اکتاب البداء الخلق باب ماذکر عن بنی اسرائیل طبع میمنیہ مصر سنہ ۱۳۲۰ھ حدیث البرص واقرع واعمیٰ فی بنی اسرائیل میں

ملاحظہ فرمائیے۔ ان اباھریرہ رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم یقول ان ثلاثۃ فی بنی اسرائیل ابرص واعمٰی واقرع بداء اللہ عز وجل ان یبتلیھم۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ بنی اسرائیل میں مبروص گنجا اور اندھا تین آدمی تھے جن کے امتحان لینے کیلئے اللہ کو بداء ہوا"۔

علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری کتاب" ارشاد الساری" جلد ۶ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۵ھ پر مذکورہ بالا حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

معناہ سبق فی علم اللہ فاراد اظہارہ لا انہ ظھر لہ بعد ان کان خافیا اذان ذالک محال فی حق اللہ تعالیٰ "بداء کے معنٰی یہ ہیں کہ اللہ جانتا تھا اور اب جو جانتا تھا اسکو ظاہر کر رہا ہے نہ کہ کوئی بات اللہ سے پوشیدہ تھی اور اب اس کیلئے واضح ہوتی کیوں کہ ایسا ہونا خدا کے بارے میں محال ہے"۔

امید ہے کہ اب بداء کے معنٰی سمجھنے میں دقّت نہ ہوگی اور آئندہ اعتراض کی بھی ہمّت نہ کی جائے گی۔

ازالہ کی غلط فہمی! مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ لفظ بداء کے دو معنی دماغوں میں آتے ہیں ایک علم خدا میں تبدیلی اور دوسرے علم مخلوق میں تبدیلی۔ پہلے معنی کے اعتبار سے بداء کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہو سکتا اور دوسرے معنی کے اعتبار سے بداء کو شیعہ بھی مانتے ہیں اور علامہ بخاری اور قسطلانی بھی ــــ مرزا صاحب بداء کے پہلے معنی کو شیعوں کے سر تھوپنا چاہتے ہیں

جس سے تمام شیعہ برأت کرتے ہیں ثبوت کیلئے شیعی علم کلام کی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں ہم جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی کتاب اعتقاد مع اردو ترجمہ (آپ کی آسانی کیلئے) مطبوعہ اثنا عشری دہلی کے صفحہ ۲۶ کا حوالہ نقل کرتے ہیں

وقال الصادق علیہ السلام من زعم ان اللہ عزوجل بداء لہ فی شیٔ بداء اننا امتہ فھو عندنا کافر باللہ العظیم واما قول الصادق علیہ السلام ما بداء لہ فی اسمٰعیل ابنی فانہ یقول ما ظھر من اللہ امر فی شیٔ کما ظھر منہ فی ابنی اسمٰعیل اذ احترمہ قبلی لیعلم انہ لیس بامام بعدی

حضرت (امام جعفر صادقؑ) نے فرمایا کہ جس کا گمان یہ ہو کہ اللہ نے آج وہ چیز پیدا کی جسے کل کے دن وہ نہیں جانتا تھا. میں ایسے شخص سے بیزار ہوں اور جس کا گمان یہ ہو کہ اللہ کو کسی چیز کے ایجاد سے ندامت ہوئی وہ ہمارے نزدیک خدائے عظیم کا منکر ہے لیکن امام جعفر صادقؑ کا یہ فرمانا کہ خدا کو ایسا بداء نہیں ہوا جیسا کہ میرے فرزند اسمٰعیل کے بارے میں ہوا یعنی وہ جناب فرماتے ہیں کسی کام کے متعلق خدا کی ایسی مصلحت ظاہر نہیں ہوئی کہ جیسی میرے فرزند اسمٰعیل کے بارے میں ظاہر ہوئی کہ اسکو مجھ سے پہلے موت دیدی تاکہ (لوگوں کو) معلوم ہو جائے کہ وہ میرے بعد امام نہیں۔

ہر منصف مزاج بآسانی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ہم بداء کے کس مفہوم کو جائز اور کن مفہوموں کو ناجائز مانتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب مجبور ہیں کہ ناواقف

لوگوں کو بہکانے کیلئے ہمارے سر وہ الزامات تھوپیں جن کا ہم سے دور کا تعلق بھی نہیں چنانچہ انکشاف حقیقت میں صفحہ ۴ الغایت صفحہ ۲۰ میں چند روایتیں لکھکر یہی کوشش کی ہے اب ان کی عبارت اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں.

[" بتاؤ وہ کون علماء و مجتہدین ہیں اور ان کی مستند کتابیں کون سی ہیں"؟

مع عبارت کے ان کے حوالے پیش ہوں جواب ہمارے ملا باقر مجلسیؒ نے اپنی بحار الانوار میں لکھا ہے کہ اسمٰعیل امام نہ ہوں گے بلکہ موسیٰ کاظم امام ہوں گے اور اسی روایت کو محقق طوسی نے اپنی کتاب نقد المحصل میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

عن جعفر الصادق انہ جعل اسمٰعیل القائم مقامہ بعد فظہر من اسمٰعیل مالم یرتضیہ منہ فجعل القائم مقام موسیٰ فسئل عن ذالک فقال بدا اللہ فی اسمٰعیل (ترجمہ):۔ امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے کہ انھوں نے اسمٰعیل کو اپنا قائم مقام اپنے بعد کیلئے مقرر کئے مگر اسمٰعیل سے کوئی بات ایسی ظاہر ہوئی کہ جسکو انھوں نے پسند نہ فرمایا ہو لہٰذا انھوں نے موسیٰ کاظمؑ کو اپنا قائم مقام بنایا اسکی بابت پوچھا گیا تو بتایا کہ اسمٰعیل کے بارے میں اللہ کو بدا ہو گیا۔

[" ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں جسکو شیخ صدوق نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے۔
ما بداء اللہ فی شئی کما بداء اللہ فی اسمٰعیل ابنی یعنی اللہ کو ایسا بدا کبھی نہیں ہوا جیسا کہ بدا میرے بیٹے اسمٰعیل کے بارے میں ہوا"]

[" بدا کا دوسرا واقعہ یہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے خبر دی کہ میرے بعد میرے بیٹے محمد امام ہوں گے مگر خدا کو یہ معلوم نہ تھا کہ محمد اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے سامنے مر

مرجائیں گے جب یہ واقعہ پیش آیا تو خدا کو اپنی رائے بدلنی پڑی اور خلاف قاعدہ مقررہ کے بڑے بیٹے کو امامت ملتی ہے حضرت امام حسن عسکری کو گیارہواں امام بننا پڑا دیکھو اصول کافی صفحہ ۲۰۴

(عربی عبارت طول کے خوف سے ترک کی جاتی ہے")

ترجمہ:۔ ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ابوالحسن یعنی امام محمد تقی علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا جبکہ ان کے بیٹے ابو جعفر یعنی محمد کی وفات ہوئی۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور یہ کہنا چاہتا تھا کہ محمد اور حسن عسکری کا اسوقت وہی حال ہوا جو موسیٰ کاظم اور اسمٰعیل فرزندان امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کا ہوا۔ ان دونوں کے واقعہ کے مثل ہے کیونکہ ابو محمد (یعنی حسن عسکری) کی امامت بعد ابو جعفر (یعنی محمد) کے مرنے کے بعد ہوئی تو امام محمد تقی علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں فرمایا اے ابو ہاشم اللہ کو ابو جعفر کے مرنے کے بعد ابو محمد کے بارے میں بداء ہوا جو بات معلوم نہ تھی وہ معلوم ہوگئی۔ جیسا کہ اللہ کو اسمٰعیل کے بعد موسیٰ کاظم کے بارے میں بداء ہوا تھا جس نے اصل حقیقت ظاہر کر دی اور یہ بات ویسی ہی ہے جیسی تم نے خیال کی اگرچہ بدکار لوگ اس کو ناپسند کریں اور ابو محمد (یعنی حسن عسکری) میرے بعد میرا خلیفہ ہے اور اس کے پاس تمام ضرورت کی چیزوں کا علم ہے۔ اور اس کے پاس آلہ امامت بھی ہے۔

اصول کافی صفحہ ۸۴ پر ایک مستقل باب بداء کا ہے اس باب کی دو حدیثیں اور پیش ہوتی ہیں۔ قال زرارۃ بن اعین عن احدھما قال ما عبد اللہ بشئ مثل البداء! ترجمہ:۔ زرارہ بن اعین سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ اللہ کی بندگی بداء کے برابر کسی چیز میں نہیں۔

عن مالک الجهنی قال سمعت ابا عبد الله یقول لو علم الناس مافی القول بالبداء من الاجر ما افتروا عن الکلام منه

ترجمہ:۔ مالک جہنی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اگر لوگ جان لیں کہ بداء کے قائل ہونے میں کس قدر ثواب ہے تو اس کے قائل ہونے سے باز نہ رہیں"]

ہم نے مرزا صاحب کی طویل عبارت من وعن نقل کر دی ہے تاکہ کسی کو اشتباہ نہ ہو اصل جواب سے پہلے حسب ذیل گذارشیں ہدیہ ناظرین ہیں

۱۔ مرزا صاحب جو عبارتیں نقل کرتے ہیں اکثر صفحہ مطبع وغیرہ کا حوالہ نہیں دیتے جبکہ دیانت کا تقاضا تھا کہ جو عبارت لکھی جائے معہ صفحہ و مطبع وغیرہ کے حوالے کیساتھ لکھی جائے جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ مرزا صاحب عربی کتابیں پڑھنے سے معذور ہیں النجم کی کوئی پرانی جلد ان کا ماخوذ ہے۔

۲۔ عربی عبارتیں صحیح نہیں کر پاتے اصول کافی کی روایت میں ہے۔ وان قصتہ جبکہ اصل عبارت ہے وان قصتھما ہے اور مالک جہنی کی روایت میں فیہ کی جگہ منہ لکھ مارا ہے اور یہی روش پوری کتاب میں ہے جس سے مولف کی بے سوادی کے شبہات میں اضافہ ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا تحریر میں جہاں شیعوں پر جہالت خدا (معاذ اللہ) کا الزام لگانا چاہا ہے وہاں یہ بھی کوشش کی ہے کہ یہ بھی ثابت کر دیں کہ بارہ اماموں کا سلسلہ مسلسل نہ تھا بلکہ ہر امام اپنے بعد

کس کو امام بنائے اس مسئلہ میں رائے بدلتا رہتا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے
کہ بارہ اماموں کو خدا نے منتخب کیا اور صرف خدا ہی منتخب کرسکتا ہے امت
اور کنار نبی یا امام کو بھی یہ حق نہ تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اپنی ہی زندگی میں بتا دیا تھا کہ میرے بارہ خلیفہ ہوں گے۔ اور ان بارہ
کے نام مع ولدیت والقاب بیان فرما دیئے تھے کاش مرزا صاحب صحیح
مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ کتاب الامارۃ و ینابیع المودۃ مطبوعہ بمبئی ۱۳۱۱ھ کا
باب ۷۷ صفحہ ۲۷۳ اور باب ۷۶ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰ و مودۃ القربیٰ صفحہ ۵۳،
مودۃ الرابع عشر ملاحظہ فرما لیتے جو سب علماء اہلسنت کی کتابیں ہیں تو ان
میں مل جاتا کہ آنحضرت نے فرمایا میرے بارہ خلیفہ ہوں گے اور ینابیع المودۃ
اور مودۃ القربیٰ میں ترتیب کے ساتھ بارہ اماموں کے نام مع ولدیت وکنیت
جو آنحضرت نے بتائے ہیں مل جاتے سمجھنے کی بات ہے کہ علماء اہلسنت جو
بارہ اماموں کی خلافت کے قائل نہیں ہیں ان کی کتابوں میں جب ہمارے
ہر امام کا نام مع ولدیت وکنیت ترتیب کے ساتھ موجود ہے تو اگر آنحضرت نے
نہ بتایا ہوتا تو ناموں کی یہ تفصیل و ترتیب سنی کتابوں میں کیسے پائی جاتی
مذہب شیعہ اثنا عشری کے حق ہونے کی اس سے زیادہ اور کس واضح دلیل
کی ضرورت ہے مرزا صاحب اپنے "مذہب حقہ" کے خلفاء کی تعداد اور نام
بنام ان کی فہرست کے مطابق ارشاد پیغمبر کیا شیعہ کتاب میں دکھا سکیں گے
جبکہ ہم اپنے اماموں کے نام ان کی کتاب میں دکھا رہے ہیں۔

جب صورت یہ ہے کہ ہر امام کا نام ترتیب آنحضرت بتا چکے تھے تو یہ کیسے
ممکن ہے کہ کسی امام کو اپنے بعد کے امام کی تلاش ہو اور بار بار انتخاب میں تبدیلی
کرنا پڑے۔ رہے وہ روایات جن کو مرزا صاحب نے نقل کیا ہے ان کے سمجھنے میں
ذرا سی دیانت کی ضرورت ہے۔

روایت ۱۸ میں مرزا صاحب نے صحیح عبارت نہیں لکھی مالہ ید لکھکر جگہ
چھوڑ دی اور اس کے آگے منہ لکھا جبکہ اصل عبارت مالا تضیہ منہ ہے
اسی طرح جعل اسمٰعیل القائم مقامہ کے آگے اپنی طرف سے بعد بڑھا دیا
تاکہ "اپنے بعد کیلئے کا" ترجمہ میں اضافہ کرسکیں اور قائم مقام کا ترجمہ نہ کیا تاکہ اس
سے امام کے معنی مراد لیے جانے کا دروازہ کھول سکیں حالانکہ اصل عبارت کا
مفہوم بہت واضح تھا۔ جب سدیوں کے بعد صاحب ینابیع المودۃ اور
صاحب مودۃ القربیٰ سُنی علماء کو رسولؐ کی حدیث سے معلوم تھا کہ بارہ امام کون کون
ہوں گے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ساتویں امام امام موسیٰ کاظمؑ
علیہ السلام ہوں گے۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ خود چھٹے امام کو نہ معلوم ہو کہ میرے بعد
کون امام ہوگا۔ یقیناً آپکو معلوم تھا کہ آپکے بعد امام خلق موسیٰ کاظم علیہ السلام ہوں گے
ممکن ہے آپ نے کردار کی خوبی دیکھ کر جناب اسمٰعیل کو امامت کے علاوہ دیگر کاموں
میں اپنا قائم مقام یعنی نائب مقرر کیا ہو لیکن جب آپکو جناب اسمٰعیل کی کوئی بات
ناپسند ہوئی تو اپنے امامت کے ساتھ مذکورہ بالا نیابت بھی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
کو دی اس تبدیلی کے بارے میں ان لوگوں نے آپ سے دریافت کیا جنہیں

ناواقفیت کی بنا پر یہ خیال ہو چکا تھا کہ جناب اسمٰعیل جب آپکے مختلف کاموں میں نائب ہیں تو شاید وہی آپکے بعد امام بھی ہوں، چنانچہ انکے سوال پر آپنے فرمایا کہ اللہ نے اسمٰعیل کے بارے میں اپنی مصلحت ظاہر کر دی۔ مصلحت کی تشریح دوسری روایت کے ذیل میں بیان ہوگی۔

روایت ۲ ما بداء اللّٰہ فی شیئ کما بداء اللّٰہ فی اسمٰعیل ابنی کا ترجمہ مرزا صاحب نے کیا ہے۔ "ابنی اللہ کو ایسا بدا کبھی نہیں ہوا جیسا کہ بدا میرے بیٹے اسمٰعیل کے بارے میں ہوا" سمجھ میں نہ آیا کہ اللہ سے پہلے ابنی کس لفظ کا ترجمہ ہے اور لفظ ابنی اردو کی کس لغت میں ہے اور اس کے کیا معنی ہیں اس لیے کہ یہ لفظ حدیث کے اردو ترجمہ میں لکھا گیا ہے ــــ صحیح ترجمہ یہ تھا کہ اللہ نے کسی چیز میں اسطرح اپنی مصلحت ظاہر نہیں کی جس طرح میرے بیٹے اسمٰعیل کے بارے میں ظاہر کی یعنی جو لوگ اس خیال میں مبتلا تھے کہ میرا بیٹا اسمٰعیل میرے بعد امام ہوگا۔ اللہ نے اسے میرے سامنے موت دیکر انکے خیال کو غلط ثابت کر دیا جیسا کہ اس حدیث کی تشریح جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں فرمائی ہے جو اس سے پہلے نقل کی جا چکی۔

مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں موضوع بحث بداء اللّٰہ فی اسمٰعیل کا فقرہ ہے اور ہم بخاری کا فقرہ بداء اللّٰہ ان یبتلیھم نقل کر چکے ہیں اور علامہ قسطلانی شارح بخاری نے جو شرح کی ہے وہ بھی لکھ چکے ہیں جب بداء اللہ بخاری میں بھی ہے اور شیعہ روایتوں میں بھی (جن کو مرزا صاحب نے

نقل کیا ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ بخاری کے فقرہ کا مطلب "اللہ نے اپنی مصلحت ظاہر کی" لیا جائے اور شیعہ روایات میں اسی لفظ کا مطلب اللہ کی ناواقفیت قرار دی جائے۔

روایت ۳ مرزا صاحب نے اصول کافی کی روایت لکھنے سے پہلے جو عبارت تحریر فرمائی ہے اس میں سب سے شاندار بات یہ لکھی ہے" اور خلاف قاعدہ مقررہ کے بڑے بیٹے کو امامت ملتی ہے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو گیارہواں امام بنانا پڑا" عبارت پڑھئے اور مرزا صاحب کی ادبی صلاحیتوں پر سر دھنئے مگر کیا مجال جو عبارت کے معنی سمجھ میں آجائیں خلاف قاعدہ کے بعد "کہ" کے بجائے "کے" تحریر فرما کر ادبی خدمت انجام دی ہے۔ کتاب میں ایسے شاہکار بہت ہیں۔

روایت زیر نظر (جو اصول کافی کی ہے) کے فقرے بدا ء اللہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر مالم تکن تعرف له کما بدا ء له فی موسیٰ بعد مضی اسمٰعیل ما کشف به عن حاله، کا ترجمہ مرزا صاحب نے کیا ہے "اللہ کو ابو جعفر کے مرنے کے بعد ابو محمد کے بارے میں بداء ہوا جو بات معلوم نہ تھی وہ معلوم ہو گئی جیسا کہ اللہ کو اسمٰعیل کے بعد موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں ہوا تھا جس نے اصلیت ظاہر کر دی"۔

"اللہ ...... کو بداء ہوا جو بات معلوم نہ تھی معلوم ہو گئی" مرزا صاحب کا اختراعی ترجمہ ہے جس کو اصل عبارت سے کوئی تعلق نہیں، بیچارے کی مجبوری ہے کہ اگر صحیح ترجمہ کر دیں تو جھوٹ کی ناؤ کیسے چلے اور غریب شیعہ بدنام کیسے ہوں اصل واقعہ یہ ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام (جو ابو الحسن ثالث کہلاتے ہیں) کے فرزند جناب ابو جعفر کا

آپکے سامنے انتقال ہوا جن کے بارے میں بعض لوگوں کو امام ہونے کی ویسی ہی غلط فہمی تھی جیسی غلط فہمی جناب اسمٰعیل فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کیلئے ہو چکی تھی، چنانچہ ابوالہاشم جعفری امام علی نقی علیہ السلام کے پاس بیٹھے دل میں سوچ رہے تھے کہ کتنی عظیم مشابہت جناب اسمٰعیل اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے واقعہ اور جناب ابوجعفر اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے واقعہ میں ہے، امام علی نقی علیہ السلام نے ابوالہاشم جعفری کی طرف متوجہ ہو کر اور بعلم امامت ان کے دل کا حال جان کر فرمایا کہ اللہ نے ابومحمد (امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں ابوجعفر کی موت کے بعد اس طرح اپنی مصلحت ظاہر کی کہ ابوجعفر کے بارے میں تمہیں وہ معلوم ہو گیا (یعنی ابوجعفر امام نہیں ہیں) جو تمہیں ان کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ جسطرح اللہ نے جناب اسمٰعیل کی موت کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کیلئے حالت واضح کی تھی جس سے جناب اسمٰعیل کا امام نہ ہونا واضح ہو گیا تھا کیونکہ ان دونوں حضرات کی موت انکے پدر بزرگوار کے سامنے ہوتی ہے۔

مرزا صاحب! بداء اللہ کے معنی یہاں بھی بخاری اور قسطلانی سے پوچھ لیں

مرزا صاحب گرفتار!

ایک ہنگامہ ہے کہ مرزا صاحب شیعہ تھے نہ صرف شیعہ بلکہ شیعہ عالم اور مجتہد تھے اور اب سنی ہو کر بس مذہب شیعہ کو مٹا دیں گے اور حال یہ ہے کہ انکو آج تک بارہ اماموں کے نام بھی نہیں معلوم ہیں حد ہے کہ شیعوں کے مقابلہ میں انکشاف حقیقت

لکھتے وقت بھی بارہ اماموں کے نام نہ یاد کر سکے جب کہ شیعہ گود میں پلنے والا بچہ بھی بارہ اماموں کے نام یاد رکھتا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں "امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا...... اور ابو محمد یعنی حسن عسکری میرے بعد میرا خلیفہ ہے. یعنی ...... امام محمد تقی علیہ السلام کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام گیارہویں امام ہیں اور دونوں حضرات کے درمیان امام علی نقی علیہ السلام دسویں امام ہیں ع بریں عقل و دانش صفحہ پندرہ پر لکھتے ہیں" امام محمد تقی علیہ السلام نے خبر دی کہ میرے بعد میرے بیٹے محمد امام ہوں گے مگر یہ خدا کو معلوم نہ تھا کہ محمد اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے سامنے مر جائیں گے. جب یہ واقعہ پیش آیا تو خدا کو اپنی رائے بدلنی پڑی اور خلاف قاعدہ مقررہ کے بڑے بیٹے کو امامت ملتی ہے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو گیارہواں امام بنانا پڑا ــ آپکی قابلیت معلوم ہو گئی کاش جو روایت اصول کافی کی مذکورہ بالا عبارت کے نیچے چھپی ہے اسے کسی سے پڑھوا لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ موت جناب ابو جعفر کی ہوئی ہے نہ کہ محمد کی ــ سنتے تھے کچھ ایسے اہل فہم گذرے ہیں جو داستان سن کر پوچھتے تھے "زلیخا مرد تھی کہ عورت" مرزا صاحب نے اس کہاوت کو سچ کر دکھایا روایت کچھ کہتی ہے اور آپ اسکی پیشانی کی عبارت میں کچھ فرماتے ہیں.

یہ بھی خبر نہیں ہے کہ واقع میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے بھائی کی موت کا ذکر ہے جو امام محمد تقی علیہ السلام کے پوتے ہوئے اور آپ بیٹا تحریر فرما رہے ہیں ــ اور دیکھئے آپ کو قاعدہ مقررہ بھی معلوم ہو گیا کہ بڑے بیٹے کو امامت ملتی ہے مرزا صاحب یہ امامت ہے جو منصوص من اللہ ہوتی ہے. نسلی

شاہی نہیں ہے جہاں بڑا بیٹا باپ کی جگہ بادشاہ ہوتا ہے "قاعدہ مقررہ" لکھنے وقت کم سے کم یہ یاد کر لیتے کہ امام حسنؑ کے بعد امام حسین علیہ السلام تیسرے امام ہوئے جو بھائی تھے امامت کا "قاعدہ مقررہ" انتخاب الٰہی ہے کبھی بھائی کا انتخاب ہوتا ہے اور کبھی بیٹے کا، کبھی بڑا بیٹا امام ہوتا ہے اور کبھی چھوٹا بیٹا امام ہوتا ہے۔ اہل انصاف فیصلہ کریں کہ جو بارہ امام کے نام اور انکے رشتے دار المبلغین کے عالم ہو جانیکے بعد بھی نہ جانتا ہو کیا وہ کبھی شیعہ تھا یا آج بھی اسکو کوئی علم سے لگاؤ ہے۔؟

روایت ۱۷، ۱۸ میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے چنانچہ مرزا صاحب بھی کوئی اعتراض نہیں کر سکے۔ ان دونوں روایتوں میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ بداء کے ماننے والے کو بہت ثواب ملتا ہے اور عقیدۂ بداء کا ماننا خدا کی بندگی ماننے میں عظیم اثر رکھتا ہے جناب ابراہیم، جناب یونس، جناب موسٰی کے واقعات جو بیان ہو چکے ہیں اُن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بداء نے ایمان، قربانی اور توبہ کیلئے کتنا عظیم سرمایا فراہم کیا ہے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ بداء عربی کے تمام لغت کی کتابوں میں ایک ہی معنی میں مستعمل ہے اور یہی معنی لکھے ہیں۔ بداء اللہ ای ظھر اللہ مالم یظھر بداء کے معنی نامعلوم چیز کا ظاہر ہونا۔ دیکھو لغت جواہر اللغات کے صفحہ ۵۹ پر بداء کے معنی لکھے ہیں نئی رائے کا ظاہر ہونا"۔

مرزا صاحب کی نظر میں جواہر اللغات شاید سب سے مستند اور عربی لغت ہے

جس کے معنی اردو زبان میں لکھے جاتے ہیں ؎

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

اردو لغت سے زیادہ دیر پڑھنا جب بساط سے باہر ہو تو آدمی کیا کرے

مرزا صاحب! عربی کی مشہور لغتیں صراح، نہایہ، ابن اثیر، قاموس منتہی الارب اور منجد وغیرہ ہیں بداء کے معنی عیسائی مؤلف منجد میں لکھتا ہے بداء اللہ الخلق خلقهم من العدم یعنی جو نہ تھا خدا نے اسے پیدا کیا ۔ اگر بداء کے معنی نئی رائے ظاہر ہونے ہی کے ہیں جو نتیجۂ جہالت ہے تو بخاری کی جو عبارت نقل کی جا چکی ہے اسکے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے نیز بداء کے معنی جو آپکے علامہ قسطلانی نے بیان کئے ہیں ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

مرزا صاحب نے جناب غفرانمآب اور جناب محقق طوسی علیہما الرحمہ کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ حضرات بداء کے قائل نہیں تھے کیونکہ بداء کے وہ معنی ہے جس سے جہل خدا لازم آتا ہو کسی شیعہ کے لئے قابل قبول نہیں ہے حتی کہ علامہ قسطلانی نے حدیث بخاری کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ معنی خدا کیلئے ماننا جائز ہے اور جو معنی علامہ قسطلانی نے بداء کے جائز لکھے ہیں یعنی خدا بندوں کیلئے پوشیدہ چیز کو ظاہر کرتا ہے اس معنی سے ہر شیعہ اور شیعہ عالم بداء کا قائل ہے اور آپکے بخاری و قسطلانی بھی مانتے ہیں۔

[۳ فلاں سنہ میں جو بہت قریب ہے دنیا میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔ اور بڑی سلطنت وحکومت شیعوں کو حاصل ہوگی۔ پھر جب وہ سنہ آتا اور ان وعدوں کے پورے

ہونے کا ظہور نہ ہوتا اور وہ پیشین گوئیاں ظہور میں نہ آتیں تو کہہ دیتے کہ خدا کو بداء ہوگیا۔

دیکھو اصول کافی مطبوعہ لکھنو ۲۳۲ ۔

عن ابی حمزۃ الثمالی یا ثابت سمعت اباجعفر علیہ السلام یقول یا ثابت ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوٰۃ اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع السر ولم یجعل اللہ بعد ذالک وقتا عندنا (ویمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب) قال ابوحمزۃ فحدثت بذلک ابا عبداللہ فقال قد کان ذلک ۔

ترجمہ! میں نے سنا کہ امام محمد باقر علیہ السلام ثابت سے فرماتے ہیں کہ بہ تحقیق اللہ تعالیٰ وتبارک نے اس کام کو (ظہور مہدی) ۷۰ھ سے مقرر کیا تھا مگر جب حسین علیہ السلام کو قتل کیا تو اللہ کا غصہ زمین والوں پر سخت ہوگیا لہٰذا اللہ نے اس کام کو (یعنی ظہور مہدی) ۱۴۰ھ تک پیچھے ہٹادیا یہ حدیث ہم نے تم سے بیان کی تم نے اس حدیث کو مشہور کردیا اور اس راز کا پردہ فاش کردیا تو اللہ نے ۱۴۰ھ میں بھی ظہور مہدی کو ملتوی کردیا۔ اور اب اللہ نے اس کا کوئی وقت ہمارے لئے مقرر نہیں کیا ابوحمزہ کہتا ہے کہ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کی انھوں نے فرمایا کہ بیشک یہی ہوا تھا

ا۔ ویمحوا اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب (خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے اور اس کے پاس لوح محفوظ (ام الکتاب) ہے مرزا صاحب اس کو بھول گئے تھے۔ اس آیت سے خدا کا اختیار ظاہر ہوتا ہے جس کا ہم اعلان کرتے ہیں تو خدا کے دشمنوں کو برا لگتا ہے۔

۲۔ ہم نے اصل عربی عبارت بھی نقل کی ہے کوئی اللہ کا بندہ مرزا صاحب سے دریافت کرتا کہ جناب آپ نے بار بار ظہور مہدی عربی کے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے؟ ھذا الامر کا ترجمہ یا مفہوم "ظہور مہدی" سمجھنا جہل مرکب کا شاندار نمونہ ہے کاش اصول کافی کی شرح دیکھ لیا ہوتا۔ ھذا الامر کا مقصود و مفہوم علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں ای ظہور الحق وغلبتہ علی الباطل بید الامام من الائمہ لا ظہور الامام الثانی عشر" یعنی حق کا ظہور اور اس کا باطل پر غالب ہونا ائمہ اطہار علیہم السلام میں سے کسی ایک کے ہاتھ نہ یہ کہ بارہویں امام کا ظہور" کسی بات کے اعلان اور اس کے وقت میں ترمیم پر جناب یونسؑ کی قوم کے واقعہ کے بعد اعتراض کرنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ عقل کو بھی رخصت اتفاقیہ نہیں دینی چاہیئے مرزا صاحب، غور کیجئے کہ ظہور "مہدی" ۷۰ھ میں کیسے ممکن تھا جبکہ حضور سرور کائنات صلعم نے یہ بتا دیا ہے کہ "میرے بارہ جانشین اور قائمقام ہوں گے اول ان میں کے علیؑ ہوں گے اور آخر مہدیؑ" حضرات اہلسنت والجماعت کے معتبر علماء نے تو یہ بھی نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے اپنے بارہ ۱۲ جانشینوں کے نام بھی بتا دیئے تھے اور جس ترتیب سے نام بتائے تھے اسی حساب سے جانشینی ہوئی چنانچہ مودۃ القربیٰ، ینابیع المودۃ وغیرہ آپ ملاحظہ فرمالیں یہ کتابیں میرے بیان کی تصدیق کریں گی۔

["دوسرا جرم۔ تم لوگ معاذ اللہ یہ باطل عقیدہ رکھتے ہو کہ خداوند عالم حضور سرور کائنات صلعم کے اصحاب سے ڈرتا تھا اس لیے ان سے بہت سے کام چھپا کر کرتا تھا دیکھو......

رسی اپنی احتجاج میں لکھتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے اپنے نبی کا نام یٰسین اور سلام علی الیاسین اس لئے فرمایا کہ اگر صاف اور واضح طریقے سے سلام علی آل محمدؐ کہتا تو خدا کو معلوم تھا کہ صحابہ اس کو قرآن میں رہنے نہ دیں گے"]

احتجاج طوسی کی اصل عبارت یہ ہے کذلک قولہ سلام علی آل یٰسین لان اللہ تعالیٰ سمی تبیہ بھذا الاثم حیث قال یٰسین والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین لعلمہ بانہم یسقطون قول سلام علی آل محمد کما اسقطوا غیرہ اور اسی طرح خدا کا قول سلام علی آل یاسین ہے خداوند عالم نے اپنے نبی کریم کا نام یٰسین رکھا تھا جیسا کہ کہا ہے یٰسین والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین اسکو معلوم تھا کہ دشمنان آل محمد قول سلام علی آل محمد کو نکال دیں گے جیسے اور چیزوں کو نکال دیا

محترم ناظرین! مرزا صاحب کی مشق تحریف کا شاہکار ملاحظہ فرمائیں اس میں کہیں صحابہ کا تذکرہ ہے نہ خوف وہراس اور ڈر کا بیان ہے مرزا صاحب نے جو کچھ خامہ فرسائی کی ہے وہ محض ایجاد بندہ ہے۔

احتجاج کی اس عبارت سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ قرآن ایک زمانہ میں ان لوگوں کے ہاتھوں میں رہے گا جو محمدؐ وآل محمد کے دشمن ہوں گے اور جو سلام علی آل محمد کی فضیلت قرآن میں نہیں دیکھ سکتے لہٰذا اسطرح آل محمدؐ پر قدرت نے سلام کیا کہ دشمنان اہلبیت کے اونگھتے ہوئے دماغ اس کا تصور بھی نہ کر سکے ورنہ وہ اس کو ختم کر دیتے۔

عبداللہ بن زبیر کی محمدؐ و آل محمدؐ سے عداوت!

ثبوت میں ہم آپکے سامنے حضرت عبداللہ بن زبیر ہی کو پیش کرتے ہیں ان کے دل میں آل محمدؐ کی عداوت اور بغض اتنا شدید تھا کہ "آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر درود و سلام پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ فقیل لم ترکت الصلوٰۃ علی النبی۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم آنحضرت پر صلوٰۃ کا پڑھنا کیوں چھوڑ دیا؟ تو کہنے لگے کہ اہلبیت نبوت اچھے نہیں ہیں جب وہ لوگ درود و سلام کے نعروں کو سنتے ہیں تو فخر سے گردنوں کو بلند کرتے ہیں" (مقاتل الطالبین ابوالفرج اموی صفحہ ۳۱۶، تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۱۲، ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۳۵۸)

جب ابن زبیر جیسے صلوٰۃ پڑھنا ترک کر سکتے ہیں تو ان سے زیادہ جن لوگوں کے دلوں میں اہلبیتؑ کی دشمنی تھی اور جنکو قبضہ و اقتدار بھی مل چکا تھا اگر وہ سلام علی آل محمد کو نکال دیتے تو حیرت و استعجاب کی کون سی بات ہے؟

۲۔ آثار اہلبیت سے مسلمانوں کو پرخاش!

"جناب امیر علیہ السلام بسم اللہ الرحمن الرحیم زور سے پڑھتے تھے مگر امیہ نے اپنے زمانہ میں زور سے پڑھنے سے منع کیا سعیا فی البطال آثار علی رضی اللہ عنہ ان کی کوششیں تمام تر اس بات پر تھیں کہ علی (علیہ السلام) کے آثار باقی نہ رہ سکیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۶۰ باب قراۃ الحمد)

۳ حی علیٰ خیر العمل کیا ہوا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور ان کے بعد حضرت ابوبکر صاحب کے زمانہ میں بھی اذان میں حی علیٰ خیر العمل تھا مگر آج اذانوں میں یہ کلمہ نہیں ملتا آج کا موذن اسے کیوں بھولا ہے؟ حضرت عمر صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں آنحضرت کے زمانہ میں تو حی علی خیر العمل تھا مگر اب میں اس کو حرام کرتا ہوں اس کے کہنے سے روکتا ہوں اور جو کوئی اس کو کہے گا اس کو سزا دوں گا۔

(شرح تجرید قوشجی صفحہ ۴۰۸ مقصد خامس فی الامامۃ)

سمجھ میں آنیوالی بات نہیں ہے یہ اسلام رسولؐ کا ہے یا عمر کا شریعت محمدیہ ہے یا شریعت عمریہ؟

۴ اہلبیت پر درود مکروہ، زمخشری کا فتویٰ۔

علامہ زمخشری فتویٰ دیتے ہیں کہ "درود ہر مسلمان پر بھیجنا قرآن سے ثابت ہے لیکن علماء کہتے ہیں کہ صرف اہلبیت رسولؐ پر درود بھیجنا دو وجہوں سے مکروہ ہے ایک تو یہ کہ ہم لوگ صرف حضور پر درود بھیجتے ہیں دوسرے یہ کہ اہلبیت پر درود بھیجنا رافضیوں کی عادت ہے اس لئے ان کی تشبیہہ سے بچنا چاہیئے

(تفسیر کشاف آخر سورۂ احزاب)

کیا یہ ممکن نہ تھا کہ کل یہی علامہ زمخشری اور انکے ہم خیال علماء فتویٰ صادر فرما دیتے کہ چونکہ رافضیوں جیسا درود قرآن میں مذکور ہے لہٰذا اس کو نکال دو۔

۶۔ تشریح مطلب!

بنیادی طور پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ سلام علی اِلْیَاسِین ہے یا سلام علی

آل یاسین ہے؟

بہر حال کسی موٹی عقل میں بھی سلام علیٰ اِلْیَاسِین نہیں آتا چنانچہ علماء اہلسنت

کو بھی بجبر و اکراہ یہ تسلیم کرنا پڑا کہ یہ سلام علیٰ آل یٰسین ہی ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی

نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ سلام علیٰ آل یٰسین قرأنا فع وابن عامر و یعقوب

آل یاسین علیٰ اضافۃ لفظ ال الی لفظ یاسین۔

نافع ابن عامر اور یعقوب نے لفظ آل یٰسین کی طرف نسبت دیکر آل یاسین کو

آل یٰسین پڑھا ہے۔ یعنی سلام علیٰ آل محمد۔ (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۱۵۷ سورہ صافات)

مرزا صاحب! ان حقائق کی موجودگی میں احتجاج طبرسی کی روایت

پر اب کون سا اعتراض وارد ہو سکتا ہے؟ اور اگر اعتراض ہی ہے تو پھر وجہ

بتائیے کہ۔ ویوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع

الرسول سبیلا یو یلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا پ[۱۹]۔

اس روایت میں ظالم کون ہے جس کا نام لینے سے معاذ اللہ خدا ڈر گیا

اور فلاں کون بزرگ ہیں جن کو ظالم نے ساتھی بنایا کیا خدا خوف کی وجہ سے

ظالم کے ساتھی کا نام نہیں لیتا؟

["تیسرا جرم .... (ترجمہ حدیث) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

اصول کفر کے تین ہیں، حرص، تکبر، حسد، حرص تو آدم میں تھا جب ان کو درخت کے

پھل کھانے سے منع کیا تو حرص نے ان کو آمادہ کیا انھوں نے اس درخت سے پھل کھالیا اور تکبر ابلیس میں تھا کہ جب اس کو آدم کے سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے انکار کردیا. اور حسد آدم کے دو بیٹوں میں تھا اسی وجہ سے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا" یہ ہے تمہارا عقیدہ معاذ اللہ حضرت آدم صفی اللہ کی ذات اقدس و مقدس میں اصول کفر یعنی حرص. تم لوگوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس سے بدتر قرار دیا ہے کیونکہ ابلیس میں تو صرف ایک کفر ثابت کیا ہے یعنی تکبر اور حضرت آدم علیہ السلام میں دو اصول کفر ثابت کئے ہیں حرص اور حسد. ابو بصیر نے کافی کی روایت میں حرص کا بیان کیا ہے. اور حسد کا ذکر دوسری روایتوں میں ہے چنانچہ حیات القلوب صفحہ ۵۰ میں ہے کہ خداوند عالم نے آدم علیہ السلام کو ائمہ اہلبیت سے حسد کرنے کو منع فرمایا اور کہا کہ خبردار میرے نوروں کی طرف حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا ورنہ تم کو اپنے قرب سے جدا کردوں گا"]

مذکورہ بالا عبارت میں مرزا صاحب نے کوشش کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں شیعوں کے سر یہ الزام تھوپیں کہ وہ ان کو معصوم نہیں سمجھتے حالانکہ تمام مسلمانوں میں شیعہ ہی وہ ہیں جو انبیاء کیلئے عصمت تامہ کے قائل ہیں۔

اہلسنت کے احادیث و تفاسیر میں حضرت یوسف کا آمادہ گناہ ہونا، حضرت ایوب پر شیطان کا قابو پانا، حضرت ابراہیم کا تین بار جھوٹ بولنا اور حضرت داؤد کا اوریا کی بیوی پر مائل ہونا وغیرہ خلاف عصمت بلکہ ننگ انسانیت واقعات بھرے پڑے ہیں۔"

ہر لفظ کے حقیقی اور مجازی معنی ہوتے ہیں سمجھنے والے کا فرض ہوتا ہے کہ محل استعمال دیکھکر حقیقی یا مجازی معنی مراد لے اور اگر اس قاعدے کی پابندی نہ کی جائے تو کلام اور اس کے مفہوم میں زمین وآسمان کا فرق پیدا ہو جائیگا دوست اپنے دوست سے اپنے گھر اور اپنے بچوں کیلئے کہتا ہے کہ یہ گھر آپ کا ہے یہ آپکا بچہ ہے اگر یہاں مجازی معنی کے بجائے حقیقی معنی مراد لیے جائیں تو نتیجہ ظاہر ہے۔

معترض نے اصول کافی اور حیوۃ القلوب کی عبارتیں پیش کر کے معنی سمجھنے میں جو غلطی کی ہے اگر اس غلطی کو جائز قرار دیا جائے تو بآسانی قرآن مجید سے خدا کے ہاتھ پیر اور انبیاء سے گناہ ثابت ہو جائیں گے۔ کیا قرآن میں یداللہ (اللہ کا ہاتھ) وجہ اللہ (خدا کا چہرہ) جنب اللہ (اللہ کا پہلو) نہیں درج ہے اسی طرح جناب آدم کیلئے عصی (گناہ کیا) غوی (بہکا) کے الفاظ درج ہیں کاش اسی طرح اصول کافی اور حیوۃ القلوب میں جناب آدم کیلئے حرص وحسد پڑھ کر مرزا صاحب معنی سمجھنے کی کوشش کرتے مذکورہ بالا الفاظ بلکہ اسطرح کے تمام الفاظ جب خدا یا انبیاء علیہم السلام کیلئے قرآن مجید یا حدیث میں استعمال ہوں گے تو ان کے معنی مجازی ہوں گے کیونکہ جسطرح دوست کو معلوم ہے کہ یہ مکان اور بچے میرے نہیں بلکہ میرے دوست کے ہیں اور اپنے دوست سے سنتا ہے کہ مکان اور بچے آپکے ہیں تو وہ خود سمجھ لیتا ہے کہ معنی مجازی مراد ہیں اسی طرح ایک مسلمان جب جانتا ہے

کہ خدا جسم نہیں رکھتا تو ید اللہ سے مراد قوت وجہ اللہ سے مراد ذریعہ معرفت
جنب اللہ سے مراد خدا کی حمایت وغیرہ معنی سمجھتا ہے۔
اسی طرح جب انبیاء کو معصوم سمجھنے والا انکی شان کے منافی الفاظ
کو ان کیلئے قرآن یا احادیث میں دیکھتا ہے تو ان الفاظ کے مجازی معنی
مراد لیتا ہے۔ مثلاً عصی کے معنی عدم تعمیل، غوی کے معنی راہ تقریب سے
ہٹ جانا وغیرہ۔ علاوہ اسکے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک لفظ کے
مجازی معنی کے ماسوا حقیقی معنی بھی کئی کئی ہوتے ہیں اصول کافی میں
"اصول کفر" کے لفظ کا مطلب کفر لینا مرزا صاحب کی قابلیت ہے جبکہ
حدیث میں صرف یہ ارشاد ہے کہ وہ خصائل جن کے نتیجہ میں کفر پیدا ہو
سکتا ہے (نہ کہ پیدا ہونا ضروری ہے) تین چیزیں ہیں حرص، تکبر، اور حسد
دنیا کا ہر مسلمان جانتا ہے کہ محض حسد یا حرص یا تکبر سے کوئی کافر نہیں
ہوجاتا۔ البتہ ان خصائل کو اگر بے راہ روی کے ساتھ بڑھنے دیا جائے تو
وہ کفر تک پہنچا سکتے ہیں۔
حیوۃ القلوب کی عبارت پر اعتراض کرتے وقت اگر اسکے بعد کی یہ
عبارت پڑھ لی جاتی تو اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی علامہ مجلسی خود
لکھتے ہیں "چوں ثابت شد عصمت انبیاء از گناہان پس حسد و امثال آنکہ
دریں احادیث وارد شدہ ست ماول ست بغبطہ" جب یہ ثابت ہے کہ انبیاء
گناہوں سے پاک ہوتے ہیں تو احادیث مذکورہ میں حسد یا اس کے مثل

جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا مطلب غبطہ ہے نہ کہ حسد۔

["چوتھا جرم :۔ تم لوگوں کا یہ بھی تو عقیدہ ہے کہ نبیوں سے بعض خطائیں الیہ
سرزد ہوتی ہیں کہ اس کی سزا میں ان سے نور نبوت چھین لیا جاتا ہے چنانچہ حیوٰۃ القلوب جلد
میں ملا باقر مجلسی نے اس عقیدہ کا اقرار کیا ہے........ (ترجمہ فارسی عبارت)
بہت سے اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام حضرت
یعقوب علیہ السلام کی پیشوائی کیلئے باہر آئے اور ایک دوسرے سے ملے یعقوب پیادہ ہو گئے
یوسف کی دبدبہ شاہی نے پیادہ ہونے سے روکا جب معانقہ سے فارغ ہوئے تو جبرئیل حضرت
یوسف پر نازل ہوئے اور خدا کی طرف سے غصہ کا خطاب لائے کہ اے یوسف خداوند عالم فرماتا
ہے کہ بادشاہت نے تجھکو روکا تو میرے بندہ نیک صدیق کے لیے پیادہ نہ ہوا ہاتھ کھول جیسے ہی
انھوں نے ہاتھ کھولا توان کی ہتھیلی سے اور برروایتے دیگران کی انگلیوں کے درمیان سے ایک
نور نکلا یوسف نے کہا یہ کیا نور تھا تو جبرئیل نے کہا یہ پیغمبری کا نور تھا اب تمہاری اولاد میں
کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ اس کام کی سزا میں جو تم نے یعقوب کے ساتھ کیا۔"]

ا۔ مرزا صاحب!

شیعوں کے دامن عقائد دامن یوسفؑ ہی طرح بے داغ ہیں مگر اس کا
علاج ہی کیا ہے کہ آپ کسی طرح پوری عبارت کا پڑھنا جانتے ہی نہیں۔
یہ روایت جسکو نقل کر کے آپ تالیاں پیٹ رہے ہیں خود علامہ مجلسی کی
نظر میں مقدوح ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسی نقل روایت کے بعد رقم
فرماتے ہیں کہ۔

"مولف گوید کہ بعضے احادیثے را بر تقیہ حمل کردہ اند چوں ایں در طریق عامہ منقول ست"

مُولف (علامہ مجلسی) کہتا ہے ہمارے ہاں کے بعض علماء کرام نے اس قسم کی حدیثوں کو تقیہ پر محمول کیا ہے۔ اسلئے کہ سنیوں کے طریقہ پر منقول ہوئی ہیں"۔

علامہ مجلسی کی اس عبارت کے بعد روایت زیر نظر میں کون سا وزن رہ جاتا ہے کہ؟ روایت پایہ اعتبار سے ساقط ہو چکی پھر بھی علامہ مجلسی ایک علمی راہ پیدا کرتے ہیں۔

"ممکن ست کہ پیادہ نہ شدن حضرت بر سبیل نخوت و تکبر نبودہ باشد بلکہ از برائے تدبیر و مصلحت ملک باشد و چوں رعایت یعقوب کردن اولیٰ بود از رعایت ملک و پادشاہی پس ترک اولیٰ و مکروہ ازاں حضرت صادر شد و بایں سبب مورد عتاب کردید"۔

(حیوۃ القلوب صفحہ ۳۰۰ نولکشور لکھنؤ)

جناب یعقوبؑ کے استقبال میں حضرت یوسفؑ کا پیادہ نہ ہونا ممکن ہے کہ نخوت و تکبر کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی ملکی تدبیر اور مصلحت کی وجہ سے ایسا کیا ہو ہاں! اگر جناب یعقوبؑ کی رعایت کرتے اور ان کے احترام کو ملکی تدبیر پر مقدم کرتے تو بہتر تھا ایسا نہ کرنا ہی ترک اولیٰ تھا اور حضرت یوسفؑ سے ترک اولیٰ اور فعل مکروہ کا سرزد ہونا ہی باعث عتاب الٰہی بن گیا"۔

کہئے اتنے صاف و صریح بیان کے بعد بھی ہنگامہ آرائی کی گنجائش ہے؟

زہر ہلاہل!

"یہ ہے تمہارے ملا باقر مجلسی کی ہرزہ سرائی اور تم لوگوں کا عقیدہ......

...... تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ اس قسم کے الزامات انبیائے کرام پر لگاتے ہو انبیاء کرام سے کبھی ایسی لغزشیں نہیں ہوئی ہیں وہ لباس عصمت سے سرفراز ہوتے ہیں...... عمداً یا سہواً کبھی خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔"]

مرزا صاحب! آپ بھی عصمت انبیاء کے قائل ہو گئے خدا کا شکر ہے لیکن آپ نے بات ادھوری چھوڑ دی اپنے عقیدہ کی توضیح تو کیجئے اور حوالہ بھی دیجئے گا۔ کہ نبی کب سے معصوم ہوتا ہے۔ اور کب تک معصوم رہتا ہے؟ نبی امور دین ہی میں معصوم عن الخطا ہوتا ہے یا امور دنیا میں بھی؟ الصبی صبی ولو کان نبیا (بچہ بچہ ہی رہے گا چاہے وہ نبی ہی ہو جائے) کس کا عقیدہ ہے کیا آپکو اپنے اس مذہبی عقیدہ سے انکار ہے؟ النبی نبی ولو کان صبیا (نبی نبی ہی رہے گا ولو وہ بچہ ہی رہے گا) شیعوں کی طرف سے آپکے مذہب کے علاوہ کیا کسی دوسرے مذہب کو جواب ملا ہے؟ عصمت انبیاء کا جو قصیدہ ابھی آپنے پڑھا ہے کیا یہی اہلسنت کا عقیدہ ہے؟ اور ہے تو کس کتاب میں؟

مذہب اہلسنت کا جناب یوسف پر شرمناک حملہ!

مرزا صاحب! غصہ تھوک دیجئے واقعی جناب مجلسی علیہ الرحمہ سے (معاذ اللہ) بہت بڑی غلطی ہو گئی کہ انھوں نے آپ کی روایت اپنی کتاب میں نقل کر دی اور اس پر تنقید بھی کر دی۔ جس پر آپ آگ بگولہ ہو رہے ہیں مگر اب آپکی شرم و غیرت اور حیاء کو چیلنج دیا جا رہا ہے۔ بہت سے مزخرافات کو نظر انداز کر کے محض حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے آپکے مذہب نے جو بیان دیا ہے

اسے آپ کی حیا کیلئے درج کیا جارہا ہے۔

"فلم تزل به حتی همت به وهم بها وذهب ليحل سراويله فاذا هو بصورة يعقوب قد عض على اصبعه يقول يا يوسف اتواقعها انما مثلك مالم تواقعها مثل الطير فی جو السماء لا يطاق ومثلك اذا واقعتها مثله اذا مات وسقط الی الارض وقيل جلس بين ارجليها فرای فی الحائط ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة و مقتا وساء سبيلا حين رای برهان ربه هارباً يريد الباب فادركته قبل خروجه من الباب فجذبت قميصه من قبل ظهره فقدته۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ا صفحہ ۹۴ طبع ذات التحریر دعائس المجالس ص ۸۳)

قلم کانپتا ہے دل لرزتا ہے میں اس ناپاک شرمناک اور رسوا عبارت کا ترجمہ کیونکر کروں۔ میں اپنے اردو داں ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہوں کہ وہ مجھے معاف کردیں گے میں اس ذلیل عقیدہ کو اپنے قلم سے اردو کا جامہ نہیں پہنا سکتا اگر جناب یوسف علیہ السلام کے دشمنوں کا تعارف مقصود نہ ہوتا تو ہرگز میں اس عبارت کو نقل بھی نہ کرتا۔

مرزا صاحب! بہت ممکن ہے کہ اس عبارت کا مفہوم آپ بھی نہ سمجھ سکیں تو برائے مہربانی کسی عربی داں سے پوچھیئے اور پھر اپنے مذہب اور مذہب والوں سے کہیئے کہ

["تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ اس قسم کے الزامات انبیاء کرام پر لگاتے ہو۔

انبیاء کرام سے کبھی ایسی لغزشیں نہیں ہوئیں۔]

ایسے عقیدہ والے "مذہب حقہ" کے ساتھ آپ کیا کرتے ہیں مجھے دیکھنا ہے

" پانچواں جرم۔ تم لوگوں کا یہ بھی تو عقیدہ ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام احکام الٰہی کے پہنچانے میں بسا اوقات ڈرتے تھے چنانچہ خداوند عالم کی طرف سے حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ نے یہ کہکر ٹال دیا تھا کہ میری قوم ابھی نئی نئی مسلمان ہوئی ہے اگر میں اپنے بھائی علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق حکم دوں گا تو لوگ خلاف ہو جائیں گے پھر دوبارہ خدا کو عتاب سے خطاب کرنا پڑا......... اس پر بھی رسول اللہ نے ٹالا آخر کو وعدہ حفاظت اللہ کو کرنا پڑا اس وعدہ کے بعد بھی حضور نے صاف صاف تبلیغ نہ کی بلکہ گول گول الفاظ کہدیئے انتہا یہ کہ بہت سے آیات قرآنیہ رسول نے مارے ڈر کے چھپا ڈالیں جن کا آج تک کسی کو علم نہ ہوا نہ اب ہو سکتا ہے (دیکھو عماد الاسلام مصنفہ مولوی دلدار علی صاحب مجتہد اعظم لکھنؤ"]

۱۔ عماد الاسلام میں جناب غفرانمآب علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کئے ہوئے بیان کو ہم نے بہت تلاش کیا مگر انتھک کوششوں کے باوجود ہمیں ناکامی ہوئی خصوصیت سے ہم خط کشیدہ الفاظ کو عماد الاسلام میں دیکھنے کے بیحد شائق رہے مگر جستجو کے باوجود اس قسم کی کوئی عبارت نظر قاصر سے نہیں گذری۔

ناظرین! مرزا صاحب نے نہ جانے کس مصلحت سے نہ اصل عربی عبارت نقل فرمائی اور نہ اس عبارت کا کوئی ترجمہ حوالہ قرطاس کیا نہ ہی یہ لکھا کہ عماد الاسلام کی کس جلد میں یہ عبارت ملے گی اور نہ ہی صفحہ تحریر فرمایا کس باعث انھوں نے

کیا وجہ تو ہماری سمجھ میں آتی ہے مگر ع

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں آرم راز

جس روز مرزا صاحب موصوف ہمارے سامنے اصل عبارت اور
ب کا پورا حوالہ پیش کریں گے انشاء اللہ مسکت و دنداں شکن جواب انکو
ری طرف سے اسی روز موصول ہو جائے گا۔

حضرت علیؑ سے سرکار مدینہ کی سرگوشی!

غزوۂ طائف کی واپسی پر صاحب لولاک حضور ختمی مرتبتؐ ایک مقام پر دیر
تک جناب امیر علیہ السلام سے تنہائی میں باتیں کرتے رہے اس راز و نیاز کی
باتوں میں جب تاخیر ہوئی تو صحابہ کو غصہ آیا اور آپس میں کہنے لگے کہ حضور راز
کی باتیں اپنے بھائی سے کرتے ہیں دوسروں سے نہیں کرتے جب اسکی اطلاع
حضورؐ کو ہوئی تو فرمایا کہ رازدارانہ باتیں میں خود سے نہیں کرتا بلکہ جب خدا
حکم دیتا ہے تب کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۴ باب مناقب علی فصل ۲)

ر حذیفہ منافقین کے نام جانتے تھے ۔ حضرت عمر بن خطاب کی پریشانی!

اللہ کے رسولؐ نے حذیفہ سے منافقین کے نام بتا دیے تھے مگر یہ تاکید کر دی تھی
کہ دیکھو اس راز کو ام نشرح نہ کرنا اور پوشیدہ رکھنا حضرت عمر کو خوف تھا
کہ کہیں میرا نام تو انہیں منافقین میں نہیں ہے چنانچہ وہ بار بار حذیفہ کے پاس
جاکر پوچھا کرتے کہ حذیفہ نبی نے میرا نام تو نہیں لیا تھا؟ اور حذیفہ نے حضورؐ
کے راز کو حضرت عمر کی ہزار کوششوں کے باوجود راز ہی رکھا آخر عاجز آ کر

حضرت عمر نے حلفیہ بیان دیدیا۔ باللہ انا من المنافقین قسم خدا کی میں بھی منافقین ہی میں سے ہوں (مدارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۰۲ بحوالہ حضرت ابوبکر و میزان الاعتدال صفحہ ۳۶۵)

۴۔ ام المومنین عائشہ و حفصہ سے حضورؐ کا ایک راز ــــ ایک فرمائش!

"ام المومنین حضرت عائشہ راویہ ہیں کہ حضور زینب بنت جحش کے پاس شہد نوش فرمایا کرتے اور وہاں رُکے رہا کرتے تھے۔ (یہ بات مجھے اور ام المومنین حفصہ کو بُری معلوم ہوئی) لہٰذا باہم یہ مشورہ اور صلاح ہوئی کہ ہم میں سے جس کسی کے پاس حضور تشریف لائیں وہ یہی کہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بدبو آتی ہے اور پھر ایسا ہی کیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ نہیں مغافیر تو نہیں کھائی بلکہ زینب کے ہاں سے شہد کھا کر آ رہا ہوں اچھا تو اب آئندہ سے نہیں کھاؤں گا کسی اور کو اس کی خبر نہ ہونے پائے"۔

(صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۲۸ سورہ تحریم باب یا ایھا النبی لم احل اللہ لک)

مگر قرآن گواہ ہے کہ ان دونوں نے حضور کے راز کو فاش کیا۔

۵۔ حکم نبوت سے حضرت ابوبکر کی ہٹ دھرمی ــــ نتیجہ کے خود ذمہ دار!

"حضرت رسول خدا صلعم جب ارقم کے گھر میں داخل ہوئے تاکہ حضرت اور حضرت کے اصحاب پوشیدہ طور پر خدا کی عبادت کرتے رہیں اور وہ سب ۳۸ آدمی تھے تو حضرت ابوبکر نے رسول خدا صلعم سے الحاح شروع کیا کہ حضورؐ ظاہر ہو جائیں یعنی مسجد کی طرف خروج کریں۔ حضرت نے جواب دیا اے ابوبکر ہم لوگ

کم ہیں نکلنا مناسب نہیں ہے) مگر حضرت ابو بکر آنحضرت صلعم کے سر ہو گئے یہاں تک کہ حضرت (مجبور ہو کر) اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد کی طرف نکل پڑے"

(سیرۃ حلبیہ جلد ا صفحہ ۲۹۵)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ۔

پس کافروں نے حضرت ابو بکر کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو کھینچنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کے زیادہ بال نچ گئے اور آپکے سر کو ان سب نے توڑ ڈالا۔ اور ایک روایت میں ہے: کہ آپکے سر اور منہ پر اتنی جوتیاں پڑیں کہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۹۴ بحوالہ حضرت ابو بکر حصہ ا صفحہ ۱۶۵)

ان تاریخی حقائق کے دیکھ لینے کے بعد کیا میں امید کر دں کہ اب آئندہ سے مرزا صاحب حقائق کو غلط اور باطل رخ پر لیجانے کی نامحمود سعی نہیں کریں گے۔

۶۔ مرزا صاحب خود اپنے جال میں!

اگر اس مصنوعی فرد جرم کے دفعہ میں غدیر کا حوالہ نہ ہوتا تو ہم خاموش ہو جاتے اس لئے کہ ہم نے کتب اہلسنت سے ثابت کر دیا کہ مذہب اہلسنت کیسے بدتر عقائد کا حامل ہے۔

امام اہلِ حدیث مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے فرزند ارجمند علامہ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب میں لکھتے ہیں کہ۔

"ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ عز اسمہ کا حکم ہوا کہ علیؑ کو اٹھا کر لوگوں کے سامنے کر دیں۔ اور جو کچھ کہنا ہے کہدیں حضرت نے بارگاہ الہٰی

میں عرض کی اے میرے پروردگار! میری قوم ابھی جاہلیت سے نئے عہد اسلام والی ہے شاید اس امر کو نہ مانیں پھر آپ حج کو تشریف لے گئے جب آپ وہاں سے واپس ہو کر غدیر خم پر پہنچے تو خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اے رسول پہونچا دے .... پس حضرت علی کا بازو پکڑ کر خیمہ سے باہر برآمد ہوئے .... صفحہ ۱۷۵"۔

اس سلسلہ میں اہل سنت والجماعت کے عظیم مفسرین قرآن کے دو بیان ملاحظہ ہوں تاکہ آپ اپنے جرم سے آگاہ ہو جائیں۔ مفسر نیشاپوری "واللہ یعصمک من الناس" کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ۔

"قال الحسن ان نبی اللہ قال لما بعثنی برسالۃ ضقت بھا ذرعا وعرفت ان من الناس من یکذبنی والیھود والنصاریٰ یخوفوننی فنزلت الآیۃ فزال الخوف۔ (تفسیر نیشاپوری جلد ۲ ص ۳۳)

دوسرا بیان علامہ حافظ جلال الدین سیوطی کا ملاحظہ ہو۔

اخرج ابوالشیخ عن الحسن ان رسول اللہ صلعم قال ان اللہ بعثنی برسالت فضقت بھا ذرعا وعرفت ان الناس مکذبی فوعدنی لابلغن اولیعذبنی فانزل یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک انتھی

(تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۲۸۹ طبع مصر ۱۳۱۴ھ)

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کا ماحصل یہ ہے کہ حسن بصری کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جب خداوند تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا تو میں اس سے دل تنگ ہوا اور سمجھا کہ لوگ میری تکذیب کریں گے پس اللہ جل شانہ نے مجھے ڈرایا کہ تبلیغ رسالت کرو ورنہ

تم پر عذاب کیا جائیگا" ہم نے آنحضرتؐ پر "گول گول الفاظ" کہدینے کا کبھی الزام نہیں رکھا اور اگر ہم اس کے قائل ہوتے تو لفظ "مولیٰ" میں ہزار طرح کے شکوک و شبہات آپکی طرح ہم بھی پیدا کرتے اس کے قائل آپ ہی ہیں۔ یہ عقیدہ آپ ہی کو مبارک ہو واقعہ غدیر کے سلسلے میں میری کتاب "ہابیل قابیل بجواب بھائی بھائی" ملاحظہ فرمائیے۔

["چھٹا جرم۔ ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ تم دین کو چھپاؤ بھلا دین بھی کوئی چھپانے والی چیز ہے"۔]

دین کبھی دین کے دشمنوں سے چھپایا جاتا ہے خود سرور کائناتؐ آہستہ آہستہ لوگوں کے گھروں میں جاکر نہایت احتیاط سے دین کی تلقین کرتے ہیں تاکہ دشمنوں کو اس کی خبر نہ ہوجائے ورنہ چاہنے والوں پر آفت آجائیگی اگر دین کا چھپانا بالکل حرام تھا تو حضور جناب امیرالمومنینؑ سے بحکم خدا رازدارانہ طور پر گفتگو کیوں کرتے ہیں۔ منافقین کے نام کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کیوں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حروف مقطعات کیوں نازل کئے کیا یہ سب چیزیں دین سے خارج فرض کرلی جائیں؟ امام اہلسنت نے اسلام کے اصلی عقائد کو چھپا لیا!

علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

"جن تصنیفات میں امام (غزالی) صاحب نے اسلام کے اصلی عقائد اور ان کے حقائق بیان کئے ہیں انکو نہایت اہتمام سے مخفی رکھنا چاہا ہے اور یہی وجہ ہے باوجود مختصر اور سہل ہونے کے وہ رواج پذیر نہیں"

بعض التصانیف لکنا لم نظھرہ فانہ یکل عنہ اکثر الافھام ولیستضر بہ بہ الضعفاء لیکن ان تصانیف کو میں نے ظاہر نہیں کیا کیونکہ اکثر لوگ ان کو

نہ سمجھ سکتے اور ان سے ان کو نقصان پہنچتا۔"

علامہ شبلی خود بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

"امام (غزالی) صاحب کے ان الفاظ پر خوب غور کرو فرماتے ہیں کہ "اصلی حقائق لوگوں کے سامنے بیان کئے جائیں تو ان کی سمجھ میں نہ آئیں۔ اور انکو نقصان پہونچائیں (علم الکلام حصہ دوم ص۴)

"ابن رشد نے اپنی تصنیفات میں صاف لکھ دیا ہے کہ جمہور کے سامنے اصلی حقائق ظاہر نہ کرنی چاہئیں۔" (الکلام جلد ۲ ص۵)

ان دونوں عبارتوں سے اس کا اندازہ لگانا آسان ہو گیا کہ مذہب اہلسنت اس کا قائل بلکہ عامل بھی ہے مگر مرزا صاحب کو تو شیعوں کو گالی دینا ہے اور بس۔

["دیکھو اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۴۸۵ میں یہ روایت ہے (ترجمہ حدیث) سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تحقیق تم لوگ اس دین پر ہو کہ جو اس کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا اور جو اس کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلیل کرے گا۔"]

ا۔ شر اعداء اور دفع بلاء کیلئے دین کو چھپانا ضروری بلکہ بسا اوقات واجب ہے خداوند عالم کا حکم ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ (اپنے کو ہلاکت کی نذر کرو) یعنی ہلاکت کی راہ پر نہ چلو اور اسی دستور پر ہمیشہ عقلاء زمانہ کا عمل رہا ہے خود قرآن مجید ہی میں مومن آل فرعون کی مدح سرائی قرآن اسی لئے کر رہا ہے کہ انھوں نے ایمان کو دشمنوں سے چھپالیا۔ اور اپنے کو محفوظ کئے رہے۔ رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ کیا مرزا صاحب میں اتنی جرأت ہے کہ مومن آل فرعون اور خداوند عالم سے سوال کرلیں

کہ "بھلا دین بھی کوئی چھپانے والی چیز ہے؟ ۔ چونکہ حضرت حزقیل دیندار تھے لہٰذا وہ دین کے امور و اسرار سے واقف بھی تھے لہٰذا دین کو چھپا کر (جسکی اجازت دین نے دیندار ی کو دی ہے) ہمیشہ عزت دار رہے اور اگر کہیں دین کو ظاہر کر دیتے تو جس طرح حکم رسالت کی مخالفت کر کے حضرت ابو بکر ذلیل ہوئے اسی طرح ان کو بھی ہونا پڑتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث ہر صاحب عزت دیندار کیلئے نعمت غیر مترقبہ اور دین کے کامل ہونے کی ضمانت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کامل میں انسانی زندگی میں پیش آنیوالے ہر مرحلہ کیلئے سامان قیادت موجود ہے۔

۲۔ خواہر حضرت عمر بن خطاب کا طریقہ کار!

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ:۔

جب حضرت عمر کافرانہ جنون میں آنحضرت صلعم کو قتل کرنے کے ارادے سے تلوار لیکر چلے تو ان سے نعیم بن عبداللہ نے کہا "پہلے اپنے گھر کی خبر لو خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں فوراً پلٹے اور بہن کے ہاں پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آہٹ پاکر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزا چھپا لئے .... بہن سے پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی بہن نے کہا کچھ نہیں"۔ (الفاروق حصہ اوّل ص۲۵)

کیا مرزا صاحب سے سوال کر سکتا ہوں کہ خواہر حضرت عمر شیعہ تھیں؟ انھوں نے اپنے کافر بھائی سے اپنا دین کیوں چھپایا۔ انکو تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث

کا علم بھی نہیں تھا۔ کیا آپ ان سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ "بھلا دین بھی کوئی چھپانے والی چیز ہے"؟

۳۔ خواہر حضرت عمر نے اپنا دین کیوں چھپایا؟

(حضرت عمر) "بولے کہ نہیں میں سن چکا ہوں کہ تم دونوں مرتد ہو گئے ہو"۔ یہ کہکر بہنوئی سے دست و گریباں ہو گئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی یہاں تک کہ ان کا بدن لہولہان ہو گیا"۔ (الفاروق حصہ اول ص۲۵)

بیچاری نے اپنا دین اور قرآن کے اجزاء اسی لئے چھپائے تھے کہ اس ذلت کا سامنا نہ ہو۔ مگر کیا کیا جائے حضرت عمر نے آواز سن لی تھی جس کی وجہ سے غریب عورت کا سارا بدن حضرت عمر نے لہولہان کر دیا بس اسی ذلت سے محفوظ و مصئون رہنے کیلئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے دین کو نا اہلوں سے چھپانے کی نصیحت فرمائی ہے۔

۴۔ سارے علمائے اہلسنت مجرم۔ فتویٰ جناب مرزا عابد حسین صاحب کا نتیجہ۔

"قرآن میں حدوث و قدم کی بحث جو مامون الرشید کے زمانہ میں چلی تھی اس میں ان لوگوں کو قتل کا حکم تھا جو قدیم ہونے کے قائل ہوں چنانچہ علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ "سب سے بڑے بڑے عالموں کو جو مذہبی بڑا اقتدار رکھتے تھے اپنے پاس طلب کیا۔ اور دو روز گفتگو کی یہ سب لوگ اس مسئلہ میں مامون کے خلاف تھے مگر تلوار کے ڈر سے وہ کہہ آئے جو ان کا دل نہیں کہتا تھا۔ (المامون حصہ دوم صفحہ ۱۳۴)

کیا اب بھی ہماری حدیث پر کوئی اعتراض وارد کرنے کی جسارت کی جا سکتی ہے

یاد رکھئے ہم شروع سے آخر تک تمام صغار و کبار اہلسنت کو اس جرم میں گرفتار کرا سکتے ہیں۔

["فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے نہیں ہے دین مگر محبت۔ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ میں نمازیوں کو دوست رکھتا ہوں مگر خود نماز نہیں پڑھتا۔ اور روزہ داروں کو دوست رکھتا ہوں مگر خود روزہ نہیں رکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو انھیں کے ساتھ ہوگا جن کو دوست رکھتا ہے۔"]

۱۔ اس مقام پر موصوف نے بڑی چابکدستی سے دہارت تحریف کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ موصوف نے نقل حدیث میں خیانت کی ہے یعنی ایک جملہ کو مرزا صاحب نے نیزہ قلم سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پورا جملہ یہ ہے:۔

فقال له رسول الله صلى الله عليه وآله انت مع من احببت ذالك ما كسبت

یعنی تم جسے دوست رکھتے ہو اسی کے ساتھ محشور ہو گے اور تمکو وہی ملے گا جس کے حاصل کرنے کی تم نے کوشش کی ہے ملاحظہ کیجئے ذالك ما كتسبت اس امر کی وضاحت کر رہا ہے۔ کہ انسان اپنے اعمال ہی کے حساب سے سزا و جزا کا مستحق ہوتا ہے اور حدیث معصوم کا یہ نقرہ قرآن مجید کی آیت للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن (مردوں کا وہ حصہ ہے جسے وہ حاصل کریں اور عورتوں کا وہ حصہ ہے جسے وہ حاصل کریں) کی تفسیر ہے۔ اب واجبات دینیہ اور معروضات الہیہ کے ترک کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے؟ اس حقیقت مسلمہ کے ساتھ کوئی ذی فہم اس امر سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ

جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ محشور ہوگا اور محبت بھی ایک اکتسابی شئے ہے۔ حدیث کا فقرہ انت مع من احببت ایک لازوال حقیقت ہے جس سے انکار کوئی شپرہ چشم ہی کر سکتا ہے۔

۲۔ آل محمدؐ کی محبت ہی اصل دین ہے!

بہت ممکن ہے کہ مرزا صاحب کی نظر میں آل محمدؐ کی محبت کوئی وقعت نہ رکھتی ہو اسی لئے تو موصوف حدیث زیر نظر پر معترض ہوئے مگر خداوند عالم کی نظر میں محبت آل رسول کیا حیثیت رکھتی ہے اسے کوئی قرآن کریم سے پوچھے۔ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ سوچئے جو محبت اجر رسالت بن جائے اس کی عظمتوں کا کوئی ٹھکانہ ہے؟ مرزا صاحب نماز روزہ و زکوٰۃ و حج کو اصل دین سمجھے بیٹھے ہیں جو ان کی بنیادی غلطی ہے کیا موصوف جواب دے سکیں گے اگر ان سے پوچھا جائے کہ ایک شخص نماز میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود وسلام نہیں پڑھتا تو کیا وہ نماز صحیح ہے؟ مرزا صاحب چاہے جو کہیں مگر امام شافعی (چار مصلوں میں سے ایک کے مالک) فرماتے ہیں کہ وہ نماز ہی نہیں ہے جس میں آل رسول پر صلوٰۃ وسلام نہ پڑھا جائے

محبت علیؑ کا وزن میدان حشر میں!

عن ابی سعید الخدری ان النبیؐ قال وقفوهم انهم مسئولون عن ولایۃ علی .... وقفوهم انهم مسئولون ای عن ولایۃ علی واهل البیت۔ (صواعق محرقہ ص ۸۶ طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۲ھ)

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ (میدان محشر میں جنت کی طرف بڑھتے ہوئے مجمع سے کہا جائیگا) ان سب کو روکو (ابھی تو) ان سے محبت علیؑ کا سوال کرنا ہے .... (دوسری روایت ہے کہ) ان سب کو روکو! (ابھی تو) ان سے محبت علیؑ اور محبت اہل بیت کا سوال باقی ہے۔"

محبت علیؑ کے بغیر نماز و روزہ و حج بیکار ہیں!

"جناب امیر علیہ السلام نے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اگر کوئی خدا کا بندہ خدائے عزوجل کی اتنی عبادت کرے جس قدر نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں قیام فرما کر کی ہے اور احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے پھر اس کی عمر اس قدر دراز ہو کہ پیادہ ایک ہزار حج کرے اور پھر صفا مروہ کے درمیان مظلوم مارا جائے۔ پھر اگر علیؑ کو دوست نہ رکھے تو وہ جنت کی بو نہیں سونگھ سکے گا۔ اور نہ اس میں داخل ہو سکے گا۔" (ارجح المطالب امرتسری چوتھا باب در خصوصیات علی صفحہ ۵۲۱)

محبت اہلبیتؑ کا اثر ـــــــ ایک متعصب کے قلم سے!

"نجم ابن فہد اور مقریزی کا بیان ہے کہ بعض تاری جب تیمور لنگ کی قبر کے قریب گذرتے تھے تو خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ الایہ (اس کو پکڑو اور جہنم میں جلاؤ) پڑھتے تھے ایک مرتبہ سوئے تو خواب دیکھا کہ سرور کائناتؐ تشریف فرما ہیں اور تیمور لنگ ان کے پہلو میں براجمان ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ہم نے اس کو جھڑکا اور کہا اے دشمن خدا تو اور یہاں؟

اور ارادہ کیا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے ہٹا دوں فقال لی النبیؐ دعہ

فانہ کان یحب ذریتی مجھ سے سرکار مدینہ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ

دو اسلئے کہ یہ میری ذریت کا چاہنے والا ہے۔"

(صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۴ سطر ۹ باب مکانات ان احسن الیھم طا میمنیہ مصر ۱۳۱۲ھ)

اگر سمجھنے کی کوشش کی گئی تو میں یقین کرتا ہوں کہ اب ایسے لغو اعتراضات امامیہ مذہب پر نہیں کیئے جائیں گے!

:["ایک روایت اور سن لو جو تمہارے عقائد کی تائید میں ہے اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے قدمائے زمانہ ائمہ اہلبیت میں بھی صفت امانت اور صدق اور وفا سے محروم تھے .... (ترجمہ حدیث) میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ میں لوگوں سے ملتا ہوں تو مجھکو بڑا تعجب ہوتا ہے۔ ان لوگوں پر جو تمہاری ولایت کو نہیں مانتے اور فلاں فلاں (یعنی حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کی ولایت کو مانتے ہیں ان میں امانت ہے نہ وفا ہے نہ صدق ہے یہ سنتے ہی امام طیش میں آکر سیدھے بیٹھ گئے اور غضبناک ہو کر میری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ جس نے ایسے امام کی ولایت مانی جو اللہ کی طرف سے مقرر نہیں ہوا اس کا دین ہی نہیں اور جس نے اس امام کی ولایت مانی جو اللہ کی طرف سے ہے اس پر کوئی عتاب نہیں۔"]

۱- حدیث کا مقصود دراصل معرفت وعدم معرفت امام ہے یعنی سائل کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص آپکو امام نہیں مانتا مگر اس کے اندر امانت اور وفا اور صدق

موجود ہے اور ایک شخص آپکو امام مانتا ہے مگر وہ ان خوبیوں سے خالی ہے تو دونوں کا حشر کیا ہوگا؟ اس کا جواب امام علیہ السلام نے دیا۔

لادین لمن دان اللہ بولایۃ امام جائر لیس من اللہ ولا عتب علی من دان بولایۃ امام عادل من اللہ قلت لا دین لاولئک ولا عتب علی ھولاء قال نعم لا دین لاولئک ولا عتب علی ھولاء۔ الحدیث۔

"یعنی گمراہ وہ بدراہ امام جو اللہ کا معین کردہ ہے اس کی اطاعت کرنیوالے کی اطاعت ہی نہیں ہے اور جو شخص امام عادل جو اللہ کا معین کردہ بھی ہے اس کی اطاعت کرتا ہے تو اس پر عتاب نہیں ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اسکی اطاعت اطاعت نہیں ہے اور اس پر عتاب نہیں امام نے فرمایا کہ ہاں فرمائیے اس حدیث پر کون سا اعتراض ہو سکتا ہے خالد ہزار نیکوکار بلکہ عابد شب زندہ دار ہے اور فرعون کو اپنا امام مفترض الطاعۃ تسلیم کرتا ہے اور زید میں کچھ برائیاں خرابیاں اور معاشرتی عیوب ہیں مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا امام مفترض الطاعۃ جانتا اور مانتا ہے ایک مسلمان دونوں کے ہونیوالے حشر کا فیصلہ کیا کرے گا یقیناً فیصلہ وہی ہوگا حدیث جس امر کی نشاندہی کر رہی ہے

۲۔ بات کو اور واضح کرنے کیلئے میں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مسلم الثبوت حدیث نبوی کو پیش کرتا ہوں۔ سرکار دو عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔

(شرح عقائد نسفی ص۱۱۱ طبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۲ھ، کنز العمال ج ۳۔ حدیث ۳۰۵۲)

اس حدیث کا یہی تو مطلب ہوا کہ ایک شخص چاہے امانت، وفا، صدق وغیرہ رکھتا ہو مگر اپنے وقت کے امام کی معرفت نہیں رکھتا نماز، روزہ، حج وغیرہ کا پابند ہے مگر اپنے عصر کے امام کی معرفت بغیر مرا تو وہ کافر کی موت مرتا ہے اور کافر کا حشر سب کو معلوم جب عدم معرفت امام کی وجہ سے فرمودہ رسول کی روشنی میں کفر کی موت مرتا ہے تو تصور کیجئے کہ اس آدمی کی موت کیسی ہوگی جو امام وقت کی مخالفت کر کے دنیا سے جا رہا ہے اگر ایسے شخص کیلئے امام علیہ السلام نے لادین لا دینٔ فرما دیا تو کون سی شرعی اور عقلی قباحت پیدا ہو گئی۔

۳۔ اب رہ گیا معاملہ گناہگار مومن اور دیندار کا جس کیلئے امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ولا عتب علیٰ ھؤلاءِ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مومن جو معرفت امام زمانہ رکھتا ہے اور عادل امام جو خدا کا معین کردہ ہے اس امام کو مفترض الطاعۃ اور اپنا ولی امر تسلیم کرتا ہے مگر گناہگار ہے تو وہ اپنے اس گناہ کی وجہ سے استحقاق معرفت کھو نہیں سکتا۔ اس کا حشر کافر کا حشر بہر حال نہیں ہو سکتا مستحق شفاعت صرف گنہگار مومنین ہیں اسی لیے امام نے فرمایا کہ ولا عتب علیٰ ھؤلاءِ۔

۴۔ حدیث زیر نظر یہ نہیں بتاتی کہ آپکو امام عادل ماننے والا تمام فرقہ شیعہ ایسا ہے جو امانت وفا اور صدق سے خالی ہے اور نہ ہی یہ بتاتی کہ دوسرا فرقہ ایسا ہے کہ اسکی ہر فرد میں امانت صدق اور وفا ہے دنیا کی ہر جماعت قوم اور مذہب میں ہر طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں اچھے بھی برے بھی اسکے علاوہ ایک بات خاص طور سے یاد دلانے کی ہے کہ کسی مذہب کی فردوں کے خراب ہونے سے وہ مذہب قابل ملامت اور لائق شماتت نہیں قرار پا سکتا ورنہ

آج مسلمانوں میں جتنی بدعملی پیدا ہو گئی ہے اس زاویہ نظر سے تو اسلام ہی کو خراب کہنا پڑیگا اسی کو تو برنالڈ شا نے کہا تھا کہ "دنیا کا سب سے عمدہ مذہب ہے اسلام اور دنیا کی سب سے خراب قوم ہے مسلمان"۔

[تو آج بھی یہ صفات صحابائے کرام رضوان اللہ علیہم کے ماننے والوں میں ہیں"]

جی ہاں یہ صفات کچھ حضرات "صحابائے کرام" میں تھے اور اب کچھ آپ حضرات میں ہیں غصب فدک اور غصب خلافت وغیرہ امانت کی دلیلیں ہیں احراق خانہ معصومہ، احراق قرآن مجید جنازہ رسول سے غیر حاضری، غزوات سے شاندار فرار وغیرہ وفا کی علامتیں ہیں مباہلہ کے معصوم گواہوں کی شہادتوں کو رد کرنا، ہادی عالم پر ہذیان کا الزام رکھنا اور رسول کے مقدس صحابی ابوذر و عمار وغیرہ کو جھٹلانا انکو زدوکوب کرنا صدق کے آثار ہیں ـــــ اور آپلوگو ہم لوگ روز سبزی منڈی اور بازاروں میں ان علامتوں کے ساتھ پاتے ہیں۔ آپ بھی محسوس کرتے ہوں گے مگر کہیں کیسے؟ آپ زمانہ قدیم سے جنوں کو خرد اور خرد کو جنوں کہنے کے عادی رہ چکے ہیں۔

[ساتواں جرم........ زرارہ بن اعین کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے ایک جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اسکو اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا۔ پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا اسکو ہم دونوں کے خلاف جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے کہا کہ اے فرزند رسول صلعم دونوں شخص عراق کے رہنے والے تھے تمہارے شیعوں میں سے ہیں یہ دونوں تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تھے تم نے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اس کے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا

اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہے ہم کو اور تم کو۔ اگر تم سب ایک مذہب میں جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کریں گے کہ تم ہمارے گروہ میں ہو تو اس میں ہماری اور تمہاری دونوں کی بقاء کم ہو جائے گی پھر زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمہارے ایسے شیعہ (ہیں کہ) اگر تم ان کو برچھیوں میں یا آگ میں بھیجدو تو چلے جائیں گے۔ وہ تمہارے پاس سے مختلف ہو کر نکلتے ہیں یعنی ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے (کو) اس کے خلاف۔ زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھکو اس کا وہی جواب دیا جو آپ کے والد محمد باقر علیہ السلام نے دیا تھا"......" سبحان اللہ یہی صادقین کی شان ہے کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ۔"]

۱۔ حدیث مذکور کا جواب خود امام علیہ السلام نے دیدیا تھا اب یہ اور بات ہے کہ منکر طبائع اسکو پسند نہ کریں جواب کی عبارت پر میں نے لکیر کھینچ دی ہے جن لوگوں کی نظروں میں مظلوم شیعوں کی خونچکاں تاریخ ہے جن کے پیش نظر بغداد کی وہ خونی عمارتیں ہیں جن کی بنیادوں میں سادات کرام کی لاشیں اور جن کے گارے طیب وطاہر خون ناحق سے تیار کیے گئے تھے وہ کبھی امام علیہ السلام کے جواب باصواب پر انگشت نمائی نہیں کر سکتے یہ زمانہ کی ستم ظریفی ہے کہ ہمارے قاتل اور ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے اپنے سیاہ کردار پر شرم کرنے کے بجائے آج بھی "حیا سوز" قہقہے لگاتے ہیں۔

مرزا صاحب! شیعیت کو آپکے خلفاء کے باعث ان خطرناک راہوں سے گذرنا پڑا ہے

جہاں فراعنہ اسلام قدم قدم پر دار و رسن اور زہر و تلوار لیئے بیٹھے تھے اقتدار کے ان عفریتوں نے شیعوں کے خون سے اتنی ہولیاں کھیلیں ہیں آج جن کا ایک ہلکا سا تصور بھی ناممکن ہے یہ آدم خور شیعوں کی بو سونگھتے تھے اور اگر کسی پر شبہ بھی ہو جاتا تھا تو اس کی سزا موت کے علاوہ کچھ اور ممکن ہی نہ تھی ایسے بھیانک ماحول میں اگر بربنائے احتیاط وہ طریقہ کار اختیار کیا گیا۔ جس کا حدیث میں ذکر ہے تو یہ کون سا جرم ہے؟ صحیح ہے آپ کا مذہب تب تک احساس نہیں کر سکتا جب تک وہ خود بھی ایسے ہی مصائب سے دوچار نہ ہو۔ ؏

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے

اس حقیقت کا تھوڑا اندازہ آپ کے ہم مذہبوں کو ۷۱ء میں ہو چکا ہے اور وہ اس پر عمل بھی کر چکے ہیں مگر ظالم خدا کو اگر یاد رکھے تو ظالم کیسے باقی رہے؟

سرگذشت علی بن یقطین!

اب جس واقعہ کو ہم نقل کرنے جا رہے ہیں وہ انکشاف حقیقت میں ہمارا اور آپ کا ممد و معاون ثابت ہوگا۔ اور "کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ" کا فلسفہ سمجھ میں آجائے گا۔ بشرطیکہ سمجھنے کی کوشش بھی کی جائے۔

"محمد بن فضیل نے کہا علماء شیعہ میں اختلاف ہوا کہ وضو میں مسح پاؤں انگشتان سے شروع ہو کر بند کعبین تک ہو یا برعکس۔ علی بن یقطین نے امام ہمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں لکھا۔ جعلت فداک ہم لوگوں کے درمیان مسح میں اختلاف ہو رہا ہے حضورؑ دست مبارک سے اس مسئلہ میں تحریر فرما دیں

تاکہ اس کے بموجب عمل کیا جائے ۔ حضرت نے جواب میں لکھا تمہارا خط آیا وضو کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کا حال معلوم ہوا اس معاملہ میں جو تم کو امر کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تین مرتبہ مضمضہ تین دفعہ استنشاق کرو پھر تین دفعہ منہ دھوؤ اور ساتھ ہی موئے ریش کو حرکت دو پھر ہاتھوں کو تین مرتبہ کہنیوں تک دھوؤ ۔ مسح تمام سر کا اور کانوں کا اندر اور باہر سے کرو پھر پاؤں کو ٹخنوں تک تین تین مرتبہ دھو ڈالو ۔ یہی کرو اس کے خلاف ہرگز نہ کرو ۔ یہ فرمان علی کو پہنچا تو حیران ہوئے کہ ہیں ! یہ کیا کہ مسائل مجمع علیہ فرقہ حقہ کے خلاف حکم ہوتا ہے ۔ پھر کہا میرے مولا بہتر جانتے ہیں مجھکو بہر حال تعمیل حکم لازم ہے اور بموجب اس ارشاد کے وضو شروع کیا ـــــ انہی دنوں پھر کسی غماز نے ہارون (رشید) کے کان بھر کر پسر یقطین کے عقیدے میں رافضیت ہے وہ تمہاری خلافت کا قائل نہیں خلیفہ نے ایک خواص سے شکایت کی کہ ابن یقطین کی نسبت بار بار لوگ مجھکو شک میں ڈالتے ہیں کہ رافضی فاسد العقیدہ ہے ہیں اس کے کاروبار متعلقہ میں کوئی نقص نہیں پاتا چند بار پہلے اس کا امتحان بھی کر چکا ہوں ہر طرح کی تہمت سے اسکو بری پایا اب میں چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ پھر اس کا آزمودہ لوں مگر اسطرح کہ اسکو خبر نہ ہو کہ اپنے بچاؤ کی تدبیر نہ کرے اس نے کہا ان لوگوں کا وضو ہمارے خلاف خفیف اور ہلکا ہوتا ہے پاؤں نہیں دھوتے لاعلمی میں اسکے وضو کو دیکھو ہارون نے کہا ٹھیک ہے اس سے بخوبی حال کھل جائے گا کچھ عرصہ بعد ایک روز کام میں لگا یا تا اینکہ نماز کا وقت آگیا ۔ علی کو ایسا موقعہ پیش آتا تو سب سے علیحدہ ایک گوشہ میں جا کر وضو نماز کیا کرتے تھے ۔

اسوقت بھی ایک حجرے میں گئے ادھر ہارون انکی طاک میں بیرون حجرہ اسطرح کھڑا ہوا کہ وہ انکو دیکھے اور علیؑ خلیفہ کو نہ دیکھ سکے غرض پانی لیا اور وضو شروع ہوا تو وہی سُنیوں کا وضو تھا جو امام اپنے آخری خط میں تلقین کرچکے تھے ہارون کو یہ دیکھکر نرط مسرت سے یارائے ضبط نہ رہا بے تحاشہ سامنے آکر پکارا کذب یا علی من زعم انا من الرافضة۔ اے علی جو تم کو رافضی کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور عزت و اعتبار ان کا ہارون کے نزدیک زیادہ ہو گیا گھر پہنچے تو نامہ گرامی امام کا صادر ہوا تھا کہ اے علی اب وضو اپنا درست کر دیعنی بدستور منہ کو ایک مرتبہ دجوباً دوبارہ استحباباً دھوؤ ہاتھوں کو سیدھا کہنیوں سے سر انگشتان تک ایک ایک مرتبہ دھونا چاہیئے اور بقیہ رطوبت سے مقدم سر کا اور دونوں پاؤں کا مسح کرو۔ تحقیق کہ جو اندیشہ تمھارے حق میں تھا وہ اب زائل ہو گیا۔ والسلام..... داؤد بن زربی کو بھی اسی طرح کا ایک واقعہ منصور دوانیقی کے عہد میں پیش آیا" (العقد الناظم)

راوی نے معصوم سے شیعوں کی محبت و وفاداری کا جب تذکرہ کیا کہ ایسے شیعوں کو بمختلف جواب کیوں عنایت فرماتے ہیں؟ جب وہ آپ کی خدمت سے علیٰحدہ ہوتے ہیں تو ان میں اختلاف ہو جاتا ہے قال فاجابنی بمثل جواب ابیہ امام نے فرمایا کہ میں اپنے والد بزرگوار کی طرح جواب دیتا ہوں ـــــ آپ کے والد بزرگوار کس طرح کا جواب دیتے تھے؟ وہ اسی عبارت میں موجود ہے کہ تقیہ کی وجہ سے ـــــ جن چاہنے والوں کو جو کچھ اور جسطرح بتایا اس کیلئے ارشاد ہے کہ ان اخاف وابہ فھو لخیر لہ اعظم اجرا اگر وہ اسی سے وابستہ رہے تو وہی

ان کیلئے بہتر ہے اور اجر عظیم رکھتا ہے۔ (اصول کافی)

اگر حضرات اہلسنت قیاس اور اجماع وغیرہ سے استنباط کردہ مسائل کو اجر عظیم کا ذریعہ سمجھنے میں اپنے کو حق بجانب سمجھتے ہیں درانحالیکہ یہ راہیں یکسر باطل ثابت کی جا چکی ہیں تو پھر جہاں امام کے چاہنے والوں کو ہر آن موت کا سامنا رہتا ہو وہاں اگر مختلف جواب خطرات سے محفوظ رہنے کیلئے وقتی طور پر دیئے جائیں تو کیا مضائقہ ہے؟

۳۔ صاحبان امر (نبی اور امام) کا ہر حکم شرعی حیثیت رکھتا ہے اور جس کو جو حکم دیا گیا ہے اسی کا وہ مکلّف ہے اس لئے کہ منصوص من اللہ امام حکم دے رہا ہے جب عام مجتہدین کیلئے ان کل ما افتی بہ المفتی فھو حکم اللہ تعالیٰ فی حقہ (بیشک مفتی کا فتوی مقلد کے حق میں اللہ کا حکم ہے) صحیح اور درست ہے تو امام علیہ السلام کی ہستی تو ان سب کرور ہا درجہ بلند تھی مصلحت وقت کے مطابق اسے اختیار کلی ہے وہ جو حکم دے گا اسی میں اللہ کی خوشنودی اور مرضی کا انحصار ہے اور وہی حکم اجر عظیم کا حامل ہے ــــ اس مسئلہ کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ نماز ہر فرد مسلم پر واجب ہے اور اس نماز کی ایک ہیئت ہے اسی ہیئت کیساتھ معین رکعتیں ادا کرنا ہے مگر جس جس طرح کے مواقع پیش آتے رہیں گے نماز میں اسی طرح ترمیم ہوتی رہے گی۔ اگر سفر مانع بن گیا تو چار رکعت کو دو رکعت کر دیگا۔ اگر خوف دہراس مانع بن گیا تو نماز خوف کا حکم لاگو ہو جائیگا۔ اگر علالت مانع بن گئی تو شریعت اسلامیہ اسی طرح کی سہولتیں بھی فراہم کرے گی کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھکر

پڑھو۔ بیٹھکر نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ جاؤ اور اشاروں سے ادا کرو۔ گویا ہر منزل پر موانع نماز ہیئت مخصوصہ کو تبدیل کرتے رہے یعنی ایک مسئلہ نماز علل وعوارض کی بنا پر اختلافی شکل اختیار کرتا رہا مگر کوئی نماز غلط، باطل اور لغو نہیں کہی جا سکتی حالانکہ شکلا اور ہیئتہً ایک نماز دوسرے سے مختلف ہے مقصود باری ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہے جو ان اختلافات کے باوجود پورا ہو رہا ہے دیگر مسائل کی بھی یہی صورت ہے ـــــ بعینہ اسی طرح اگر خوف قتل وغیرہ علل وعوارض کی شکل اختیار کریں اور امام علیہ السلام جو حاکم شریعت ہیں اس خطرہ کا احساس کر کے اگر "تم سب ایک ہی نقطہ خیال پر جمع ہو جاؤ اور لوگ تم کو ہمارے گروہ سے سمجھنے لگیں تو اس سے ہم سب کی زندگی ختم ہو جائے گی"۔ ایک ہی مسئلہ کا مختلف آدمیوں کو مختلف جواب عنایت فرمائیں تو کیا مضائقہ ہے؟ یہ اختلافی بیان تو یہاں بھی تو موانع ہی کی وجہ سے دیا جا رہا ہے جب موانع مرتفع ہو جائیں گے علل وعوارض کا کلی استیصال ہو جائے گا تو پھر وہی ایک حکم باقی رہے گا جیسے رہنا چاہیئے۔

۴۔ اگر آپ اس حدیث کی معقولیت پر قہقہہ زن ہیں تو پروا نہیں مگر آپ کیا جواب دیجیئے گا اس غیر مسلم کو جو قرآن مجید کے ناسخ ومنسوخ پر اعتراض کرے گا۔ یا جب کوئی غیر مسلم مختلف ناسخ ومنسوخ شریعتوں کو دیکھکر یہ کہے کہ "یہ بھی کوئی اللہ ہے جو کبھی کچھ کہتا ہے کبھی کچھ"۔
"یہ بھی کوئی اللہ ہے جو کبھی کچھ حکم دیتا ہے اور کبھی کچھ"۔ جو جواب آپ اس غیر مسلم کو دیجیئے گا اسی جواب کو ہماری طرف سے "بسر وچشم" قبول کر لیجئے۔

[" (ترجمہ حدیث) جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکے جنازے پر تشریف لائے اس وقت عمر نے کہا یا رسول کیا آپ کو اللہ نے اس کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا پھر عمر نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ کو اللہ نے اس کی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کیا جانے میں نے کس طرح دعا کی. میں نے یوں دعا کی تھی کہ اے اللہ اس کے پیٹ میں آگ بھر دے اس کی قبر میں آگ بھر دے اسکو دوزخ میں پہنچادے پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر کر دیا جسکو ظاہر ہونے کو وہ برا سمجھتے تھے اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم آچکا تھا. مگر آنحضرتؐ نے اس پر عمل نہ کیا اور نہ مسلمانوں کو اسکی نماز پڑھنے سے روکا حالانکہ تبلیغ رسالت فرض تھی ...... اس روایت سے یہ بھی ثابت ہو گیا. کہ حضرت عمر منافقین سے سخت نفرت کرتے تھے۔"]

۲۔ منافق زندگی میں مسلم ہے مرنے کے بعد کافر لہٰذا مسلمان اس کے ساتھ زندگی میں وہی سلوک کریں گے جس کا مسلمانوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کہ وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے لہٰذا وہ ہر اس رعایت کا مستحق ہے جو کسی مسلمان کو دی جا سکتی ہے اس بنا پر اگر ہمارے ہادی عالم اس کی نماز جنازہ میں گئے تو درست ہے کیونکہ وہ بظاہر مسلمان ہے اس کا باطن کیا ہے کفر اللہ اور رسولؐ کا دشمن لہٰذا حضورؐ اس کے حق میں قانون عقلی و شرعی کا لحاظ کرتے ہوئے دعائے خیر کر ہی نہیں سکتے تھے اور چونکہ

اس نے حضور، مسلمانوں اور خود اللہ کو ستایا تھا ان لوگوں کا چھپا ہوا دشمن تھا لہٰذا دعائے بد کرنا کمال عدالت ہے اس نے اللہ سے جیسی تجارت کی ویسا ہی منافع بھی لے لیا۔ واللہ خیر الماکرین کی اس سے عمدہ عملی تفسیر اب اور کیا ہو سکتی ہے۔

لعنتوں کی برسات!

مرزا صاحب شاید یہ سمجھے ہیں کہ واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی گئے دعا کیلئے اور کر کے آئے بد دعا ـــــ اور پھر نماز میں بد دعا اور لعنت ـــــ یعنی چہ ـــــ؟ ان کی تشفی کیلئے میں چند ثبوت فراہم کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ یاد رکھ سکیں کہ نماز میں لعنتیں ہو سکتی ہے۔

حضورؐ نماز میں لعنتیں کرتے تھے!

"زہری سالم سے اور سالم اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ہادی عالمؐ صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع سے جب سر بلند فرماتے تھے تو یقول اللھم العن فلانا و فلانا و فلانا کہتے تھے کہ اے میرے اللہ تو لعنت کر فلاں پر فلاں پر فلاں پر (بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۶ و ۱۷ طبع مصر سنہ ۱۳۲۰ھ)

جناب امیرؑ معاویہ پر اور معاویہ جناب امیرؑ پر لعنت کرتا تھا!

"جناب امیر المومنین علیہ السلام صبح کی نماز کے قنوت میں فرماتے تھے اللھم لعن معاویہ و عمرا و ابا الاعور و حبیبا و عبد الرحمٰن بن خالد و الضحاک بن قیس و الولید ـــــ اور معاویہ قنوت میں جناب امیرؑ ابن عباس حضرات حسنینؑ اور مالک اشتر پر سب کرتا تھا۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ طبع مصر صفحہ ۱۳۳)

منزل ابھی دور ہے مگر رک کر دفع دخل کی صورت میں اس مقام پر ایک مسئلہ کیطرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ جناب سلام اللہ صدیقی صاحب اس مسئلہ لعنت پر اپنی رائے کا ان لفظوں میں اظہار فرماتے ہیں۔

"لیکن طبری ہی میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس رسم کا افتتاح حضرت علی نے کیا اور صفین کے بعد آپ نے ہی پہلے معاویہ پر لعنت بھیجی۔

اس کے بعد جب معاویہ نے سنا تو وہ بھی ایسا کرنے لگے ـــــ اہل سنت کے نزدیک یہ دونوں روایتیں وضعی اور مکذوبہ ہیں علی و معاویہ ایک دوسرے پر رحمتیں بھیجتے تھے، نہ کہ لعنتیں۔" (معاویہ صفحہ ۶۹ طبع لکھنؤ)

ان روایتوں کو وضعی اور مکذوبہ سمجھنا آسان ہے مگر کیوں؟ اس کا جواب اور اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کا پیش کرنا حضرات اہلسنت کیلئے جوئے شیر لانے سے زیادہ دشوار ہے۔ سلام اللہ صاحب نے کتنی چابکدستی سے مکذوبہ ہونے کا اعلان کر دیا کیا علمی دنیا میں کسی واقعہ سے انکار کرنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے اور کسی دلیل کی حاجت نہیں ہوا کرتی؟ چلئے ہم مانتے ہیں کہ ابتداء حضرت علی علیہ السلام نے کی اور جواباً معاویہ صاحب بھی لعنتیں برسانے لگے مگر صدیقی صاحب یہ بھی تو سوچنا ہوگا کہ جناب امیرؑ کی لعنت کس پر ہو رہی ہے اور معاویہ صاحب کی کس پر؟

حضرت علی علیہ السلام نے ان پر لعنت کی جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعنت کر چکے تھے چنانچہ امام حسنؑ نے ایک خطبہ میں عمرو اور مغیرہ کو گواہ بنا کر کہا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ رسول خدا نے شائق اور قائد (ابوسفیان اور معاویہ) پر لعنتیں کی تھیں

ان دونوں نے کہا ہاں۔ (نصائح کافیہ صفحہ ۹ طبع مظفری بمبئی، تطہیر الجنان برحاشیہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۳۰ طبع میمنیہ مصر ۱۳۲۴ھ و ابو الفداء جلد ۲ ترجمۃ المعتضد صفحہ ۵۷)

معاویہ صاحب پر ام المومنین عائشہ کی لعنت!

معاویہ صاحب نے جب جناب محمد بن ابی بکر کو شہید کر لیا اور جوش عداوت کم نہ ہوا تو ان کی نعش اطہر کو گدھے کی کھال میں رکھکر جلا دیا جب یہ خبر بد جناب ام المومنین عائشہ کو معلوم ہوئی تو کافی گریہ و زاری کی وقنتت فی دبر الصلوٰۃ تدعوا علیٰ معاویۃ و عمروا۔ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۶۰ در ذکر ۳۸ھ)

اور اس کے بعد ان کی یہ سیرت ہو گئی کہ نماز کے بعد معاویہ بن ابوسفیان اور عمرو عاص پر لعنتیں کرنے لگیں" ـــــ اور معاویہ صاحب کس پر لعنتیں کرتے تھے جناب امیر اور حضرات حسنین علیہم السلام پر: سلام اللہ صاحب یہ ہیں مباہلہ کے گواہ رسالت کے موئدین قرآن کی زبان میں صدیقین نفس رسولؐ صاحبان تطہیر، ساقی کوثر، سردار جوانان جنت وغیرہ خود غور کیجئے اس جوابی لعنت کے بعد معاویہ صاحب کا ٹھکانہ کہاں لگے گا؟ جن لوگوں پر حضور نے لعنتیں کی ہیں اگر جواب میں وہ بھی حضور .... کریں تو ان کا کیا حشر ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ من سب علیاً فقد سبنی جو علی کو گالیاں دے گا وہ مجھے گالیاں دے گا جو اس کو ستائے گا وہ مجھے ستائے گا...... وغیرہ۔ (ارجح المطالب و ذخائر العقبیٰ)

خداوند عالم نے ابولہب کو برا کہا ہے ظالمین، منافقین وغیرہ پر لعنتیں کی ہیں شیطان پر لعنتیں کی ہیں اگر یہ کفر و فجرہ سب کے سب خدا کے مقابلہ میں جوابی

تقریر شروع کر دیں تو کیا یہ کہہ کے یہ سب بری الذمہ ہو سکتے ہیں کہ اس رسم کا افتتاح خدا نے کیا ہے۔"؟

جناب معصومہ عالم کا ارشاد!

"رسول کریم صلعم کی اکلوتی مظلومہ بیٹی نے حضرت ابو بکر صاحب سے کہا تھا کہ

واللہ لادعون اللہ علیک فی کل صلوۃ اصلیھا۔

(الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری صفحہ ۲۳ طبع مصر)

"خدا کی قسم ضرور ضرور میں بد دعا کروں گی تیرے لیئے ہر نماز میں"۔

ہم نے جب یہ ثابت کر دیا کہ اثناء نماز میں اپنے دشمنوں پر لعنتیں کی جا سکتی ہیں تو نماز میت تو میت کیلئے اس کے حسب حال دعا ہی کا نام ہے اگر آنحضرتؐ نے عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر بد دعا کی تو کیا خرابی ہے اس کا نفاق اسی کا مستحق تھ۔

۳۔ اس روایت سے ہرگز اس کا ثبوت نہیں مہیا کیا جا سکتا کہ" اس منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم آچکا تھا"۔ اور اسی روایت پر منحصر ہے "منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم" کے ثبوت میں قرآن مجید سے بھی مدد نہیں حاصل کی جا سکتی۔ کیا حضرت عمر کے بار بار استفسار سے اس کا پتہ چل گیا؟ صحیح بخاری میں جو روایت موجود ہے اس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر نے رسالت و نبوت کی جناب میں سوء ادبی سے کام لیا اسلئے کہ انھوں نے آنحضرتؐ کا کپڑا پکڑ کر کھینچ لیا ان دونوں روایتوں سے اس امر کی وضاحت البتہ ہو گئی کہ حضرت عمر صاحب نہایت بیقراری سے یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ "کیا منافق کی بھی نماز جنازہ آپ پڑھتے ہیں" ہمارے خیال سے حضرت عمر کسی خاص

طمینان کے خواہاں تھے مگر حضور نے اپنے اس جواب سے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا
تو کیا جانے کہ میں نے کسطرح دعا کی۔ میں نے یوں دعا کی تھی کہ اے اللہ اس کے
پیٹ میں آگ بھر دے۔"

"فروع کافی میں اس روایت کے بعد ایک دوسری روایت بھی مذکور ہے
جس میں ایسا ہی واقعہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے"۔
اسکا جواب بھی وہی ہوگا جو اس کے قبل عرض کیا جا چکا۔

["نواں جرم........ (ترجمہ حدیث۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ
اللہ غضبناک ہوا ہے شیعوں پر اور مجھکو اختیار دیا گیا کہ یا تو اپنی جان دیدوں
وہ ہلاک ہو جائیں (یعنی ان دونوں میں سے جو چاہوں اختیار کر دوں) اب واللہ
میں اپنی جان دیکر ان کو بچاتا ہوں"۔۔۔۔ اس روایت نے یہ ثابت کر دیا کہ نصاریٰ
کے اعتقاد میں اور تم لوگوں کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں"۔]

بنی امیہ اور بنی عباس نے شیعوں پر ظلم کے کتنے پہاڑ توڑے ہم اس کے قبل اس کا
اظہار کر چکے ہیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دور حیات میں زمانہ اتنا پر آشوب ہو چکا
تھا کہ احتیاط کی تھوڑی سی کمی بھی موت کی آغوش میں پہنچا دینے کیلئے کافی ہوا کرتی تھی
اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگائیے۔ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہو چکی تو
حاکم وقت نے مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اگر کسی کو اپنا وصی
معین کیا ہو تو انھیں بھی قتل کر دو"۔ وہاں سے جواب آیا کہ پانچ اشخاص کے نام وصیت
فرمائی ہے، منصور، محمد بن سلمان عبداللہ و موسیٰ پسران آنحضرت اور حمیدہ خاتون۔

اس امر پر بھی دھیان رہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی کا بیشتر حصہ قید ہی میں گذرا اور وہیں شہادت ہوئی۔ میت مزدوروں کے حوالے کر دی گئی جو یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ ھذا امام الرافضۃ فاعرفوہ۔ یہ رافضیوں کا امام ہے اسے پہچان لو۔"

حکومت کے بے پناہ مظالم دولت کے ذریعہ دین کی خریداری کا کاروبار اور اس پر طرہ یہ کہ امام علیہ السلام کی مسلسل قید سخت کی زندگی نے کمزور دل شیعوں کو راہ ہدایت سے ہٹا کر حکومت کے عوامی مذہب کی طرف مائل کیا تھا جس سے دین خدا کا مختل ہونا ناگزیر ہو گیا تھا۔ شیعوں کی یہی صلاحیت اور حکومت کے مذہب کیطرف مڑ جانا وہ عظیم گناہ تھا جو قہر و غضب الٰہی کا باعث بنا اب دو ہی صورتیں تھیں یا یہ سب گمراہ ہو کر عذاب کے مستحق ہوتے یا امام علیہ السلام ان لوگوں کے دلوں کو آب ہدایت سے دھو کر ان کو پھر راسخ العقیدہ شیعہ بناتے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ امام علیہ السلام حکومت وقت کی خونخوار نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے تھے اور آخر میں درجۂ شہادت پر فائز ہوتے امام علیہ السلام نے ان شیعوں کی گمراہی کا دور کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا اور اس کی پرواہ نہیں کی کہ مجھ پر کیا گذرے گی آخر نتیجہ وہی ہوا جس کا علم امام علیہ السلام کو پہلے ہی سے تھا۔ اس سلسلہ میں امام علیہ السلام نے قید خانہ سے ایک شخص کو جو خط لکھا ہے اس کے چند جملے نقل کیئے جا رہے ہیں ان کے دیکھنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام علیہ السلام قید میں رہ کر کس طرح ہدایت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اپنے ایک شیعہ ہی کو امام تحریر فرماتے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور جو کچھ تجھ کو لکھتا ہوں اس کو نااہلوں کے آگے ظاہر نہ کر اور اپنے پیشواؤں کو مبتلائے فتنہ و مصائب مت کر۔

......تجھکو چاہئے کہ ولایت اہلبیت کے عروۃ الوثقیٰ سے تمسک ہو اور سلسلہ وار یکے بعد دیگرے اماموں کا قائل ہو اور ہر ایک وصی کا بعد وصی کے اعتقاد کیے ان کے احکام کا اذعان اور قول و فعل پر راضی ہو اور زنہار کہ مذہب شیعہ کے سوا دوسرا مذہب اختیار نہ کرے ہرگز ان لوگوں کے دین مذہب میں شامل نہ ہونا کیونکہ یہ خائن ہیں۔"

(العقد الناظم)

حدیث کا اصل مقصود یہی ہے جو ہم نے بیان کیا مرزا صاحب نے یا تو واقعی حدیث کا مفہوم سمجھا ہی نہیں یا پھر عمداً عوام الناس کو جہل مرکب میں مبتلا کرنے کیلئے مفہوم حدیث کو پامال کرنے کی سعی ناکام فرمائی۔

["دسواں جرم۔ تم لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ غیر مسلم مرد و عورت کا ستر دیکھنا یعنی برہنہ دیکھنا جائز ہے جس طرح کسی جانور کا ستر دیکھنا گناہ نہیں ہے جیسے گدھے وغیرہ کا۔ دیکھو یہ تمہاری معتبر اور مستند کتاب فروع کافی کتاب الزی والتجمل صفحہ ۶۱ پر موجود ہے (ترجمہ حدیث) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان ہو اس کی شرمگاہ کا دیکھنا ایسا ہے جیسے گدھے کی شرمگاہ کو دیکھنا۔"]

مرزا صاحب ہمارا جواب سننے سے پہلے ذرا اپنی صحیح بخاری پڑھ لیجئے جناب موسیٰ علیہ السلام پر اہلسنت کا عظیم بہتان!

"حضرت ابوہریرہ نے جناب پیغمبر اسلام سے روایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل برہنہ نہایا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ستر کو دیکھتے تھے اور جناب موسیٰ علیہ السلام تنہا نہایا کرتے تھے تو ان لوگوں نے سمجھا کہ جناب موسیٰ کو فتق کی بیماری ہے (اسی لئے

وہ ہمارے ساتھ نہیں نہاتے) ایک بار حضرت موسیٰ نہانے گئے اور کپڑے اتار کر پتھر پر رکھدیئے پتھر ان کپڑوں کو لیکر بھاگا۔ اور جناب موسیٰ (برہنہ) اس پتھر کا تعاقب کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے کہ اے پتھر میرے کپڑے (دیتا جا) یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے جناب موسیٰ کو اسی حالت میں دیکھا تو ان کی سمجھ میں بات آئی کہ حضرت موسیٰ کو کوئی بیماری نہیں ہے پھر پتھر رک گیا جناب موسیٰ نے کپڑے لیے اور پتھر کو مارا۔" (دیکھئے بخاری جلد اول صفحہ ۳۹ کتاب الغسل و لباب التاویل جلد ۵ ص ۲۲۳ و صحیح مسلم جلد اول ص ۱۵۴ وغیرہ)

اس روایت سے نہ صرف جناب موسیٰ کی توہین ہے بلکہ اللہ جل شانہ حضور سرور کائنات ہر ایک کی توہین کی گئی ہے۔

کیوں مرزا صاحب آپ کو......... کا شہتیر نظر آیا۔

مولوی محمد ماہ عالم صاحب (سنی) کا بیان!

"اوائل اسلام میں مجمع عام میں زمانہ میں ننگا ہونا جائز تھا لیکن قوت اسلام کے بعد سخت ممانعت ہو گئی۔"

حضرت عمر صاحب کی نظر دور بین!

"قصہ مغیرہ میں طبری و واقدی و مالک بن اوس بن الحدثان کی عبارت۔ (ایک شیعہ نے) دکھائی جس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت فاروق نے ارشاد فرمایا کہ (اے مغیرہ) تو بڑا بے فکر احریص جماع اور کبیر خرا ہے فقال لہ عمر انک الفارغ القلب شدید الشبق طویل الغرمول۔ اس روایت کے

دکھانے سے یہ منشا تھا کہ ان (عبداللہ) کے باپ (حضرت عمر) نے مغیرہ کو ایسا بے حجاب دیکھا کہ اس کے عضو .... تک کی طوالت ظاہر کر دی۔"

حضرت عبداللہ بن عمر کی حالت!

وفی الحدیث عن ابن عمر انہ نظر الیٰ غوامیل رجال فی الحمام فقال اخرجونی

اور حدیث میں ابن عمر کی روایت ہے کہ انھوں نے حمام میں .... دیکھے تو فرمایا مجھے یہاں سے نکالو۔"

(ملاحظہ ہو ردہفوات شیعہ المعروف بہ تنزیہہ الانساب صفحہ ۸۳ طبع نور المطابع لکھنؤ)

یہ روایت میں نے اسلئے نقل کر دیئے تاکہ ناظر بصیر اندازہ لگا سکے کہ جب اس ماحول میں بدتہذیبی کی اتنی غلاظت اچھل رہی تھی تب شیعہ اپنے معصوم اماموں کی قیادت میں تہذیب و تمدن اسلامی کے سانچے میں ڈھل رہے تھے ــــ اور ان کو ایسے لغویات سے قطعی طور پر روک دیا گیا تھا ــــ امام علیہ السلام کے سامنے ایک سوال پیش کیا گیا کہ ان حماموں میں غیر مہذب جنکو غیرت و تہذیب چھو کر بھی نہیں گذری وہ لوگ برہنہ رہتے ہیں اگر کسی شخص کی نظر اچانک ان پر پڑ جائے تو کیا گناہگار ہوگا اس کا جواب امام علیہ السلام نے دیا ہے کہ مثل نظرک الیٰ عورات الحمار جیسے گدھے کی شرمگاہ پر تمھاری نظر پڑی یعنی کوئی گناہ نہیں اگر دنیا میں انصاف پسند طبائع کا وجود ہے تو صاف اور سیدھی بات کو جرم کی شکل میں پیش کرنے کے جرم میں خود مرزا صاحب کو مجرم قرار دیں گے۔

[۲] "تم لوگوں کے اس عقیدے سے بڑھکر قیامت خیز عقیدہ کہ جس کو سن کر دنیائے

تہذیب میں ہلچل پڑ جائے گی کہ امام بھی معاذ اللہ نورہ لگا کر لوگوں کے سامنے برہنہ ہو جاتے تھے اور ستر پوشی کے واسطے صرف نورہ کافی سمجھتے تھے دیکھو فروع کافی صفحہ ۱۶۱ (ترجمہ حدیث) امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھے وہ حمام میں بغیر ازار کے نہ جاوے راوی کہتا ہے کہ ایک دن امام حمام میں داخل ہوئے اور نورہ لگایا (یعنی چونا اور ہڑتال) جب نورہ ان کے بدن پر لگ گیا تو ازار پھینک دی تب ان کے غلام نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تم تو ہم کو ہر وقت اس کے پہننے کا حکم کرتے ہو اور تم نے اپنے بدن سے ازار اتار دی تو امام نے فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ نورہ نے ستر کو ڈھک لیا۔"]

۱۔ مرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ "امام بھی معاذ اللہ نورہ لگا کر لوگوں کے سامنے برہنہ ہو جاتے تھے اور ستر پوشی کے واسطے صرف نورہ کافی سمجھتے تھے" خالص کذب بیانی ہے جس کو صداقت و دیانت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔

۲۔ حمام کبھی کبھی خالی بھی ہوا کرتا ہے خصوصاً جب کوئی ذی اثر شخصیت حمام میں آتی ہے تو عوام خود بھی حمام کے اندر جانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام جب حمام کے اندر تشریف لے گئے تو کسی کو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی تاریخ میں واقعہ آج بھی موجود ہے کہ امامت کا رعب ایسا تھا کہ ہشام بن عبدالملک حجر اسود تک اژدہام کی وجہ سے نہیں پہنچ پایا مگر امام زین العابدین علیہ السلام جب استلام حجر اسود کیلئے تشریف لے گئے تو مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا۔ چنانچہ ہشام کو ایسا رشک پیدا ہوا کہ اس نے امام کو پہچاننے سے بھی انکار کرنا

چاہا جس کا جواب بروقت جناب فرزدق نے دیا یہ قصیدہ آج بھی موجود ہے اٹھا کر دیکھ لیجئے اس حق بیانی کو عبد الملک نے جرم بنا کر فرزدق کو قید کر دیا۔

۳۔ مالکان حمام خود بھی اس کا خیال رکھتے تھے کہ جب کوئی معزز شخصیت حمام کرنے کی غرض سے آتی ہے تو وہ انکو مقدم سمجھتے ہیں بلکہ اوروں کو اندر جانے نہیں دیا جاتا۔

۴۔ کتب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام علیہ السلام کے پاس ذاتی حمام بھی تھا جسمیں کسی دوسرے آدمی کی موجودگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ اسکے باوجود امام علیہ السلام لنگی پہن کر داخل حمام ہوتے ہیں اور جب تک نورہ لگا نہیں لیتے لنگی نہیں اتارتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کو تنہائی میں بھی برہنگی ناگوار تھی اور اسی وجہ سے جب تک نورہ لگا نہیں لیا تنہائی میں بھی لنگی کو بدن سے علیحدہ نہیں کیا یہ شبہ نہ ہو کہ غلام حمام میں موجود تھا کیوں کہ مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں۔

"ازار پھینک دی تب ان کے غلام نے کہا" ازار اتارنا نہیں لکھا ہے پھینکنا لکھا ہے اور غلام کو اطلاع ازار پھینکنے کے بعد ہوئی۔ یہ عموماً ہوتا ہے کہ تر زمین میں کپڑے کو خراب ہونے سے بچانے کیلئے اتارے کپڑے باہر پھینک دیئے جاتے ہیں غلام حمام سے باہر تھا۔ ازار پھینکنے پر اسکو اطلاع ہوتی چنانچہ غلام نے اس پر بھی سوال کیا کہ تنہائی میں بھی برہنہ ہونا چاہیئے کہ نہیں امام نے بتایا کہ تنہائی میں بھی ازار نہیں اتار اگیا تھا۔

زیر نظر حدیث میں خواہ مخواہ کا اعتراض بھی نہیں پیدا کیا جا سکا مرزا صاحب کی اس بے بسی پر بڑا افسوس ہے تہذیب آل محمد سے بہتر تہذیب کا تصور ہی محال ہے جناب مرزا صاحب موصوف کو دنیائے تہذیب میں ہلچل ڈالنے والے مسائل کی تلاش ہے لہٰذا دنیائے تہذیب میں ہلچل ڈالنے والے

چند مسائل بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ یہ مسائل ہم حاجی حافظ محمد یوسف صاحب جے پوری کی تالیف حقیقۃ الفقہ طبع برقی پریس دہلی سے نقل کرتے ہیں (تہذیب ملاحظہ ہو)

۱۔ نمازی گریبان کیطرف سے شرمگاہ کو دیکھے تو نماز فاسد نہیں ہے

(ص۱۵۳ بحوالہ درمختار جلد ا ص۱۹۰ عالمگیری جلد ا ص۷۹)

۲۔ جس عورت کو مرد طلاق رجعی دے چکا ہو اگر نماز میں اس کی فرج دیکھے تو نماز فاسد نہیں۔ (ص۱۵۴ بحوالہ عالمگیری جلد ا ص۷۹)

رُخ ہے کعبہ کو مگر ..... پہ نظر ہے تیری
کچھ خبر تجھکو نہیں عقل کدھر ہے تیری

۳۔ جانور یا مردہ کم عمر لڑکی سے جمع کرے اور انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔

(ص۱۴۰ بحوالہ درمختار جلد ا ص۸۰)

۴۔ زندہ یا مردہ جانور یا کم عمر لڑکی سے جماع کیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

(ص۱۳۹ بحوالہ درمختار ص۸۳ جلد ۱)

۵۔ چوپایہ کی فرج یا مرد سے جماع کرے اگر انزال نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں۔

(ص۱۵۷ بحوالہ درمختار جلد ا ص۵۱۲۔ عالمگیری جلد ا ص۲۹۲، ہدایہ جلد ا ص۸۹۳)

۶۔ مردہ عورت سے وطی کی چھوٹی لڑکی یا بہیمہ سے وطی کی .... تو روزہ فاسد نہیں۔ (بحوالہ درمختار جلد ا ص۵۱۵)

۷۔ عورت سے وطی کرنے میں دونوں مقاموں کو ایک کر دیا تو اس عورت کی ماں اس پر حرام نہیں ہوگی۔ (بحوالہ عالمگیری جلد ا ص۱۳)

اب یہ مسئلہ عـ۸ـبـ پڑھئے۔

۸۔ جس عورت کی فرج شیشہ یا پانی کی آڑ سے دیکھی تو اس عورت کی ماں مرد پر حرام ہوگی۔ (بحوالہ درص ۱۵۶ بحوالہ درالمختار جلد ۲ ص ۳ او عالمگیری جلد ۲ ص ۱۴)

یہ ہے مہذب مذہب جس کے عمدہ مسائل آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں اگر ان مسائل سے دنیائے تہذیب میں ہلچل نہیں پیدا ہو سکتی تو تہذیب ایک بے معنی لفظ ہوگا اور بس۔ مرزا صاحب انتظار فرمائیں آئندہ بھی ہم ایسے ہی چند مسائل سے حسب موقع تواضع کریں گے۔

["اس سے بھی زیادہ حیرت و تعجب میں ڈالنے والی بات کہ امام معصوم یہ فرمائیں کہ اگر انسان بالکل برہنہ ہو جائے اور سامنے کے ستر کو ہاتھ سے چھپائے تو کافی ہے اور پیچھے کا ستر قدرتی طور پر خود بخود چھپا ہوا ہے وہاں ہاتھ رکھنے کی حاجت نہیں دیکھو فروع کافی ص ۶۱ (ترجمہ حدیث) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ ستر دو ہیں ایک آگے اور ایک پیچھے پیچھے کا ستر دونوں سرینوں میں خود بخود مستور رہے سامنے کے ستر پر ہاتھ رکھ لے۔"]

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس حدیث پر کونسا اعتراض وارد ہو سکتا ہے اضطراری حالت میں انسان جبکہ برہنہ ہو تو فطری طور پر دونوں ہاتھ آگے ہی کی ستر پوشی کیلئے بڑھیں گے اسلئے کہ پیچھے کی شرمگاہ واقعی طور پر قدرتاً پوشیدہ رہتی ہے اور اگلا حصہ چھپانے کیلئے ایک ہاتھ ناکافی ہے دونوں ہاتھوں سے چھپانے کی ضرورت ہے یہ مسئلہ اس مجبور شخص کیلئے بیان کیا گیا جس کے پاس پردہ پوشی

کا کوئی ذریعہ نہ ہو مرزا صاحب تو عقل کے پیچھے لٹھ لئے ہیں انکو کون سمجھائے۔

["گیارہواں جرم تم لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ بلا ضرورت کسی فائدے کیلئے جھوٹ بولنا بھی تقیہ اور سنت انبیاء ہے دیکھو اصول کافی کتاب الایمان والکفر میں کہ یہ اعلیٰ ترین عبادت ہے اور دین کے دس حصے بتلاتے ہیں ان میں نو حصے جھوٹ بولنے میں۔ جھوٹ نہ بولے اس کو بے دین بے ایمان کہتے ہیں جھوٹ بولنا خدا کا دین کہلاتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور ائمہ علیہم السلام کا دین لکھا گیا ہے"]

۱۔ جی ہاں مرزا صاحب ہم نے اصول کافی دیکھی واقعی اس میں تقیہ کیلئے بہت کچھ ثواب لکھا ہے۔ ہم آپ کے اعتراض کا جواب دیں گے مگر آپ اعتراض کرتے وقت ذرا لفظوں کو دیکھ لیا کیجئے۔ ...... حافظہ نہ باشد کی مثل ابھی خارسی داں طبقہ کو یاد ہے۔ آپ کا یہ گرامی قدر ارشاد۔ "کہ بلا ضرورت کسی فائدہ کیلئے جھوٹ بولنا بھی تقیہ اور سنت انبیاء ہے"۔ عقل سے بالاتر ہے" بلا ضرورت" اور پھر" فائدہ کیلئے" اس عبارت کا معجون مرکب بنا رہا ہے خیر اتنا تو آپ اپنی عبارت سے خود سمجھ لیجئے کہ جب ضرورت ہو تو تقیہ جائز ہے ورنہ "بلا ضرورت" کی قید لگانے کا مفہوم آپ بتلائیں۔

—— آپکے فرمان "جو جھوٹ نہ بولے اسکو بے دین بے ایمان کہتے ہیں"۔ پر ہم آپ سے بلا تکلف مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرآن مجید کا اعلان ہے۔ مرزا صاحب کچھ تو خدا کا خوف کیجئے۔ مر کر خدا کو ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا —— اگر آپ اپنی اس عبارت کو شیعوں کی کسی کتاب

میں دکھا دیجئے تو آپ جو انعام مانگیں گے دیا جائے گا۔ اور اگر نہ دکھا سکئے تو ادبہ کی آیت پڑھکر لیجئے اور بردم کر لیجئے گا۔ ہم تاریخی حقائق کی روشنی میں انبیاء کے تقیہ کے ثبوت فراہم کریں تو گناہگار اور حضرات اہلسنت انبیاء کو خطاکار، غیر معصوم، بندہ ہوس اور (معاذاللہ) جھوٹا کہیں تو معصوم۔

ع خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد

برادرانِ اہلسنّت کے ہاں جھوٹ بولنا واجب ہے!

امام غزالی نے کتاب الجہاد میں سنّی مذہب کا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ جھوٹ بنفسہ حرام نہیں ہے بلکہ اکثر اوقات جھوٹ بولنا واجب ہوتا ہے۔ اور اکثر مقامات میں سچ سے بہتر اور بعض جگہ جائز۔ (احیاء العلوم غزالی جلد ۳ ص۲)

شیخ سعدی کا ارشاد!

شیخ شیرازی کا یہ مقولہ آج بھی ضرب المثل ہے "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" اس سے قبل ہم سنی عقائد میں یہ رقم کر چکے ہیں کہ آپکے مذہب نے جناب ابراہیم علیہ السلام پر تین جھوٹوں کا الزام لگایا ہے اور اسی قسم کے واقعات کو پھر پڑھ لیجئے۔ ثبوت تقیہ کے سنی کتب سے حوالے نوٹ کرتے جائیے۔

۱۔ وقد ابیح الکذب فی اظہار الکفر فی التقیۃ۔ تقیہ کی حالت میں کفر کا اظہار اور جھوٹ بولنا جائز اور مباح ہے۔

(کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل جلد ۴ ص۶)

۲۔ التقیۃ جائزۃ الیٰ یوم القیامۃ۔ تقیہ قیامت تک جائز ہے۔

(در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۶ سورہ آل عمران و صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۲۳ میمنیہ مصر سنہ ۱۳۲۰ھ)

۳۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ التقیۃ جائزۃ للمومنین الی یوم القیامۃ۔ یعنی تقیہ مومنین کیلئے قیامت تک جائز ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۲۴ھ)

اچھا ہے مرزا صاحب آپ تقیہ نہ کریں اسلئے کہ تقیہ کو امام رازی نے مومنین کرام کیلئے مخصوص کر دیا۔ آپ اپنے کو الگ رکھیئے ہم خوش ہمارا خدا خوش۔

۴۔ لا دین لمن لا تقیۃ لہ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۲ حدیث نمبر ۵۲۰ طبع حیدر آباد)

وہ آدمی بے دین ہے جو تقیہ کا قائل نہیں" ملا علی متقی سنی نے فیصلہ کر دیا کہ جو تقیہ کا قائل نہیں وہ مومن نہیں بلکہ بے دین و دہریہ ہے ملا صاحب سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ جب قائل تقیہ بے دین ہے تو جب کوئی کسی مومن و دیندار کو تقیہ پر طعن و تشنیع کرے تو آدمی کو کیا کہا جائے گا؟۔

۵۔ "چونکہ تین برس تک دعوت اسلام مخفی رہی اور کفار کے ڈر سے اعلانیہ نماز پڑھنا ممکن نہ تھا اسلئے صرف رات کو دیر تک نماز پڑھتے رہنے کا حکم تھا"

(سیرۃ النبی شبلی حصہ اول جز دوم ص ۱۰۸)

دعوت اسلام مخفی رہی ___ ؟ کفار کے ڈر سے اعلانیہ نماز پڑھنا ممکن نہ تھا ___ اپنی جگہ مستقل سوال ہیں جن کا جواب ہم مرزا صاحب سے لینا چاہتے ہیں

نیز مرزا صاحب یہ بھی بتا دیں کہ یہ تقیہ نہیں تو کیا ہے؟

۶۔ مورخ ازدی جنگ یرموک کے حالات میں لکھتا ہے کہ:-

"جب رومیوں کی فوجیں یرموک میں اتریں تو وہ لوگ جاسوس بنا کر بھیجے جاتے تھے جو وہیں کے رہنے والے تھے اور مسلمان ہو گئے ان لوگوں کو تاکید تھی کہ اپنا اسلام ظاہر نہ کریں۔" (الفاروق شبلی ج ۲ صفحہ ۱۰۲)

عرب کے مشہور بہادر حضرت حمزہ سید الشہداء نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی اعلانیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔"

(الفاروق شبلی جلد ا ص ۲۶)

"تحفہ اثنا عشریہ (فارسی) .... جس زمانہ میں لکھی گئی ہے شیعوں کا بڑا زور تھا جس کے باعث مصنف غلام (شاہ صاحب) نے اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کیا۔ غلام حلیم لکھا۔ جو ان کا تاریخی نام ہے۔

(لباب المعارف العلمیۃ ص ۱۴۶)

"سنہ ۴۰ھ میں جب معاویہ کا عامل بسر بن ارطاۃ حجاز و یمن پر قبضہ کرنے مدینہ آیا تو اس نے اپنے خطبہ میں یہ الٹی میٹم دیا کہ بنو سلمہ کو صرف اسی حالت میں امان دی جائے گی کہ جابر میرے پاس حاضر ہو کر معاویہ کی بیعت کریں۔ جابر نے ام المومنین ام سلمہؓ سے جا کر مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں کیا کیا جائے انھوں نے مشورہ دیا کہ بیعت کر لو اور میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بیعت کی رائے دی ہے۔ جابر نے کہا کہ اسطرح تو گمراہی پر بیعت ہوگی۔ بی بی ام سلمہ نے فرمایا مگر کیا کیا جائے مجبوری ہے چنانچہ جابر بسر بن ارطاۃ کے پاس آئے اور معاویہ کی بیعت کر لی۔"

تقیہ پر حضرت عمر کا عمل!

۱۰۔ "حضرت عمر اس قدر خود رفتہ ہوئے کہ مسجد نبوی میں جاکر اعلان کیا کہ جو شخص یہ کہیے گا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی اس کو قتل کر ڈالوں گا...... ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تھا اس لئے حضرت عمر نے مصلحتہً اس خبر کے پھیلنے کو روکا۔" (الفاروق شبلی حصہ اول صفحہ ۱۵ طبع دہلی)

۱۱۔ "مصعب بن عمیر نے اپنے اسلام کو اپنی ماں اور اپنی قوم کے خوف سے پوشیدہ رکھا۔" (استیعاب بر حاشیہ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۱)

مَلک کا تقیہ!

۱۲۔ "چوں قریش بدر غار رسیدند فرشتہ بصورت آدمی بر در غار دیدند کہ ایستادہ باایشاں گفت کہ ہیچکس در اینجا نیست۔"

(روضتہ الصفا جلد دوم طبع نولکشور صفحہ ۲۹۸ در ذکر ہجرت)

"یعنی جب کفار قریش حضور کریمؐ کو تلاش کرتے ہوئے غار ثور کے دہانے تک پہنچے تو ایک فرشتہ کو آدمی کی صورت میں غار کے دہانے پر کھڑا پایا اس آدمی نما ملک نے ان سبھوں سے کہا کہ اس جگہ تو کوئی نہیں ہے۔"

جناب عمار کا تقیہ ــــــ مفسر بیضاوی کا فیصلہ!

"جناب عمار یاسر جب روتے ہوئے ہادی عالمؐ کی خدمت میں پہنچے تو حضورؐ نے ان کی آنکھوں سے آنسو خشک کئے اور رونے کا سبب پوچھا تو جناب عمار نے

"آپ بیتی" سنا ڈالی کہ کفار مکہ نے ان کے والدین کو قتل کر ڈالا اور چونکہ جناب عمار نے وہ کہدیا جو کفار مکہ ان سے کہلوانا چاہتے تھے لہٰذا ان کو چھوڑ دیا یہ سمجھے کہ کلمہ کفر زبان پر جاری ہونے سے میں کافر ہو گیا اسلئے رو رہے تھے حضورؐ نے فرمایا ان عادوا فعد لھم بما قلت مطمئن رہو اگر وہ لوگ پھر وہی کچھ کہلوانا چاہیں جو کہلوا چکے تو تم پھر اسی طرح کلمہ کفر کہہ دینا ——— مفسر بیضاوی فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ وھو دلیل علیٰ جواز التکلم بالکفر عند الاکراہ، یہ فرمان نبوت اس امر کی دلیل ہے کہ جب بھی انسان مجبور کیا جائے تو وہ دل میں ایمان کو پوشیدہ کر کے زبان پر کلمہ کفر جاری کر سکتا ہے (تفسیر بیضاوی جلد ا ص۴۵۲)

ہادی عالم کا تقیہ! ———————

روی انہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستر النبوۃ ویدعوا الی الاسلام فی السر ثلاث سنین...... فلما مضت النبوۃ ثلاث سنین نزل قولہ تعالیٰ فاصدع بما تومر فاظھر اللہ عوۃ الی الاسلام" (تاریخ خمیس جلد ا ص ۲۸۸ سنہ ۱۳۰۲ھ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم تین سال تک پوشیدہ طور پر لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے جب تین سال گذر چکے اور فاصدع بما تومر کا حکم آ چکا تب دعوت اسلام کھلم کھلا دی جانے لگی۔

جناب موسیٰ کا تقیہ!

بث فیھم ثلثین سنۃ ثم خرج الی مدین عشر سنین ثم عاد الیھم یدعوھم الی اللہ ثلثین ثم بقی بعد الغرق خمسین سنۃ (تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

یعنی جناب موسٰی علیہ السلام تیس برس فرعونیوں کے درمیان رہے پھر دس برس کیلئے شہر مدین کیطرف نکل گئے اس کے بعد پھر فرعونیوں کی طرف واپس لوٹ آئے اور کامل تیس برس تک ان کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے اس کے بعد جب فرعون غرق ہوا تو موسٰی علیہ السلام پچاس سال مزید زندہ رہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جناب موسٰی علیہ السلام جیسے جلالی پیغمبر فرعونیوں کے درمیان ایک دو سال نہیں بلکہ مکمل تیس سال تک تقیہ کے عالم میں رہے اور مدین سے واپس ہونے پر اپنا تقیہ چھوڑا ——"

۱۶۔ جناب حزقیل کا تقیہ!

قرآن مجید نے انکو مومن آل فرعون کہا ہے اور ان کے تقیہ کا قرآن نے ان واشگاف لفظوں میں تذکرہ کیا ہے ورجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ زندگی بھر جناب حزقیل تقیہ میں رہے اسی وجہ سے فرعون آپ کو کسی طرح کی اذیت یا تکلیف نہ پہونچا سکا۔ اس دیندار نے ظلمت کفر کی آندھیوں میں ایمان کے روشن چراغ کو بچانے کیلئے تقیہ کے نورانی فانوس کو کبھی ترک نہیں کیا۔

۱۷۔ جناب شعیب کا تقیہ!

ان شعیبا علیہ السلام فی اول امرہ کان یخفی دینہ وملن ھبہ نتوھموا انہ کان علیٰ دین قومہ

(تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۳۸۱ طبع مصر)

"شعیب علیہ السلام نے شروع میں اپنے دین و مذہب کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ لوگ جناب شعیب کو اپنے مذہب کا آدمی سمجھنے لگے۔"

ان حقائق، سیرت انبیاء، صلحاء اور مومنین کے عمل اور قرآن مجید کے بیان کے بعد بھی مرزا صاحب یا ان کا مذہب تقیہ پر طعن کرے تو ہم ناراض نہ ہوں گے سیرت انبیاء کردار صلحاء و مومنین اور قرآن کے بیان کی خلاف ورزی کر کے جنت میں بھیٹر تو نہیں کر پائیگا۔ یہ دنیا ہمارے لئے ہمیشہ قید خانہ رہی ہے اور آپ کیلئے جنت یہ آپکی خوش قسمتی ہے۔

۲۔ مرزا صاحب کو ہم سے شکوہ تھا کہ ہم تقیہ نہ کرنیوالے کو بے دین بے ایمان کہتے ہیں"۔ میرے خیال سے اب موصوف کا شکوہ ختم ہوگیا ہوگا اسلئے کہ منکرین تقیہ کو خود دیانتدار سنی بھی بے دین و بے ایمان سمجھنے میں عار نہیں محسوس کرتے جیسا کہ ملا علی متقی کی کتاب کنز العمال کا حوالہ میں نے پیش کیا ــــ تقیہ کن لوگوں کا دین ہے ہم ثابت کر چکے ان حقائق کو نہ ماننا ہٹ دھرمی اور تعصب کے علاوہ اور کیا ہے۔

["ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تقیہ اللہ کے دین

میں سے ہے میں نے کہا اللہ کے دین میں سے ہے امام نے فرمایا ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین میں سے ہے اور بہ تحقیق یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ اے قافلہ والو تم چور ہو حالانکہ اللہ کی قسم انھوں نے کچھ چرایا نہ تھا اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں بیمار ہوں حالانکہ وہ اللہ کی قسم بیمار نہ تھے (اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۸۳)

اس حدیث سے .... معلوم ہوا کہ تقیہ کا نام جھوٹ بولنے کا ہے کیونکہ ایک آدمی نے چوری نہیں کی تھی اس کو امام نے چور کہا...... اور ایک شخص بیمار نہ تھا اس کو امام نے بیمار کہا امام اس کو تقیہ کہتے ہیں ہم نے تمہارے سامنے اصول کافی کی پہلی حدیث جو عمیر عجمی سے مروی ہے اور کافی کے صفحہ ۴۸۱ پر ہے جسمیں تقیہ کرنے کی تاکید ہے سوائے دو چیزوں میں تقیہ نہ کرنے کی بڑی تاکید سے ممانعت ہے اور نبیذ پینے اور موزوں پر مسح کرنے میں...... یوں تو دنیا بھر کے گناہوں کا ارتکاب جائز ہو مگر یہ دونوں کام جائز نہ ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا مگر۔

استبصار کے مصنف اپنی کتاب استبصار میں لکھتے ہیں کہ ایک دوسری روایت میں ان دونوں کاموں میں بھی تقیہ کرنے کی اجازت ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے استبصار کی عبارت درج ذیل ہے (ترجمہ عبارت) اور تیسری بات یہ ہے کہ امام نے یہ مراد لی ہوگی کہ میں ان کاموں میں کسی سے تقیہ نہیں کرتا جب تک کہ جان یا مال کا خوف نہ ہو معمولی تکلیف برداشت کر لیتا ہوں اور ان کاموں میں (یعنی نبیذ اور موزوں پر مسح) تقیہ اس وقت جائز ہے جبکہ خوف شدید جان یا مال کا ہو۔"

........اس استبصار کی عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت
دنیاوی سے بھی جھوٹ بول دینا بھی تقیہ ہے نہ تقیہ کے واسطے مصلحت دینی
شرط ہے نہ حالت خوف جیسا کہ ابوبصیر والی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بہ تحقیق یوسف پیغمبر علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے قافلہ
والو تم چور ہو حالانکہ اللہ کی قسم انھوں نے کچھ چرایا نہ تھا اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ
میں بیمار ہوں حالانکہ وہ اللہ کی قسم بیمار نہ تھے۔ یہ سب حضرت یوسف علیہ السلام
پر افترا ہے ..... یوسف علیہ السلام نے انکو چور نہیں کہا بلکہ کسی اور نے کہا تھا اور
اس نے بھی شاید بطور استفہام کہا ہو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ
یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے (انکم لسارقون) کہا تھا یہ ظاہر ہے کہ
قرآن کے خلاف ہے .... اور سفید جھوٹ کو بے گناہوں پر چوری کا الزام لگایا
اسی کو امام نے تقیہ فرمایا جو موجب ثواب عظیم ہے اور دین کے دس حصوں میں سے نو
حصے اس تقیہ میں ہیں .... حضرت ابراہیم نے بلاشک اپنے کو بیمار کہا تھا
اور درحقیقت انکو اس وقت رنج و غم کی بیماری تھی دیکھو تفسیر قرآن ...
آپ تقیہ پر چراغپا ہو رہے ہیں حالانکہ آپ کے مذہبی عالم بر بنائے تقیہ
جھوٹ بولنے پر بھی راضی ہیں اور جو اس کی خلاف ورزی کرے اس کا انکار کرے
سنی علماء اس کو بے دین اور گمراہ کہتے ہیں مفسر بیضاوی اور ملا علی متقی کے
نقل کر چکے ہیں اگر آپ واقعی سنی ہیں تو انکے اقوال کو تسلیم کیجئے......."
رہ گیا مسئلہ جھوٹ بولنے کا تو آپکی اطلاع کے لئے مزید عرض کیا جاتا ہے

آپ کا مذہب اس کا پوری طرح حمایتی ہے امام غزالی کا بیان اس سے قبل گذر چکا اب آپ مزید اور ملاحظہ کیجئے۔

"پس نہیں صادر ہوا یہ ابراہیم سے یعنی اطلاق کذب کا اوپر اس کے مگر بیچ حالت شدت خوف کے واسطے بلند ہونے درجے اس کے کے۔ نہیں تو بس کذب ایسی جگہوں میں جائز ہے اور کبھی واجب ہوتا ہے واسطے اٹھانے اخف دو فردوں کے واسطے دفع کرنے بڑے ضرر کے .... کذب اگرچہ قبیح ہے لیکن کئی جگہوں میں اچھا ہوتا ہے اور یہ جگہ ان میں سے ہے"

(صحیح بخاری کی شرح فیض الباری پارہ ۱۳ ص ۹۳ مطبع محمدی لاہور)

اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خوف کی وجہ سے جھوٹ بولے۔

۲۔ سنی مذہب میں ترقی درجات کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔

۳۔ بھاری نقصان سے بچنے کیلئے جھوٹ بولنا سنی مذہب میں واجب ہوتا ہے۔

۴۔ کذب کی دو قسمیں ہیں، کذب ضار اور کذب نافع۔ تو کذب ضار بہر حال قبیح ہے کئی جگہوں میں جو کذب اچھا ہوتا ہے وہ کذب نافع ہے۔

۵۔ سنی مذہب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کذب کا الزام عائد کیا۔

۶۔ حضرات اہلسنت والجماعت کی طرح شیعیت میں دین اور دنیا دو الگ الگ چیزیں نہیں قرار دی گئی ہیں اور نہ یہ دو ہیں لہٰذا یہاں دینی مصلحت اور دنیاوی مصلحت کی مغائرت نہیں ملے گی یہاں جو مصلحت ہوگی وہ دینی ہی ہوگی اور

یہی دین اسلام کی تعلیم بھی ہے اسی لئے الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے اور اسی لئے۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام اسلام میں جوگی ازم نہیں ہے انبیاء کرام کا مذاق اڑانا ان کی توہین و تذلیل اور ان پر ناروا حملے کرنا برادران اہلسنت ہی کا کام ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم جناب یوسفؑ ہی کی بابتہ سنّی عقیدہ کی ایک چیز نقل کر چکے ہیں جناب داؤد اوریا ہادی عالم اور زینب بنت جحش کے بارے میں جھوٹی شرمناک کہانیاں اور افسانے آپ ہی کے گھر کی چیزیں ہیں۔ ہم تو ان واقعات کو بھی نقل کرنا باعث شرم سمجھتے ہیں تعجب ہے کہ آپ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایسے ذلیل حملے کرنے کے بعد بھی پارسا بننے کی کوشش فرما رہے ہیں لیکن "من خوب می شناسم پیران پارسا را" آپ کے کرتوت ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ہم آپ کو ہر لباس میں پہچان لیں گے۔

۲۔ جناب یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کو میں آپ کو سمجھا کر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تقیہ ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو فرمایا وہ سب درست اور بجا ہے آپ اپنی سمجھ کا قصور تسلیم نہیں کرتے یہ سب سے بڑا قصور ہے قرآن کا بیان ہے۔

فلما جھزھم بجھازھم جعل السقایۃ فی رحل اخیہ ثم اذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون۔ "پھر جب مہیا کر دیا ان کا سامان (غلہ) رکھدیا ایک کٹورا اپنے بھائی کی بوری میں پھر پکارا ایک پکارنے والے نے کہ اے قافلہ والو! ہو نہ ہو تم ہی چور ہو۔"

قالوا تاللہ لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض وما کنا سارقین۔ وہ بولے بخدا تم کو معلوم ہے کہ ہم نہیں آئے کہ فساد پھیلادیں ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے"۔ قالوا فما جزاءہ ان کنتم کاذبین۔ انھوں نے کہا اچھا کیا سزا (چور کی) اگر تم جھوٹے ہوئے"۔ قالوا جزاءہ من وجد فی رحلہ فھو جزائہ کذالک نجزی الظالمین۔ بولے اس کی سزا یہ ہے کہ جس کی بوری میں کٹورا پایا جائے وہ آپ ہی اس کا بدلہ ہے اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں ظالموں (یعنی چوروں کو) فبدا باوعیتھم قبل وعاء اخیہ ثم استخرجھا من وعاء اخیہ پھر شروع کی یوسف نے تلاشی یعنی ان کے شلیتوں کی اپنے بھائی کے شلیتے سے پہلے اپنے بھائی کے شلیتے سے"۔ کذالک کدنا لیوسف ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک الا ان یشاء اللہ نرفع درجات من نشاء۔ یوں ہم نے تدبیر بتائی یوسف کو۔ وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو اس بادشاہ کے قانون میں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں"۔

(ترجمہ محمد عاشق الٰہی سنی دیوبندی)

اسی بیان سے حسب ذیل امور ثبوت کو پہنچتے ہیں!

۱ پیالہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی نے اپنے بھائی بنیامین کے تھیلہ میں رکھا تھا۔ اور بوقت تلاشی انھیں نے نکالا بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آواز بھی حضرت یوسف ہی نے دی تھی اور اگر ان قرائن کو نظر انداز کر کے ہم فرض کریں کہ کسی دوسرے

آدمی نے انکم لسارقون کی آواز بلند کی تھی تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ کسی دوسرے
آدمی کو آواز دینے پر کس نے مامور کیا۔ کیا وہ بغیر حکم شاہی کے اعلان کرنے پر تیار ہو
گیا تھا۔ اور پھر یوسف خاموش بھی رہے اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ کوئی آدمی بغیر حکم
جناب یوسف کے اعلان کرنے لگا تھا تو پھر اعتراض ہوگا کہ جب حضرت یوسف
علیہ السلام وہیں موجود تھے اور ان کو یہ اعلان نامنظور تھا تو اسکو منع کیوں نہ
فرمایا؟ بہر حال وہ پکارنے والے حضرت یوسف ہوں یا حضرت یوسف کے
حکم سے اعلان کیا گیا ہو یا انکم لسارقون کی آواز سن کر حضرت یوسف اس پر
راضی رہے ہوں ان تمام صورتوں میں اس آواز انکم لسارقون کے ذمہ دار حضرت
یوسف قرار پائیں گے۔ لہٰذا امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ "ولقد قال
یوسف۔ بتحقیق یوسفؑ نے کہا تھا" صحیح اور درست ہے۔

مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ "یوسف علیہ السلام نے ان کو چور نہیں کہا بلکہ کسی اور
نے کہا تھا اور اس نے بھی شاید بطور استفہام کہا ہو" لغو اور مہمل ہے۔ مولوی
محمد عاشق الٰہی سنی دیوبندی کے ترجمہ نے جب یہ بتا دیا کہ پیالے کے رکھنے
والے خود جناب یوسفؑ اور تلاشی لینے والے اور مال برآمد کرنے والے بھی حضرت
یوسفؑ تو پھر آواز دینے والا کون ہو سکتا ہے؟ اور جب دوسرا آدمی فرض کر لیا
جائے تو کیا اس دوسرے آدمی کا اعلان اس کا اپنا ذاتی فعل ہوگا؟ "شاید
بطور استفہام کہا ہو" کا بھی جواب نہیں۔ انکم لسارقون جیسے جملہ میں انَّ
اور لام تاکید کی موجودگی میں بھی "شاید بطور استفہام" کا کونسا محل ہے۔

صحیح ہے ہماری عداوت نے بہت سی عقلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے اب انہیں اعتراض کرنے کا بھی سلیقہ نہیں رہ گیا۔

۲۔ مولوی محمد عاشق الٰہی صاحب دیوبندی حاشیہ قرآن مجید پر لکھتے ہیں کہ

"بنیامین کو گلے لگا کر کہا کہ میں ہی تمہارا بھائی یوسف ہوں اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ مجھکو اس مرتبہ پر پہنچا دیا اور تم کو مجھ سے لا ملایا بنیامین یہ معلوم کر کے مصر ہوئے کہ میں آپکے پاس سے ہرگز نہ جاؤں گا تو یوسف نے یہ تدبیر ظاہر کی کہ میں بار برداری کے وقت تمہارے حصہ کے غلّہ میں اپنا پانی کا کٹورہ رکھوا دوں گا اور تلاشی کے بعد جب تم چور سمجھے جاؤگے تو ظاہرداری کے طور پر تمکو مجرم قرار دے کر سزاءً تمہیں کو رکھ لوں گا۔"

اسی چیز کو امام فخر الدین رازی نے لکھکر اس کو حیلہ کہا ہے اور پھر لکھا ہے کہ علیٰ هذا التقدیر لم یتألم قلبه بسبب هذا الكلام فخرج عن كونه ذنبا۔ یعنی اس حیلہ کی وجہ سے جو حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین نے کیا تھا بنیامین کے دل کو انکم لسارقون کے جملہ سے کوئی تکلیف نہیں پہونچی لہٰذا یہ اعلان کوئی گناہ نہیں ہے۔

۳۔ مولوی محمد عاشق الٰہی صاحب دیوبندی یہ بھی لکھتے ہیں کہ :-

"حضرت یوسف کا ان بھائیوں کو چور کہلوانا جھوٹ نہ تھا خود یوسف کو باپ کی چوری سے بیچ ڈالا تھا چور تو بن ہی چکے تھے"۔

اسی چیز کو امام فخر الدین رازی نے بھی لکھا ہے ۔ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۱۵۱
طبع مصر) ملاحظہ فرمائیے انکمر اسار قون کا اعلان حضرت یوسف کے حکم ہی سے
ہوا تھا عاشق الٰہی صاحب خود اس کا اقرار فرما رہے ہیں ۔

آپس کا یہ مشورہ جس کو امام رازی نے "حیلہ" کہا ہے سوچنا ہوگا کہ وہ حیلہ جناب یوسف علیہ السلام کا ذاتی فعل تھا یا اس کا تعلق خداوند عالم سے تھا تاکہ ساری بحث ہی ختم ہو جائے اس کا جواب خود قرآن مجید نے دیدیا کہ " کذلک کدنا لیوسف یوں ہم نے تدبیر بتائی یوسف کو "۔ یعنی اس حیلہ کا پروگرام جس پر بعد میں جناب یوسف اور انکے بھائی بن یامین وغیرہ نے عمل کیا اللہ تعالیٰ ہی کا تیار کردہ پروگرام تھا ۔ سُنّی اسی الٰہی تدبیر کو حیلہ کہتے ہیں اور شیعہ تقیہ پھر مرزا صاحب کو اعتراض کرنے کا حق کہاں سے پہنچتا ہے جبکہ تقیہ وہ الٰہی ہتھیار ہے جسکی قائل عملی طور پر تو ساری دنیا ہے مگر قولاً شیعوں کے ساتھ سمجھدار برادران اہلسنت بھی شریک ہیں لہٰذا آپ نوٹ کر لیجئے کہ

(۱) تقیہ دین الٰہی ہے (۲) اور اس تقیہ کا حکم خداوند عالم نے دیا تھا نیز سارا پروگرام بھی اسی نے مرتب کیا تھا ۔ (۳) اگر کوئی مسلمان اس الٰہی پروگرام پر اعتراض کرے گا تو وہ خارج از دین اور مرتد ہو جائے گا ۔ (۴) منکر تقیہ اور امام علیہ السلام کے قول کا جو مضحکہ اڑائے گا وہ قرآن کا باغی ہوگا اسلام کا مجرم ہوگا ۔

(۵) تقیہ بیشک دین میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی لئے دین کے نو حصہ کو تقیہ کے ماتحت قرار دیا گیا اگر تقیہ محل واجب پر کیا جائے تو خود دینداری کا وجود ختم ہو جائیگا پھر نماز ، روزہ ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کا کیا سوال ۔۔۔ لہٰذا اگر تقیہ کو موجب

ثواب عظیم بتایا گیا دین خدا کہا گیا اور یہ کہا گیا کہ" دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ اس تقیہ میں ہیں"۔ تو صحیح، درست اور بجا کہا گیا اس لئے کہ دین کا وجود ظاہری دینداروں ہی کے وجود سے مستلزم ہے اور تقیہ دیندار کی حفاظت کرتا ہے۔

۶۔ ہمارے اس بیان سے تمام غلط فہمیوں کو دور کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ عمداً اپنے کو جہل مرکب میں مبتلا کیا گیا ہو۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو کچھ کیا وہ حق اور بربنائے تقیہ بحکم الہٰی کیا۔ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ عین حق۔

۴۔ مرزا صاحب" ایک شخص بیمار نہ تھا اس نے اپنے کو بیمار کہا...... حضرت ابراہیم نے بیشک اپنے کو بیمار کہا تھا اور درحقیقت انکو اسوقت رنج و غم کی بیماری تھی دیکھو تفسیر قرآن"۔ آپ کا یہ ارشاد و اضطراب اور پریشانی کی غمازی کر رہا ہے جب حضرت ابراہیم رنج و غم کی بیماری میں مبتلا تھے تو مذہب اہلسنت والجماعت نے ان پر کذب کا الزام کیوں لگایا؟ اسمٰعیل بخاری صاحب نے جناب ابراہیم علیہ السلام پر ثلاث کذبات (تین جھوٹوں) کا الزام لگایا گیا۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ ابراہیمؑ کی دشمنی سے مذہب اہلسنت والجماعت کو کیا ربط ہے؟ آپ نے رنج و غم کی بیماری میں تفسیر قرآن کا حوالہ دیا ہے سنی تفسیر یا شیعہ۔ آپنے یہ بتانے کی زحمت گوارہ نہ فرمائی سائل (راوی) نے اپنی سقیمہ سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کو کوئی جسمانی عارضہ اور بیماری تھی امامؑ نے جسکی نفی فرمائی ہے جو صحیح ہے اور یہی حضرات اہلسنت نے بھی سمجھا اسی لئے انھوں نے اسکو کذب کہا رنج و غم کی بیماری کی تاویل لطیف ہم نے کی ہے

و تو یہ ہے جو تقیہ کی ایک قسم ہے۔ ورنہ جو مذہب کذب کا بے بنیاد الزام لگا چکا ہو اسکو
لطیف اور مبنی بر حقیقت تاویل پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے
ہم عقل و نقل، قرآن و حدیث، تاریخ و سیرت انبیاء و ائمہ، مومنین اور صالحین سے
تقیہ کا ثبوت پیش کر چکے مرزا صاحب جس کے نہ صرف منکر ہیں بلکہ ہم پر طعنہ زن بھی ہیں
اس ثبوت کے بعد کہ حضرات اہلسنت والجماعت تقیہ کے قائل ہیں حضرات اہلسنت
شیعوں کو مطعون کریں تو یہ انکی غیرت ہی کا تقاضا ہو سکتا ہے جو حدیث ابن ابو عمیر
سے منقول ہے اور جو اصول کافی کے صفحہ ۴۸۱ پر ہے اس کے آخر میں ہے کہ "والتقیہ
فی کل شئی الا فی النبیذ والمسح علی الخفین" اور تقیہ ہر چیز میں ہے سوائے
نبیذ اور موزوں پر مسح کرنے کے"۔ بظاہر اس حدیث اور استبصار کی حدیث
میں ٹکراؤ نظر آتا ہے مرزا صاحب جس کا مذاق اڑانے میں فخر محسوس کر رہے ہیں بات بالکل
سامنے کی ہے۔ سمجھنے کیلئے دقت نظر کی بھی دشواری نہیں۔
شراب بے بنیاد دنیا کے کسی مذہب و ملت میں نہ واجب و فرض اور نہ اس کا ترک باعث
عذاب ہے وہ عرب جو اس لال پری کے دیوانے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا شراب تھی
ان میں بھی ایسے لوگوں کا وجود ملتا ہے جنہوں نے اس کافر (شراب) کو کبھی منہ نہیں لگایا
اب بھی اکثر مذاہب میں شرفاء ایسے ملیں گے جو نہ صرف شراب نہیں پیتے بلکہ شراب خمر کو
اپنی جگہ حرام جانتے ہیں اسلئے اگر کوئی شیعہ شراب نہیں پیتا تو اس سے کوئی یہ نہیں
کہہ سکتا ہے کہ تم شراب نہیں پیتے تو شیعہ معلوم ہوتے ہو اگر کوئی بدعقل یہ کہہ بھی دے
تو شیعہ بڑی آسانی سے جواب دے سکتا ہے کہ دنیا کے ہر مذہب و ملت میں ہزارہا

افراد ایسے ہیں جو شراب کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو کیا وہ سب شیعہ ہیں؟ جب شراب کا نہ پینا شیعیت کی دلیل ہے نہ اسلام کا نشان تو اس میں تقیہ کی کیا ضرورت؟

رہا مسح خفین یعنی موزوں پر مسح کرنا تو یہ مسئلہ بھی حضرات اہلسنت والجماعت میں اختلافی ہے اور جو قائل ہیں مسح خفین کے وہ بھی اختیار کے قائل ہیں یعنی انسان کو اختیار ہے موزوں پر مسح کرے یا نہ کرے ظاہر ہے شیعوں کو مسح خفین میں غیر مسلموں سے تقیہ کی کبھی ضرورت نہیں پیش آئیگی جب بھی تقیہ ہوگا تو اپنے ان برادران یوسف سے جو شیعوں کے وجود کو بھی برداشت نہیں کر سکتے اور جب مسح خفین کا تقیہ صرف انھیں سے ہے تو شیعہ بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں موزوں پر مسح اس لیے نہیں کر رہا ہوں کہ میرا تعلق اہلسنت کے اس گروہ سے ہے جو خفین کے قائل نہیں ہیں یا جواب دے سکتا ہے کہ مسح خفین چونکہ اختیاری مسئلہ ہے لہٰذا ہماری مرضی ہم موزوں پر مسح کریں یا نہ کریں سنیت سے خارج نہیں ہو سکتے بہر حال مسح خفین کے انکار سے بھی شیعیت گرفت میں نہیں آسکتی لہٰذا یہ مورد بھی تقیہ کا نہیں رہ گیا لہٰذا امامؑ کا ارشاد درست اور بجا ہے

۲۔ استبصار کی روایت خوف شدید کی وجہ سے ان چیزوں میں بھی تقیہ کو جائز قرار دیتی ہے وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے۔ ایک شخص تلوار لیکر کھڑا ہو گیا کہ "شراب پیو ورنہ قتل کر دوں گا" ظاہر سی بات ہے کہ اب تقیہ اس پر فرض ہو جائے گا۔ یا اسی طرح کوئی خونخوار خواہ مخواہ موزوں پر مسح نہ کرنے سے جانی یا مالی گزند پہنچانے پر آمادہ ہے تو یہاں بھی تقیہ کا محل پیدا ہو جائے گا۔ اسی لئے معصوم نے عند الخوف الشدید

کی قید لگا دی ہے۔

[وہ (ابان بن تغلب) کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ میرے باپ (یعنی امام محمد باقر علیہ السلام) یہ فتویٰ دیتے تھے کہ باز اور بحری جس جانور کو قتل کرے وہ حلال ہے اور بنی امیہ سے تقیہ کرتے تھے اور میں، بنی امیہ سے تقیہ نہیں کرتا اور وہ حرام ہے جو باز اور بحری نے قتل کیا ہو (فروع کافی جلد ۲) ..... اس روایت سے واضح ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظاہر فرمادیا کہ میرے پدر بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام جو فتویٰ دیتے تھے کہ باز اور بحری جس جانور کو قتل کرے وہ حلال ہے چونکہ امام جعفر صادق علیہ السلام اس اس مسئلہ میں اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام کے مخالف تھے اس لئے انھوں نے اپنے والد امام معصوم کی غلطی پر تقیہ کا پردہ ڈال دیا اور یوں فرمایا کہ بنی امیہ کے خوف سے وہ بطور تقیہ فتویٰ دیتے تھے۔ کیا امام معصوم اور مفترض الطاعۃ کی یہی شان ہے کہ وہ مسلمانوں کو مردار گوشت کھانے کا حکم فرمائیں...... امام کو اس مسئلہ کے بیان کرنے میں کیا خوف تھا جبکہ بنی امیہ کے دور میں اور بھی مشاہیر علماء و فقہا موجود تھے جو باز اور بحری کے مارے ہوئے جانور کی کراہیت کا فتویٰ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر اور مجاہد اور ضحاک اور سدی اور ابن عمر کا یہی مذہب تھا۔"]

(۱) تقیہ کی ضرورت، اہمیت اس کا وجوب اور اصل دین ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں اب کسی بھی نہج سے تقیہ کا مذاق اڑانا بے دینی اور دہریت کی علامت ہوگی۔

ـــ امام محمد باقر علیہ السلام نے بنو امیہ سے تقیہ کی بنا پر مذکورہ چیزوں کی حلت کا فتویٰ دیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بنی امیہ سے تقیہ نہیں کرتا

اور وہ حرام ہے" دونوں فتوے درست ہیں اسلئے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا زمانہ بنی امیہ کا تھا اور وہ سب ان چیزوں کو کھاتے تھے لہٰذا ان سے تقیہ ضروری تھا اور امام جعفر صادق؏ کا زمانہ بنی عباس کا تھا لہٰذا بنی امیہ سے اب تقیہ کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ گئی تھی اس لیے امام جعفر صادق؏ نے فرمادیا کہ وہ حرام ہے۔ مرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ۔ "اس مسئلہ میں اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام کے مخالف تھے" سفسطہ اور بہتان ہے مرزا صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر امام محمد باقر علیہ السلام کو تقیہ کرنا مقصود نہ ہوتا تو وہ بھی حرمت ہی کا فتویٰ دیتے اور اگر امام جعفر صادق؏ کو تقیہ کرنا ہوتا تو وہ بھی حلت ہی کا حکم فرماتے ایک امام معصوم دوسرے کے مخالف نہ تھے بلکہ شاہان زمانہ دین اسلام کے مخالف تھے ضرورت تھی ان شاہان زمانہ کے مکر و زور اور مخالفت سے اپنے اور اپنے چاہنے والوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کو بچا کر دین خدا کی تبلیغ کی جائے۔ تقیہ کا حربہ دین نے دیندار کو اسی لیے دیا۔ ہمارے امام مفترض الطاعۃ معصوم ہوتے ہیں وہ کبھی غلطیوں کا ارتکاب نہیں کرسکتے غلطیوں پر ڈالے ہوئے پردوں کا نام تقیہ نہیں ہے بلکہ غلط کار مکار انسانوں کی شیطنیت سے بچا کر اپنے کو دین خدا کی پابندی کے لیے زندہ رکھنے کیلئے دین نے جو چادر رحمت دینداروں کی عنایت کی ہے اس کا نام تقیہ ہے جیسا کہ ہم ثابت کرچکے ہیں۔

اکل میتہ اور مذہب اہلسنت!

بحمداللہ شیعیت ان لغویات سے کوسوں دور ہے مردہ خوری کی رسم مرزا صاحب کے مذہب میں البتہ ہے یہ ان کی محبت ہے کہ اپنے دستر خوان پر۔ ہم کو بھی مدعو کرنا چاہا۔

مگر ہم ان سے معذرت خواہ ہیں اسلیئے کہ ہمارے مذہب میں حرام اشیاء کے کھانے سے سختی سے ممانعت کی گئی ہے ہاں آپ بخوشی "دریا کا مردہ خواہ خود مر جاوے خواہ شکار سے مر جائے" "مینڈک" "کچھوا" "آبی کتا" وغیرہ نوش فرمایئے امام مسلم نے ان چیزوں کو حلال کر دیا ہے اس کے قبل حوالے گذر چکے ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

۱۔ "جو کوا مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہو وہ حلال ہے۔"

(ملاحظہ ہو درمختار جلد ۴ صفحہ ۲۱۷، عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۲۱۸، شرح وقایہ صفحہ ۵۵۴)

اور مزید خوشخبری سنیئے کام و دہن چٹخارے لینے لگیں گے۔

۲۔ "چمگادڑ اور اُلّو کا گوشت حلال ہے" (ملاحظہ ہو عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۲۱۸۔ بحوالہ حقیقۃ الفقہ مؤلف حافظ محمد یوسف صاحب جے پوری طبع دہلی صفحہ ۱۶۷)

["امام محمد باقر علیہ السلام کے لیے جو اللہ کی طرف سے عہد نامہ نازل ہوا تھا اس عہد نامہ میں تقیہ کی سخت ممانعت تھی چنانچہ اصول کافی میں ہے ترجمہ (حدیث) امام زین العابدین نے عہد نامہ اپنے بیٹے امام محمد باقر علیہ السلام کو دی۔ انھوں نے مہر توڑی تو اس میں یہ مضمون پایا کہ لوگوں سے حدیث بیان کر اور فتویٰ دے۔ اور اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اس لیے کہ تجھ پر کوئی قابو نہ پائے گا۔" اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے خاص ممانعت تھی بلکہ ان کو یہ حکم تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو۔"]

مرزا صاحب جس حدیث کو ممانعت تقیہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

ہم اسی حدیث کو اثبات تقیہ میں پیش کرتے ہیں حدیث میں ہے کہ ۱۔ حدیث بیان کرو ۲۔ فتویٰ دو ۳۔ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو ۴۔ تم پر کوئی قابو نہیں پائے گا۔ امام کا ہر عمل حکم تھا حدیث بیان کرتے تھے۔ فتویٰ دیدیتے تھے ولا تخافن الا اللہ اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے اس لیے بغیر خوف لومتہ لائم آپ تقیہ بھی فرماتے تھے اس لیے کہ یہ بھی اللہ ہی کا حکم تھا جس پر عمل کرنا امام کو واجب تھا اور حدیث کا آخری فقرہ لا سبیل لاحد علیک تم پر کوئی قابو نہیں پائے گا جب تم مصلحت و نزاکت زمانہ کے پیش نظر تقیہ سے کام لو گے تو کوئی دشمن خدا و رسول تم کو ستا نہیں سکتا تو جسطرح حدیث کا بیان کرنا فتاویٰ کا دینا حکم خدا ہے اسی طرح برمحل تقیہ سے کام لینا بھی اللہ کا ہی حکم ہے ـــــ امام علیہ السلام کا تقیہ کر لینا اللہ کے حکم کی تعمیل تھی اگر تقیہ نہ کیا جاتا تو البتہ حکم الہٰی سے بغاوت ہو جاتی ـــــ اس سلسلہ میں آپ کی دوسری حدیث کا بھی یہی جواب ہے قبول فرمائیے گا۔

["ابو بصیر کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں آئی ان کے پاس ام خالد اجازت چاہتی تھی ان کے پاس آنے کی تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسکی باتیں سنے میں نے کہا ہاں تو امام نے اسے اجازت دی تو کہا ابو بصیر نے تو بٹھایا مجھے اپنے پاس مسند پر امام نے۔ ابو بصیر نے کہا پھر وہ آئی اور اس نے باتیں شروع کیں تو وہ عورت بلیغ تھی پھر پوچھا اس عورت نے ان دونوں کا حال (یعنی شیخین کا) تو امام نے کہا ان دونوں سے محبت رکھ اس عورت نے کہا کہ جب میں اپنے رب کے سامنے جاؤں گی تو یہ کہدوں گی کہ تم نے مجھ کو ان دونوں سے محبت

رکھنے کا حکم کیا تھا امام نے کہا ہاں اس عورت نے کہا کہ یہ شخص جو تیرے پاس مسند پر بیٹھا ہے ان دونوں سے بیزاری کا مجھ کو حکم دیتا ہے (اور کثیر النواء ان دونوں کی محبت کا حکم کرتا ہے) ان دونوں میں کون تمہارے نزدیک افضل اور احب ہے امام نے کہا یہ شخص واللہ زیادہ محبوب ہے مجھکو کثیر النواء اور اس کے اصحاب سے بے شک یہ جھگڑا کرتا ہے اور کہتا ہے۔

"اور جس نے نہ حکم کیا اس پر جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں" اصول کافی کتاب الروضہ ص۱۰۹

اس روایت سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے نہایت تصریح اور تاکید کے ساتھ حضرات شیخین کی محبت رکھنے کا حکم کیا اور جب ام خالد نے یہ کہا کہ میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمہارا حوالہ دوں گا کہ تم نے مجھ کو شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا ہے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے اتنی بڑی ذمہ داری کو قبول کیا...... اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ امام کے اصحاب سے کثیر النواء تھا...... تم لوگوں کو اس روایت میں تاویل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کہ امام نے بطور تقیہ یہ حکم دیا تھا...... اس ایک عورت کا کیا خوف تھا جس کی وجہ سے امام ایسا جھوٹا حکم بیان کرتے...... ابو بصیر جو اس مسئلہ میں امام کا مخالف تھا اور حضرات شیخین سے عداوت رکھتا تھا اس کو امام علیہ السلام نے ام خالد کی گفتگو میں اس لیے شریک کیا کہ اس کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہو جائے اور وہ اپنے اس عقیدہ فاسدہ سے توبہ کرے...... اگر ابو بصیر کا قول امام کے نزدیک حق ہوتا تو امام اس کی مخاصمت نہ فرماتے۔ یخاصم کا جو لفظ فرمایا اس سے ظاہر ہو گیا کہ ابو بصیر کے قلب میں مرض تھا۔"[1]

۱. ابو بصیر امام علیہ السلام کے نزدیک معتبر اور موثق صحابی تھے چند مسائل کی

دریافت کی ضرورت کے ماتحت وہ پہلے سے امام علیہ السلام سے گفتگو فرما رہے تھے۔ جب ام خالد آئی تو اسکو اندر جانے سے روک دیا گیا اور جب تک ابو بصیر مسائل پوچھتے رہے وہ عورت باہر ہی کھڑی رہی اس حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے مگر نہ معلوم کس مصلحت کے ماتحت مرزا صاحب نے اس کا ذکر نہیں کیا جب مسائل پوچھ چکے تو امام نے ان سے خود ہی دریافت فرمایا کہ کیا تم ام خالد کی گفتگو سنو گے؟ جب ابو بصیر نے اثبات میں جواب دیا تو وہ بلائی گئی۔ امامؑ نے ابو بصیر کو اپنی مسند پر اپنے پہلو میں جگہ عنایت فرمائی پھر گفتگو ہوئی اس سے ابو بصیر کی عظمت و منزلت کو اس عورت اور اس عورت جیسی فکر و نظر کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا مقصود تھا ام خالد کا باہر روکا جانا اور پھر امامؑ کا اس سے یہ فرمانا "ان سے محبت کرو" یہ بتاتا ہے کہ عورت کس نظریہ کی حامل تھی اور اس کا مذہبی رجحان کس طرف تھا۔ لہٰذا تقیہ کے طور پر اس سے وہی کہدیا گیا جو وہ چاہتی تھی اور جو اس کا منشأ تھا آپکی نظر میں یہ ایک عورت تھی اور بس آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر ایک عورت کے پیچھے پوری قوم ہوتی ہے خوف اس ایک عورت کا نہیں ہوتا بلکہ اس قوم کا ہوتا ہے جس کی نمائندہ یہ عورت ہوتی ہے۔

تقیہ کی وجہ سے کعبہ کو بنائے ابراہیمی نصیب نہ ہو سکی!

چنانچہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ صاحبہ سے ارشاد فرمایا کہ "تمہاری قوم نے کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر نہیں بنایا" اس کے جواب میں ام المومنین نے ارشاد فرمایا کہ "اب آپ اس کو دہیں بنا دیں"۔ قال لولا حدثان قومك بالكفر لفعلت۔ ہادی عالم نے فرمایا اگر تمہاری قوم کے کافرانہ خطرات کا خوف

نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا اور اس میں دو دروازے شرقی اور غربی بناتا"۔

(ملاحظہ ہو موطا امام مالک صفحہ ۱۴۲ ماجاء فی بناء الکعبۃ و مقدمہ ابن خلدون حصہ اول صفحہ ۳۸۷ طبع مصر ۱۳۲۶ھ)

اس بیان کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ اب تقیہ پر لب کشائی کی جرأت نہ کی جائے گی۔

۲۔ لیکن جب ام خالد کی گفتگو مبالغہ آمیز ہو گئی اور اس نے یہ کہا کہ یہی میں خدا سے کہوں گی تو امام نے "نعم" ہاں کہکر ایسی صورت پیدا کر دی جسکی وجہ سے حقیقت حال سے وہ عورت واقف بھی ہو جائے اور کسی طرح کا خطرہ بھی نہ پیدا ہونے پائے پہلی بات تو یہ بتائی کہ کثیر النواء سے میں ابو بصیر کو محبوب رکھتا ہوں دراصل ابو بصیر کی محبوبیت کا اعلان ابو بصیر کی راست گوئی اور صداقت کا اعلان اور حضرات شیخین سے برأت کا اظہار ہے یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ امام جسکو محبوب رکھیں گے وہ خیر ہی ہو گا گویا امام نے ابو بصیر کو محبوب کہہ کے اور کثیر النواء کے لیے سکوت اختیار فرما کر ابو بصیر کے نظریہ برأت...... کی تصدیق فرما دی۔ اگر ام خالد کے پاس صالح دماغ ہو گا تو امام کا مقصود سمجھ گئی ہو گی اس لیے کہ کھلے بندوں امام اس ابو بصیر کو محبوب فرماتے ہیں جو حضرات شیخین سے قطعی بیزار ہے اگر امام حضرات شیخین کو دوست رکھتے یا ان سے دوستی کا حکم دیتے تو پھر یقیناً حضرات شیخین سے عداوت رکھنے والوں کو دشمن رکھتے اس لیے کہ دوست کا دشمن خود اپنا دشمن ہوتا ہے کوئی اپنے دوست کے دشمن سے دوستی نہیں کرتا۔ کثیر النواء جو حضرات شیخین سے دوستی کر نیکا پرچار کیا کرتے تھے امام علیہ السلام نے انکے لیے یہ بھی نہیں فرمایا کہ ان کا یہ فعل خیر ہے اور نہ ہی

اسکو اپنا دوست بنایا اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ امام نے اپنے دشمن کے دشمن کو محبوب بتایا اور اپنے دشمن کے دوست کو اپنا دشمن گردانا۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے کثیر النواء کے فعل کی کوئی تعریف نہیں کی بخلاف اس کے ابوبصیر کے تبلیغی کارناموں کی مدح فرمائی کہ بیشک ابوبصیر کثیر النواء سے جھگڑا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جس نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کیا وہ لوگ کافر، ظالم اور فاسق ہیں ـــــ ابوبصیر اور کثیر النواء کے نظریات معلوم اور ام خالد نے امام سے اسکی تصریح بھی کردی تو پہلے امام نے ابوبصیر کو اپنا دوست اور محبوب بتایا اسکے بعد ابوبصیر کے تبلیغی انداز کو پیش کر کے حق و باطل کے چہرے سے نقاب کشائی فرمائی اور اسکی سبیل یہ کی کہ ابوبصیر اپنے نظریہ کی حقانیت کے سلسلہ میں کثیر النواء سے لڑتا ہے اور اس علمی مباحثہ اور جنگ و جدل میں ابوبصیر قرآنی آیات کو پیش کر کے اپنا دعویٰ ثابت کرتے ہیں امام علیہ السلام نے ان آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون۔ ابوبصیر کی دلیلوں کو ام خالد کے سامنے پیش کرنے کا کیا یہ مطلب نہیں کہ مجھے ان دلیلوں سے اتفاق ہے۔؟ تقیہ میں رہ کر اب اور کس طرح ہدایت کی جاسکتی ہے۔

۴۔ کثیر النواء جس سے ابوبصیر سے علمی جھڑپیں ہوا کرتی تھیں کون تھا۔؟ آپ نے صحابی امام کہہ کر اسکی بات کو صد فیصد برحق تسلیم کر لیا مگر روز اول ہی سے ہم نے کسی "درباری"

کو صحابی سمجھ کر اسکو اپنے دین و ایمان کا ٹھیکیدار بنانا پسند نہیں آپ سے بہتر اس مسئلہ میں ہماری ذہنی افتاد سے کون واقف ہوگا جب ہم نے دربار رسالت میں ہر اٹھنے بیٹھنے کو عقیدت کی نظر سے نہیں دیکھا تو پھر کسی کیلئے اگر آپ "صحابی امام" کہدیں تو ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا اصحابی کالنجوم اقتدیتم اهتدیتم اپنا مذہبی شعار نہ کبھی رہا اور نہ آج ہے پھول سے کانٹے کو نور سے ظلمت کو، حق کو باطل سے اور طیب کو خبیث سے الگ کرنا ہماری تحقیق کا طرۂ امتیاز رہا ہے ـــــ کثیر النوا، اگر حضرات شیخین کی محبت کا حکم دیتا ہے تو اسکو ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ کثیر النوا، کے حالات ملاحظہ ہوں تنقیح المقال میں قال البرقی انه عامی المذهب برقی کہتے ہیں کہ یہ شیعیت کے علی الرغم عامی المسلک انسان تھا امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کیلئے پیش گوئی فرمائی تھی لست تموت الا تائیھا تو سرگرداں اور بے دین مرے گا اور ایسا ہی ہوا۔ نیز امام محمد باقر علیہ السلام نے اسکو خبیث الولادۃ فرمایا ہے چنانچہ عام طور پر مشہور ہے کہ کم از کم چار ورنہ چھ اشخاص کے "امداد باہمی" کا خلاصہ تھا اس بیان کی تصدیق کوفہ کی عجوزہ قابلہ نے کی۔ ممکن ہے کہ تحیر فی الدین کے جنون نے اسکو وادی شیعیت کیطرف بھی پہنچایا ہو لیکن بہر حال وہ یہاں رک نہیں سکا اسی لیے اسکو بتری کہا گیا ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسکو من ضعفاء الشیعہ کہا ہے چونکہ شیعیت بہر حال ایسے لوگوں کا مستقر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی جو خبیث الولادہ اور فاسد العقیدہ ہوں لہٰذا محض دربار امام میں آجانے کی وجہ سے ایسے لوگوں کا قول و فعل ہم پر حجت نہیں ہو سکتا ہم خود ایسے لوگوں سے تبرا کرتے ہیں زمانہ نے دیکھا ہے اور قیامت تک۔۔

یہ منظر دیکھا جاتا رہے گا کہ اگر کوئی خبیث الولادہ تحیر فی الدین کے جنون میں شیعیت کی طرف آنکلا تو اس طیب و طاہر مذہب میں اس کا قیام بہت عارضی رہا نتیجہ میں وہ اپنی اصل ہی کیطرف رجعت قہقری پر مجبور ہوئے گا ایسی مثالیں تو آج اور اب بھی ملتی ہیں پھر ایسے بدعقیدہ بلکہ بے دین کو امام علیہ السلام اچھی نظر سے کیسے دیکھتے ہاں البتہ ابوبصیر کی شاندار صلاحیتوں کا اعتبار فرما کے انکی قدر کی اپنی مسند پر جگہ دی انکی تبلیغی سرگرمیوں کو بنظر استحسان دیکھا۔

۵ ۔ چونکہ ابوبصیر حضرات شیخین کو دوست نہیں رکھتے بلکہ ان سے عداوت رکھتے ہیں اس لیے آپ انکو جو چاہیں کہہ لیں لیکن ابوبصیر نے کثیر النواء کے عقیدہ فاسدہ کی رد میں قرآن مجید کی جن آیتوں کو پیش فرمایا ہے جسے ہم نقل کر چکے ہیں کا جواب نہ کثیر النواء سے ہوسکا اور نہ آج آپ ہی دے سکتے بہت ممکن ہے کہ اگر ان آیات قرآنی کی روشنی میں ان معروف و مشہور "شخصیتوں" کو مومن ثابت کر دیا گیا ہوتا تو ابوبصیر اسکو تسلیم کر لیتے اس لیے کہ امام علیہ السلام کے دربار میں آنے سے پہلے ان کا بھی وہی عقیدہ تھا جو کثیر النواء کا تھا اگر آپکو ائمہ کی تعلیم کے اثرات دیکھنے ہوں تو کثیر النواء کو نہیں ابوبصیر کو دیکھئے۔ جو شخص باطل پر قائم ہو کر مخاصمہ کرتا ہے اس کے قلب میں مرض پیدا ہوتا ہے لیکن جس کا قیام حق پر ہوتا ہے اور وہ حق کیلئے باطل پرستوں سے مخاصمہ کرتا ہے۔ یخرجھم من الظلمات الی النور (ظلمت سے نور کی طرف لے جاتے ہیں) کا مصداق بن جاتا ہے وہ مبلغ اسلام کہا جاتا ہے شیعہ حدیثیں سمجھنے کیلئے جہاں علم کی ضرورت ہے وہاں طہارت اور پاکیزگی کی بھی اشد ضرورت ہے"۔

["ابو بصیر...... ایسی مسکرات پیتا تھا کہ جو اہلبیت علیہم السلام کے نزدیک مثل خمر کے تھی اور کہتا تھا کہ اہلبیت نے مسکرات پینے کا فتویٰ دیا ہے...... چنانچہ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ میں ہے۔ ترجمہ (حدیث) کلیب بن معاویہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ابو بصیر اور ان کے اصحاب نبیذ پیا کرتے تھے۔ اور اس کی تیزی پانی سے توڑتے تھے میں نے یہ حال امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا امام نے فرمایا کہ بھلا پانی نشہ کی چیز کو کیسے حل کر دیگا تو انکو حکم کر کہ اس میں سے نہ تھوڑی پئیں نہ بہت۔ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ آل محمد سے رضا نے اسکے حلال ہونیکا حکم کیا ہے تو امام نے کہا کہ بھلا آل محمد نشہ کی چیز کو کیسے حلال کر دیں گے حالانکہ آل محمد مسکر چیز نہ تھوڑی پئیں نہ بہت تب میں نے (ابو بصیر وغیرہ) سے یہ کہدیا اور وہ اسکے پینے سے باز رہے پھر جمع ہوئے ہم سب امام جعفر صادق کے پاس آئے تو ابو بصیر نے امام سے کہا کہ یہ شخص تمہاری طرف سے حکم لایا ہے تو امام نے کہا وہ سچ کہتا ہے اے ابو محمد بیشک پانی مسکر کو حلال نہیں کرتا تم اسمیں سے نہ تھوڑا پیو اور نہ بہت"۔۔۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ راویان مذہب امامیہ کیسے عجیب کردار کے تھے اور ایسے تھے کہ انکو یہ بھی نہ معلوم تھا کہ آئمہ اہلبیت کا یہ مذہب ہے کہ نشہ کی چیز تھوڑی ہو یا بہت سب حرام ہوتی ہے"۔]

ا۔ ہم اسکے قبل بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ ابو بصیر پیدائشی طور پر امامی نہ تھے اور نہ ان کو شیعی امامی گودمیں پروان چڑھنے کا موقع ملا یہ ان کی اپنی ذاتی کوشش تھی جس نے انکو جادہ اعتدال اور صراط مستقیم پر گامزن کر دیا انکی گھٹی میں امامی مسلک اور شیعہ مذہب کے مخالف مسائل پڑے تھے اب جب وہ صحیح راہ پر آگئے اور امام علیہ السلام تک ان کی

رسائی ہوگئی تو بدلتے بدلتے بھی کچھ دن تو لگ ہی جائیں گے خصوصاً فقہی مسائل اور اسکے جزئیات کے سمجھنے میں بہر حال ایک مدت لگے گی لہٰذا اگر انکو صرف اتنا معلوم رہا ہو کہ مذہب آئمہ اہلبیت میں خمر حرام ہے تو بیچارے ابو بصیر خمر کو حرام سمجھتے رہے مگر عامی مذہب کی گود میں انکی نشو و نما ہوئی تھی وہاں تو نبیذ سے لوگوں کو وضو کرتے دیکھا تھا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ یہ نبیذ بھی از قسم خمر ہے لہٰذا انھوں نے محض حرمت خمر کا مسئلہ سن کر یہ خیال قائم کر لیا کہ اگر یہ بھی حرام ہوتی تو امام ضرور بتاتے انھیں کیا معلوم کہ خمر کی ممانعت کی جا چکی ہے اور یہ بھی خمر ہی ہے مگر ابو بصیر کا کمال ملاحظہ ہو کہ امام کا فرستادہ پہنچا کہ اسکو قطعی نہ پیو تو پھر ابو بصیر نے منہ نہیں لگایا بلکہ جب خدمت امام میں حاضر ہوئے تو مزید اطمینان قلب کیلئے استفسار فرمالیا اور پھر ساری زندگی نہیں پی۔ ابو بصیر کی ایک مسئلہ میں غلط فہمی کو جہالت قرار دیکر مرزا صاحب نے انکو مجرم بنا دیا لیکن کیا میں یہ گذارش کر سکتا ہوں کہ مرزا صاحب آپنے حضرت عمر بن خطاب کیلئے کیا فیصلہ کیا ہے اسلیئے کہ انکی کم علمی کا یہ عالم تھا کہ وہ ان مسئلوں سے بھی ناواقف تھے عورتیں جنکو جانتی تھیں اور کونسی فرد جرم آپنے حضرت ابو بکر صاحب پر عائد کی جنھوں نے مقدمہ فدک میں اپنی اکلوتی لا وارث حدیث بیان کر کے حضور پر نور پر افترا کیا۔

۲۔ مرزا صاحب ترجمہ حدیث میں ایک جگہ رقم فرماتے ہیں کہ "میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ آل محمد سے خدا نے اسکے حلال ہونے کا حکم کیا ہے"۔ دنیا میں کوئی انصاف پسند ہے جو مرزا صاحب کے لیے فیصلہ کرے کہ یہ کبھی شیعہ بھی تھے چھٹے امام ہیں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور ساتویں امام ہیں جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام آٹھویں امام ہیں جناب امام رضا علیہ السلام ابو بصیر کا یہ واقعہ عہد جناب

امام جعفر صادقؑ کا ہے روایت کا جھوٹ اسی سے ثابت ہے کہ امام رضا علیہ السلام امام جعفر صادق علیہ السلام سے پہلے یہ فتویٰ کیسے دے سکتے تھے اور ابو بصیر کس طرح اس کا حوالہ دے سکتے ہیں؟ لفظ رضا مرضی کے معنی میں ہے آپ اپنے ذہن پر دباؤ کیوں ڈال رہے ہیں وہ حدیث معصوم نہیں سمجھ سکتا۔ امام کے قاصد کو معتبر مان کر ابو بصیر نبیذ پینے سے باز رہے حضرت عمر صاحب کی طرح نبوت میں شک نہیں کیا۔ یہ ہے امامی راوی کا کردار اور وہ ہے آپکے رہبر کا کردار۔"

۳۔ موقع تو تھا کہ میں مے خانہ ... تک آپکو لے چلوں اور رند مشرب رہبر دین کی "ہا ہو لینا لپکنا، دوڑنا، پکڑنا" کا ہنگامہ دکھاؤں مگر اختصار کے پیش نظر صدر نشین مذہب جماعت حکومت حضرت عمر بن الخطاب صاحب کے لافانی کردار کو بھی بہ اختصار پیش کرتا ہوں۔

حضرت عمر کے خیال سے اللہ حرمت خمر کے سلسلہ میں کوئی واضح بیان نہ دے سکا!

"ترمذی جلد دوم کتاب التفسیر سورہ مائدہ صفحہ ۲۵۶ میں حضرت فاروق سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اے خدا ہمارے واسطے شراب خواری کے بارے میں بیان واضح بھیج پس سورۂ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ اور حضرت فاروق بلائے گئے اور حکم باری سنایا گیا تو انھوں نے کہا اے خدا شراب خواری کے بارے میں بیان شافی بھیج پھر آیہ سورۂ نساء یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ الخ نازل ہوا اور عمر بلائے گئے پھر انھوں نے دعا کی اے خدا شراب خواری کے باب میں بیان شافی بھیج پھر یہ آیہ سورۂ مائدہ انما یرید الشیطان من یوقع الخ نازل ہوئی اور حضرت عمر بلائے گئے اور آیہ سنایا گیا اور انھوں نے کہا ہم باز آگئے ہم باز آئے انتہی محصلاً

چونکہ شراب کا نشہ مردانہ ہے اور حضرت عمر فاروق مرد اکمل تھے اسی لیے آپکو شراب خمر کا

بیحد شوق تھا حتی کہ آپ آنحضرت کے ہاتھ سے اسی شوق کی بدولت پٹ بھی لیے مگر مرتے دم تک ترک نہ کیا.........

حضرت عمر نے کشتگانِ بدر کا ماتم کیا!

حضرت عمر رضی اللہ نے شراب پی اور اونٹ کی کلہ کی ہڈی سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا سر زخمی کیا پھر اسکے بعد کفار قریش جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے انکے لیے گریہ وزاری کرنے اور نوحہ پڑھنے لگے جو نوحہ اسود بن یعفر نے مشرکین قریش کے (کشتگان بدر پر نظم کیا تھا) اس کا حاصل یہ ہے سے کتنے ہیں قلیب نامی کنوئیں میں عزتدار جوانان عرب جو کہ موضع بدر میں ہے ابن کیشہ یعنی محمدؐ ہم کو کیا ڈراتا ہے ہم دوبارہ زندہ کیئے جائیں گے اور کیونکر وہ شخص زندہ ہو سکتا ہے جو صدا دہام کا مارا ہوا ہو کیا تو عاجز ہے کہ ہماری موت کو روک دے اور کیا اس پر قادر ہے کہ جب ہماری ہڈیاں سڑ جائیں تو ان کو زندہ کر دے کوئی ایسا ہے جو خدا کو ہمارا پیغام پہونچا دے کہ ہم ماہ صیام کا روزہ ترک کرتے ہیں پس کہدے خدا سے کہ وہ ہماری شراب روک دے اور کہدے خدا سے کہ ہمارا رزق بند کر دے جب ان اقوال و حرکات کی خبر رسول خدا کو پہنچی تو آنحضرتؐ گھر سے اسطرح برآمد ہوئے کہ ردائے مبارک زمین پر لٹکتی جاتی تھی اور آپ اسے کھینچتے جاتے تھے پس آنحضرت نے اسی چیز کو اٹھایا جو ہاتھ میں تھی اور اس سے حضرت فاروق کو مارا

(مستطرف جلد دوم مطبوعہ میمنیہ مصر صفحہ ۲۰۵ باب حرمت خمر)

حضرت عمر صاحب کا کردار!

دقائق المذاہب کے صفحہ ۳۹ میں ہے کہ امام نسائی نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے انھوں نے

کہا کہ سقیف کے لوگوں نے حضرت فاروق کی تواضع شراب سے کی آپنے طلب فرمایا جب مُنہ کے پاس لے گئے تو ابکائی آئی پس آپنے اس کی تیزی کو پانی سے توڑا اور فرمایا کہ تم لوگ ایسا ہی کر لیا کرو......... دوسری سند مسند ابی حنیفہ میں درج ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک اعرابی کو لائے جو نشہ میں چور تھا عمر نے اسکے سزا دینے میں حیلے کیے جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا اسے قید کر دو جب ہوشیار ہوگا تو سزا دیں گے اسکے بعد عمر نے اعرابی کی پس خوردہ (جھوٹی) شراب طلب کی اور پانی ملا کر اس کا نشہ کم کیا اور خود پی کر شرکائے جلسہ کو پلائی پھر فرمایا جب اس کے شیطان کا غلبہ تم پر ہو تو پانی ملا لیا کرو.........ہ

بارہا بیٹھ کے کعبہ میں لنڈھائی ہے شراب
محتسب کیا ہے خدا کا ہمیں جب پاس نہیں

ایک بام دو ہوا!

حمام بن حارث نے عمر سے روایت کی ہے کہ عمر ایک سفر میں تھے انکے پاس نبیذ لائی گئی تو انھوں نے پی کر منہ بنایا اور کہا کہ طائف کی نبیذ بہت تیز ہوتی ہے پھر پانی منگایا اور اسے ڈال کر پیا اس کے اسناد بہت قوی اور حدیث صحیح ہے...... فتح الباری جلد پنجم صفحہ ۱۴۳ میں ہے کہ سعد بن زید لعوہ نے عمر کی سفری صراحی سے پانی پیا تو وہ مست ہوگیا عمر نے اسے مارنا شروع کیا اس نے کہا میں نے تو تیری ہی صراحی سے پانی پیا ہے عمر نے کہا ہم نے تو تجھے مست ہوجانے کے سبب مارا ہے"۔ (بحوالہ رد ہفوات شیعہ المعروف بہ تنزیہہ الانساب صفحہ ۶، طبع دوم نور المطابع لکھنؤ از مولانا محمد باہ عالم صاحب چشتی)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد بغیر کسی تنقیح، تبصرہ اور تنقید کے ناظرین کرام کے مبنی بر انصاف فیصلہ کے حوالے کرتا ہوں دونوں بیانوں کو پڑھنے کے بعد ناظر بصیر ثالث کی حیثیت سے مجرم کی شناخت بآسانی کرسکتا ہے۔

[" اب امام کی نسبت جو اسکی بد اعتقادی تھی وہ بھی سن تو تنقیح میں رجال کشی سے نقل کیا ہے ترجمہ (حدیث)، کہا یونس نے کہ ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھا تھا اندر جانیکی اجازت چاہتا تھا پھر اجازت نہ ملی تو ابو بصیر نے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ خوان آجاتا تو اجازت مل جاتی اتنے میں ایک کتا آیا اور اسنے ابو بصیر کے منہ میں موت دیا جو شخص امام کو معاذ اللہ طماع سمجھتا تھا اور اس کے دہاں میں کتے نے اسکے منہ میں موت دیا اگر وہ شیخین (یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی طعن کرے تو کیا تعجب"]

۱۔ اس روایت کے ضعف پر ہمیں کسی لمبی تقریر کی ضرورت نہیں صرف اتنی گذارش ہے کہ بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں کتا کسطرح پیشاب کر سکتا ہے یہ بات دنیا کی کسی عقل میں آسکتی ہے؟ اور اگر واقعی کتے نے پیشاب کر دیا تو یہ امام کا معجزہ ہے امام علیہ السلام کی شان میں گستاخی کا اس سے کم ثمرہ اور کیا ہوگا۔ اس سے قبل ہم عرض کر چکے ہیں کہ ابو بصیر پیدائشی شیعہ نہیں ہیں بلکہ انکی زندگی کا معتدبہ حصہ عامیانہ رہا ہے۔

روایت زیر نظر بتاتی ہے کہ ابو بصیر دروازے پر بیٹھے تھے اور اندر داخلہ کی اجازت نہیں ملی اگر ابو بصیر جیسے بعد میں ہو گئے تھے ویسے ہی معرفت شناس ہو چکے ہوتے تو دروازے پران کو نہ بیٹھنا پڑتا لہٰذا اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ بھی حقیقت ہے کہ اس واقعہ تک

ابوبصیر عامی المذہب تھے اور شرب نبیذ کا واقعہ اسکے بعد کا ہے جب وہ نئے نئے شیعہ ہوئے ام خالد جب رو گی گئی اور امام علیہ السلام ابوبصیر سے گفتگو تھے یہ واقعہ اسکے بعد کا ہے جب ابوبصیر صاحب بصیرت ہو چکے تھے اس لیے انکو مسند امام علیہ السلام پر جگہ مل گئی۔

۲۔ جب ابوبصیر جماعت حکومت کے ممبر تھے تو انھوں نے اپنے مذہب کے اصول کے مطابق معصوم امام کو طماع کہا جسکی سزا انکو اسی وقت مل گئی لیکن جب ابوبصیر نے حضرات شیخین کیخلاف کمر بہت چست کی ان حضرات کی طرف سے سخت متنفر ہو گئے اور جماعت حکومت سے نکل کر امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے تو مومن کامل اور صاحب عظمت اور وسقاھم ربھم شرابا طھورا کے مصداق ہو گئے شیخین سے نفرت پر ان کو خدا کی طرف سے کوئی سزا نہیں ملی۔

۳۔ ایک نظر "پروانہ شمع نبوت" حضرت عمر پر بھی ڈال لیجئے امام احمد بن حنبل اور امام بخاری ناقل ہیں کہ :۔

حضرت عمر نے حضور ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ انت یا رسول اللہ احب الی من کل شیئ الا نفسی میں آپکو اپنے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں تو اس کے جواب میں سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا کہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ۔ تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک وہ مجھے اپنے نفس سے زیادہ محبوب نہ رکھے (تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۳ طبع مصر)

نبی کریم کے ارشاد کے بعد حضرت عمر نے کوئی جواب نہیں دیا معلوم ہوتا ہے کہ انکو اس قول نبوت میں بہرحال تکلف رہا۔ نتیجہ کیا ہوا اسکو خود قارئین محترم پر چھوڑتا ہوں۔

[تو نیز تنقیح میں بحوالہ رجال کشی یہ بھی لکھا ہے ترجمہ (حدیث) راوی کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا شوہر موجود ہے اور اس شخص کو یہ حال معلوم نہ تھا تو کیا حکم ہے امام نے کہا عورت سنگسار کیجائے اور مرد پر کوئی مواخذہ نہیں اس لیئے کہ اسکو معلوم نہ تھا راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو بصیر مرادی کے سامنے یہ قصہ بیان کیا تو انہوں نے کہا واللہ مجھ سے امام جعفر صادقؑ نے کہا تھا کہ عورت سنگسار کی جائے اور مرد پر بھی حد جاری کی جائے پھر ابو بصیر نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے امام کا علم پورا نہیں ہوا۔]

۱۔ ترجمہ حدیث میں مرزا صاحب نے بہت معمولی سی چالاکی دکھائی اگر اسکو درست کر دیا جائے تو پھر کوئی اعتراض باقی نہیں رہ سکتا "میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے امام کا علم پورا نہیں ہوا" کو یوں کر دیجئے کہ "میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے امام کو علم پورا نہیں ہوا" یعنی "کا" کی جگہ "کو" کر دیکھئے فرمائیے اب کونسا اعتراض ہے؟

ابو بصیر نے تو ٹھیک ہی کہا کہ مسئلہ کے پوچھنے والے نے جیسا مسئلہ پوچھا ویسا ہی جواب دیا گیا اگر سائل نے پورا واقعہ امام کے سامنے پیش کیا ہوتا اور یہ بھی کہہ دیا ہوتا کہ مرد کو بھی اسکا علم تھا کہ عورت شوہر دار ہے تب امام وہی مسئلہ بتاتے جو ابو بصیر کہہ رہے ہیں اور جب پورا مسئلہ امام کے روبرو نہیں پیش کیا تو امام نے وہ مسئلہ بتایا جو کہنے والا بتا رہا ہے اس صورت میں وہ درست ہے اور اس صورت میں یہ نہ امام علیہ السلام پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا اور نہ ابو بصیر پر۔

۲۔ ممکن ہے تیز زبانیں جن کا کام کبھی نچلا بیٹھنا نہیں اس موقع پر بول پڑیں کہ "امام کو علم پورا نہیں ہوا" اسکا کیا مطلب تم لوگوں کا تو یہ عقیدہ ہے کہ امام علم ما کان

ومایکون رکھتا ہے حاضر تو حاضر وہ غائب پر بھی ناظر ہے ــــ اس کا جواب ہماری طرف سے یہ قبول کیا جائے کہ واقعی نبی اور امام علم ماکان ومایکون رکھتے ہیں مگر اجراء احکام پر عمل صرف ظاہر پر ہوتا ہے نہ کہ علم باطن پر۔

["ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ سنت فجر کس وقت پڑھوں تو انھوں نے کہا کہ بعد طلوع فجر کے۔ میں نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے تو مجھے حکم دیا ہے کہ قبل طلوع فجر کے پڑھ لیا کرو تو امام صادقؑ نے کہا کہ اے ابو محمد شیعہ میرے والد کے پاس ہدایت حاصل کرنے کو آتے تھے لہٰذا میرے والد نے انکو صحیح صحیح مسئلہ بتا دیا اور میرے پاس شک کرتے ہوئے لہٰذا میں نے ان کو تقیہ سے فتویٰ دیا" دیکھو اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ائمہ اپنے مخلص شیعوں سے بھی تقیہ کرتے تھے"۔]

مرزا صاحب طعن فرماتے ہیں کہ" ائمہ اپنے مخلص شیعوں سے بھی تقیہ کرتے تھے"۔ مگر یہ طعن ہم پر وارد ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ امام نے ابو بصیر سے تقیہ کیا ہی نہیں اگر ابو بصیر سے تقیہ کیا ہوتا تو ان سے یہ کہہ سکتے تھے کہ" میں نے انکو تقیہ سے فتویٰ دیا" ناممکن ہے کہ جس سے تقیہ کیا جائے اس سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ میں تقیہ کر رہا ہوں اگر امام علیہ السلام نے تقیۃً فتویٰ دیکر اس کا اظہار بھی کر دیا تھا تو ابو بصیر کہہ سکتے تھے کہ میں تو ہدایت ہی کیلئے پوچھ رہا ہوں پھر مجھ سے کیسا تقیہ؟ معلوم ہوتا ہے کہ دریافت مسئلہ کے وقت ضرور کوئی ایسا شخص یا چند اشخاص موجود تھے جن سے امام علیہ السلام نے تقیہ فرمایا اور پھر ان کے جانے کے بعد ابو بصیر سے کہا کہ میں یہ مسئلہ بربنائے تقیہ بتایا ہے۔

["اب ذرا زرارہ بن اعین کی نقاب کشائی کی جاتی ہے جو تم لوگوں کے مذہب کے رکن

اعظم ہیں اور راوی معتمد میں ایسے ہیں .... دیکھو ان راویوں کا یہی کام تھا کہ آئمہ پر افترا کرنا اور انکی تکذیب کرنا اس مضمون کی صدہا روایتیں کتب امامیہ میں موجود ہیں نمونہ کے طور پر ایک روایت سنو رجال کشی میں ہے۔ ترجمہ (حدیث) زیاد بن حلال کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا زرارہ نے آپ سے استطاعت کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے ہم نے اسکو قبول اور اسکی تصدیق کی .... امام نے فرمایا زرارہ نے مجھ سے اسطرح پوچھا نہ اسطرح میں نے جواب دیا وہ میرا اوپر جھوٹ جوڑتا ہے خدا لعنت کرے زرارہ پر .... میں نے کہا میں زرارہ کو اسکی خبر دوں امام نے فرمایا ہاں چنانچہ میں کوفہ گیا اور زرارہ سے ملاقات کی اور امامؑ کا مقولہ اس سے بیان کیا مگر لعنت کا مضمون اس سے نہ بیان کیا تو زرارہ نے کہا وہ استطاعت کا فتوی دے چکے اور انکو خبر نہیں اور تمہارے ان امام کو لوگوں کی بات سمجھنے کی تمیز نہیں ہے"

یہ واقعہ اسوقت کا ہے جب زرارہ عامی المذہب تھے ہمارے اس دعوی کی نشاندہی یہ روایت خود کر رہی ہے چنانچہ جب زیاد بن حلال نے امام علیہ السلام کا مقولہ زرارہ کے سامنے پیش کیا تو زرارہ نے یہی کہا کہ "تمہارے ان امام کو" اگر زرارہ شیعہ ہوتے تو کبھی یہ نہیں کہہ سکتے تھے البتہ زیاد بن حلال سے زرارہ کا خطاب "وصاحبکم ھذا" اس امر کی تصریح کرتا ہے کہ زیاد تو شیعہ تھے مگر زرارہ جماعت حکومت کے ممبر تھے۔ ابھی اسکے قبل خود آپنے تنقیح سے ایک روایت ابو بصیر کیلئے پیش کی تھی جس کا آخری جملہ تھا۔ وقال العن صاحبنا ما تکامل علمہ" ابو بصیر نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے امام کو علم پورا نہیں ہوا" چونکہ ابو بصیر شیعہ تھے لہذا انھوں نے "صاحبنا" ہمارے امام کہا۔ زرارہ نے ایک مدت کے بعد

اپنا مذہب تبدیل کیا اور امامی ہوئے۔

مرزا صاحب کا فریب یہ ہے کہ ابو بصیر و زرارہ وغیرہ کی قبل شیعیت کی زندگی کو بعد شیعیت کی زندگی کی صورت میں پیش کرتے ہیں جبکہ ہر انصاف پسند فیصلہ کرے گا کہ پہلی زندگی کے ذریعہ شیعیت پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا البتہ حضرت عمر وغیرہ کی سیرت قابل غور ہے جہاں بعد اسلام نبوت پر شک اور نبی کی توہین و مخالفت کے واقعات ملتے ہیں۔

آپ نے ہماری خوبیوں کو بھی عیب بنا کر پیش کرنے کی ناشکور سعی فرمائی تھی اب احسان ہوگا اگر جناب اپنے گھر کی بھی کچھ چیزوں کو ملاحظہ فرمالیں۔

راویان سُنّیہ!

۱۔ امام بخاری صاحب نے علی بن مدینی کی کتاب العلل کیلئے ان کے بچوں کو مال کی لالچ دیکر ایک روز کے وعدہ پر عاریۃً لائے اور اسکو کاتبوں سے نقل کرا کے واپس کر آئے اسی کتاب کا نام انھوں نے "صحیح بخاری" رکھا اسی غم میں بیچارے علی بن مدینی کا انتقال ہوگیا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۴ طبع اول حیدر آباد ۱۳۲۶ھ)

یہ ہے سرقہ کی وہ "صحیح" جس پر آپکے مذہب کو ناز ہے ـــ بخاری صاحب نے ابن ملجم قاتل جناب امیر علیہ السلام اور جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتل حصین بن نمیر سے روایتیں قبول کی ہیں قتادہ، محمد بن مسلم، ابو اسحاق اور نسائی نے عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن قاتلان امام حسین علیہ السلام سے روایت قبول کی ہے اور صاحب تہذیب الکمال نے عمر بن سعد کو عادل اور ثقہ قرار دیا ہے ـــ دشمنان آل محمدؐ اور قاتلان حسینؑ مظلوم معترض کے مذہب میں موثق ترین روایت تسلیم کیے گئے۔

۲۔ ابوہریرہ صاحب جن کی ۴۳۷۵ روایتیں ہیں جو روات سنیہ میں طبقہ اولیٰ میں پہلے نمبر پر فائز ہیں جنکے مرویات کے اخراج کے بعد برادران یوسف کے ہاں حدیثوں کا قحط پڑ جاتے ان کو حضرت علیؑ عائشہ اور عمر وغیرہ نے غیر معتبر اور غیر موثق بتایا ہے (حوالہ گذر چکا)

۳۔ سعید بن زید الجمال ابو محمد کوفی:۔ کذاب و متروک ہے ابن معین نے کہا ہے کذاب ہے نسائی واحمد نے کہا متروک ہے ابن حجر نے کہا ہے کہ کسی کے نزدیک بھی ثقہ نہیں۔

۴۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ دینار:۔ ابن معین نے کہا ضعیف ہے ابو حاتم نے کہا ناقابل روایت ہے مہدی نے کہا ناقابل حجۃ ہے اور دار قطنی نے کہا اس سے روایت کرنا بخاری کیلئے عیب ہے۔

۵۔ اسحاق بن محمد بن اسمٰعیل الفروی۔ دار قطنی نے کہا ضعیف ہے۔

۶۔ اسمٰعیل بن ادریس:۔ نسائی نے کہا ضعیف ہے ابن معین نے کہا چور ہے۔ دار قطنی نے کہا کذاب ہے۔

۷۔ ذکریا بن یحییٰ طائی:۔ دار قطنی نے کہا ضعیف ہے حاکم نے کہا کثیر الاغلاط ہے۔

۸۔ عبدالعزیز دراوردی:۔ احمد نے کہا وہمی اور کثیر الاغلاط ہے۔

۹۔ محمد بن طلحہ بن مصرف کوفی:۔ عفان نے کہا کذاب ہے ابوداؤد نے کہا کثیر الخطاء ہے نسائی نے کہا ضعیف ہے۔

۱۰۔ محمد بن یزید کوفی:۔ ابو حاتم نے کہا خبطی ہے ابوذرعہ نے کہا چور ہے۔ بخاری نے کہا ضعیف ہے

۱۱۔ یحییٰ بن ذکریا غسانی:۔ ابوداؤد نے کہا ضعیف ہے ابن معین نے کہا مجہول ہے یحییٰ نے کہا کذاب ہے دجال ہے

۱۲۔ عکرمہ مولوی عباس:۔ یحییٰ بن سعید نے کہا جھوٹا ہے مالک نے کہا ناقابل اعتبار

علی بن عبداللہ بن عباس نے کہا کذاب ہے یحییٰ بن معین نے کہا دروغ باف ہے۔

۱۳۔ مروان بن حکم بن عاص :۔ ملعون بن ملعون ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جھوٹا اور فاسق ہے

۱۴۔ فلیح بن سلیمان بن ابی مغیرہ :۔ مجروح اور ضعیف یحییٰ بن معین نے غیر ثقہ بتایا ہے

۱۵۔ اسمٰعیل بن مجاہد :۔ نسائی کہتے ہیں کہ بے انتہا ضعیف ہے حاکم کہتے ہیں ناقابل اعتبار ابوزرعہ کہتے ہیں نہ اِدھر ہے نہ اُدھر۔

۱۶۔ معلی بن منصور رازی :۔ احمد نے کہا کثیر الخطا ہے ابوحاتم نے کہا کذاب ہے یحییٰ نے کہا ثقہ نہیں اب میں کہاں تک لکھتا جاؤں مجھے یقین ہے کہ اگر میں اس قسم کے راویوں کے نام لکھوں تو مکمل ایک کتاب تیار ہو جائے۔

[" دیکھو علامہ شیخ مرتضیٰ کی فرائد الاصول مطبوعہ ایران کے صفحہ ۸۶ میں وہ کیا لکھتے ہیں ترجمہ .. .. صلوٰۃ اللہ علیہم کے اصحاب اصول فروع میں باہم مختلف تھے اور اسی وجہ سے اصحاب ائمہ نے ائمہ سے شکایت کی کہ آپکے اصحاب میں اس قدر اختلافات کیوں ہے تو ائمہ نے کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف ہم نے ڈالا ان لوگوں کی جان بچانے کیلئے چنانچہ حریرہ زرارہ اور ابوایوب کی روایت میں منقول ہے اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف جھوٹ بولنے والوں کے سبب پیدا ہو گیا ہے جیسے کہ فیض بن مختار کی روایت میں منقول ہے "]

۱۔ اختلافات کے پائے جانے سے انکار نہیں۔ بنو امیہ اور بنو عباس جیسی ظالم و جابر سلطنتوں کے زمانہ میں جہاں قدم قدم پر نمرود صفت و فرعون خصلت بادشاہوں نے پہرہ بٹھائے تھے تاکہ یہ مذہب باقی نہ رہے اگر ان کے ظلم و ستم سے بچکر تبلیغ کرنیوالے نفوس قدسیہ دین کی تبلیغ کر رہے ہوں اور بشرط مصلحت تقیہ (اپنے بچاؤ) اور اتقا (چاہنے والوں کی محافظت)

سے کام لے رہے ہوں جسکے باعث اختلاف کا پایا جانا ناگزیر ہے کسطرح باعث طعن ہوسکتا ہے

ابھی چند صفحات قبل میں نے جناب علی بن یقطین کا واقعہ نقل کیا ہے سوچئے اگر دماغ ہو اور

فیصلہ کیجیے اگر انصاف ہو کہ ایسے کٹھن وقت میں بجز تقیہ کے اور بھی کوئی راہ ہے؟

تقیہ کے موقع پر اختلاف کا رحمت ہونا تو ہر کہہ ومہ کی سمجھ میں آسکتا ہے جبکہ امام

نے خود فرمایا ہے قد القوا الاختلاف بینھم حقنا الدمائھم "یہ اختلاف ہم نے خود

ڈالا ان لوگوں (شیعوں) کی جان بچانے کیلئے" اس لیے کہ اصحاب ائمہ علیہم السلام اگر ایک

ہی مسئلہ پر عمل کرتے تو حکومت وقت کے جاسوسوں کی نظروں سے پوشیدہ رہنا محال ہو جاتا

اور غریب شیعوں کی جانیں ضائع ہو جاتیں لہذا بقدر استطاعت وظرف اور بربنائے مصلحت

جسکو جس حال میں جیسا پایا اسکو اسی طرح کی تکلیف شرعی دی اس لیے اختلاف کا پیدا ہونا

ضروری ہے۔

میں اسکے قبل عرض کر چکا ہوں اور اب مزید تشحیذ ذہنی کیلئے عرض کرتا ہوں کہ بربنائے

حالات وواقعات خود خداوند عالم نے مختلف شرائع مختلف کتب مختلف قبلے پیدا

کیے۔ سفر حضر، امیر، غریب، آزاد، غلام مرد اور عورت کے مسائل الگ الگ ہیں۔

تو کیا دین اسلام کے یہ سارے احکام آپکی نظر میں اختلافات رہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً

نہیں تو تقیہ کی مجبوریوں میں وقتی اختلاف قابل طعن وتشنیع نہیں بلکہ حکیمانہ اقدام ہے جو

لائق مدح وثنا ہے۔

اگر دنیا میں ہمارے ساتھ انصاف نہیں ہوا تو "روز جزا" ضرور ہوگا اللہ کے یہاں دیر

ہے مگر اندھیر نہیں۔ صدیوں ہمیں ڈھونڈھ کر قتل کیا جاتا رہا قید خانے ہم سے آباد

ر ہماری بستیاں ویران کی جاتی رہیں، ہمیں قتل کر کے خونی عمارتیں تیار ہوتی رہیں،
بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوتی رہیں، عربی نشراد ڈاکو اسلامی لبادے اوڑھ اوڑھ کر
یں آبادیوں میں تو کیا جنگلوں اور پہاڑ کے دامنوں میں بھی خاک و خون میں تڑپاتے رہے
ہمارے معصوم رہبروں کو قید و بند کی مجبور زندگیاں گذارنے پر زور صرف کیا جاتا رہا اور
بالآخر مسلم خلفاء کے ہاتھوں وہ جام شہادت نوش کرتے رہے موت کے اس ہنگامہ دار و گیر
یں اگر ہم نے اپنی حفاظت کیلئے تقیہ کیا یا ہمارے معصوم رہبروں نے تقیہ اور اتقاء سے کام
لیا تو کیا برا کیا اور کیا تقیہ سے معترض اسی لیے ناخوش اور ناراض ہیں کہ اس نے غریب
حق والوں کو زندگی کی نعمت کیوں عطا کی۔ اور آج جب صدیوں تک بے پناہ قربانی
دیکر ہم نے آزادی کی سانس لی تو ہمارا دشمن ہم کو زندہ دیکھ کر ذریعہ نجات تقیہ پر جیں
نہیں ہے یاد رکھیئے شیعیت بلاخیز آندھیوں کی زد پر جلنے والے چراغ کا نام ہے جسکی
دشمنی تیز و تند جھونکوں سے نہ مدھم ہو سکتی ہے نہ یہ چراغ بجھ سکتا ہے۔

خنجر ہیں دونوں ہاتھ میں دامن لہو سے تر

پھرتے ہیں ہر طرف وہ مسیحا بنے ہوئے

ہمارے ہاں اختلافات کیوں پیدا ہوئے اسکے علل و اسباب بتائے جا چکے ہیں ایسے
اختلافات جن سے ہم وقتی طور پر دو چار ہوئے دنیا کی ہر مظلوم قوم کو اس کا سابقہ پڑا
ہے جسکی مذمت کوئی صاحب عقل نہیں کر سکتا البتہ ظالم خود اختلافات کا بانی اور
مجرم ہے وہ ہم کو مجرم کہہ کر خود ہی اپنا پردہ چاک کر رہا ہے ہم تو صرف مذہب شیعہ کو حق
مانتے ہیں بقیہ اسلام کے سارے فرقے ہماری نظر میں باطل ہیں البتہ آپ جن کی نظر میں حنفی

شافعی، مالکی، حنبلی، اشعری، معتزلی، بریلوی، دیوبندی سب طرح کے مسلمان سچّے مذہب پر ہیں. کیا غیر مسلم کے ان سوالات کا جواب دیں گے جنھیں ہم یہاں نقل کرتے ہیں.

۱. اسلام جس کا نعرہ تھا واعتصمو ابحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا خود تہتّر فرقوں میں تقسیم ہوگیا جو اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے (معاذ اللہ)

۲. اسلام ایک ایسا اختلافی مذہب ہے جس میں نیابت وجانشینی کا کوئی انتظام نہ ہونے کے باعث بیحد خونریزی ہوئی اتنی خون آشامیاں عالم کے کسی مذہب و ملت میں نہیں ہوئیں اسلام ایک ایسا خونی مذہب ہے جس نے "جسکی لاٹھی اسکی بھینس" (قہر و غلبہ) کو قانون بنا دیا.

۳. اسلام ایسا مذہب ہے جسکے ماننے والوں نے صلح حدیبیہ، بوقت بیعت رضوان اور جیش اسامہ وغیرہ میں اپنے نبی سے اختلاف کیا. انکی نبوت میں شک کیا اور انکے حکم سے سرتابی کی اور پھر وہی اسلام کے مہر و ماہ بنا دیئے گئے.

۴. اسلام ایسا اختلافی مذہب ہے جس کا کلمہ پڑھنے والے خدائے وحدہٗ لاشریک کے گھر میں مقام ابراہیم سے اعراض کر کے چار مصلوں میں تقسیم ہوگئے اور ایک دوسرے کو تکفیر و تفسیق کا فتویٰ دینے لگے.

۵ اسلام ایک ایسا اختلافی مذہب ہے جس کے ماننے والے گویا "تھالی کے بیگن" ہیں نہ اِدھر نہ اُدھر چنانچہ اسلام کی مسلم الثبوت شخصیت ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر جنھیں صدیقہ اور محدثہ کہا جاتا ہے حضرت عثمان کیلئے بارہا فتویٰ دیا اور بددعائیں کیں قتل اللہ نعثلا ولعن اللہ نعثلا (روضۃ الاحباب جلد ۳ صفحہ ۵۱) خدا اس یہودی کو قتل کرے اللہ اس یہودی پر لعنت کرے اور جب وہ بیچارے مقتول ہوگئے تو ان کے خون بہا کے

نام پر حضرت علی سے جنگ کی جسکی جنگ فرمودہ رسولؐ کی بناء پر بادی عالم کی جنگ تھی۔

۲۔ اسلام ایسا اختلافی مذہب ہے جس کے قانون کی کتاب (قرآن) کا دعویٰ ہے کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (اگر یہ قرآن غیر اللہ کے ہاں سے ملا ہوتا تو تمہیں کافی اختلافات اس میں نظر آتے) اور اس غیر اختلافی کتاب کے ماننے والے اتنے (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں جتنی تقسیم دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ہوئی۔ غیر اختلافی کتاب کے (خود ساختہ) مبلغین کے کردار ایک دوسرے سے اتنے مختلف جتنے اختلاف آگ اور پانی میں اور اس غیر اختلافی کتاب خدا میں مسلمانوں نے سات طرح کا قرآنی اختلاف پیدا کر دیا۔۔۔ اور مفسرین اسلام نے تو یہ غضب ڈھایا کہ ایک ایک آیت کی تفسیر میں لاتعداد اختلافات پیدا کر دیئے۔

۳۔ اسلام میں اختلافات کا سبب۔

اسفرت الحجۃ علی وجھا واجمع	حجتوں نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور تمام
الجماھیر علی متن الحدیث۔۔۔۔	لوگوں نے متن حدیث (غدیر) پر اجماع کیا۔۔۔۔
وھو یقول من کنت مولاہ فعلی	جس میں آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جس کا
مولاہ فقال عمر بخ بخ لک یا	میں مولا ہوں اسکے علیؑ بھی مولا ہیں اس موقع
ابا الحسن لقد اصبحت	پر حضرت عمر نے مبارک ہو مبارک اے ابوالحسن!
مولای ومولا کل مومن و	بیشک آپ مولا ہو گئے میرے اور کل مومن و
مومنۃ ھذا التسلیم ورضی	مومنہ کے۔ یہ مجھے منظور ہے میں اس پر راضی
وتحکیم ثم بعد ھذا اغلب	ہوں اور آپکو حاکم مانتا ہوں اس کے بعد جب

الهوىٰ لحب الرياسة وحمل	حب ریاست، طمع خلافت، شوق پرچم کشائی
عمود الخلافة وعقود	پرچموں کی صداؤں میں ہوا وہوس کے زیر وبم،
البنود وخفقان الهوىٰ فی	گھمسان کی جنگوں میں شہسواروں کے اژدہام اور
قعقعة الرايات اشتباك	فتوح ممالک کے جذبہ ذوق وشوق کے غلبہ نے ان
ازدحام الخيول وافتتح الامصار	لوگوں کو خواہشات نفسانی کے جام پر جام
سقاهم كاس الهوىٰ	پلائے تو اسکے نتیجہ میں ان لوگوں نے جاہلی
فعادوا الى الخلاف	اختلاف کی طرف رجعت قہقری کی اور چند
الاول فنبذوه ظهورهم	درہم ودینار پر حق کا سودا کر کے اسکو
واشتروا به ثمنا قليلا فبئس	پس پشت پھینک دیا (افسوس) کتنا برا
ما يشترون.	سودا کیا ان لوگوں نے"

(ملاحظہ ہو کتاب سر العالمین از حجۃ الاسلام غزالی طبع بمبئی صفحہ ۹ مقالہ رابعہ ۱۳۱۴ھ)

یہ بیان ہے امام غزالی کا۔ دنیائے سنیت میں امام غزالی کی جو عظمت و بزرگی مسلم ہے وہ اظہر من الشمس ہے امام غزالی برادران اہلسنت کے ہاں بلا شرکت غیرے سندی حجۃ الاسلام تسلیم کیے گئے ہیں۔

ناظرین کرام! بلا کسی جنبہ داری کے فیصلہ فرمائیں کہ اختلافات کا بانی کون اور واقعی مجرم کون ہے؟

["بارہواں جرم تم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن کامل نہیں جس طرح نازل ہوا تھا اس میں صحابہ نے بہت کاٹ چھانٹ کر دی۔"]

مجرم

۱۔ اس ذیل میں معترض نے اصول کافی، احتجاج طبرسی، تفسیر صافی، تفسیر قمی اور فصل الخطاب سے روایتوں کو نقل کیا ہے اور شیعوں کا قرآن پر عدم ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس موضوع پر کچھ لکھنے سے قبل یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کوئی مسلمان کسی قسم کی تحریف کا قائل ہے تو صاحبان حکومت خلفاء اسلام نے تحریف کی ورنہ یہ سلسلہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ سبحان اللہ۔

"تحریف کرنے والا مجرم نہیں تحریف کا قائل مجرم، چور مجرم نہیں بلکہ جو بیچارہ کہے کہ میرا مال چوری گیا وہ مجرم جماعت حکومت کی اس زبردستی کا کیا علاج؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ تحریف کے خلاف استغاثہ کرنیوالے کا ایمان قرآن پر نہیں؟ اگر نہیں ہے تو یہ کس چیز کے چوری جانے کا دعویٰ کر رہا ہے دنیا میں کوئی عدالت یا کوئی عادل یہ کہہ سکتا ہے کہ چور تو پکا مومن ہے لیکن یہ بیچارہ جو کہہ رہا ہے کہ میرا مال چوری گیا یہ بے ایمان ہے؟ یہ کیسی نامعقول دھمکی ہے کہ چور کو چور نہ کہو ورنہ تمہارا ایمان مسلم نہ ہوگا"۔

پہلے تحریف کے معانی سمجھئے۔

۱۔ تحریف بدل ڈالنا۔ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں تحریف کے معنی تبدیل کرنا بدل ڈالنا یا کسی چیز کو سچائی سے علیحدہ کرنا تحریر کیے ہیں...... قرآن مجید نے جہاں یہود و نصاریٰ کے موجودہ عقائد کا ابطال کیا ہے وہاں یہ بھی بتایا ہے کہ ان کی مروجہ کتب سماوی تحریفات سے مملو ہیں چنانچہ سورہ مائدہ پ ۶ ع ۷، آیت ۱۳ میں ہے کہ وہ کلام کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔ (اسلامی لغت صفحہ ۲۱۶ جلد ا طبع لکھنو ۱۹۲۸ء)

(۲) التحریف "التغییر" بدل ڈالنا (قاموس باب الفا فصل الحاء)

(۳) حاف القول۔ غیرہ عن مواضعہ۔ قول کا اسکی جگہ سے بدل دینا (المنجد)

تحریف کی ان تعریفوں کی روشنی میں موجودہ قرآن مجید کی ترتیب ملاحظہ کیجئے اور پھر بتایئے کہ اس "الٹ پھیر" کو تحریف نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟ — آیہ یا ایھا الرسول بلغ الآیہ موجودہ قرآن میں چھٹے پارے کے چودھویں رکوع سورہ مائدہ میں ہے جبکہ یہ آیت غدیر خم میں ۱۰ھ میں نازل ہوئی اسی طرح آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ چھٹے پارے کے پانچویں رکوع سورہ مائدہ میں ہے جبکہ اس کا نزول باتفاق شیعہ وسنی غدیر خم میں ہوا یقین کرنے کیلئے کم سے کم درمنثور ہی کو دیکھ لیجئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ۱۰ھ کی نازل شدہ آیتوں کو آخر قرآن کے بجائے ابتدا میں کس قاعدہ اور قانون سے درج کیا گیا آج اگر ایک عیسائی سوال کرے کہ جب دین اسلام چھٹے ہی پارہ تک کامل ہو گیا تھا تو یہ ساڑھے چوبیس پارے قرآن کے پھر کیوں نازل کیے گئے ان کی کیا ضرورت تھی معترض اسکو کیا جواب دیں گے؟

شیعہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں یا نہیں اسکے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپکے والد ریاست محمود آباد کی طرف سے عراق میں ریاست کے اسلاف واعزا کی قبروں پر قرآن خوان تھے، شیعوں کو کافر کہتے وقت اپنے والد مرحوم کو بھی یاد کر لیا کیجئے جو اسوقت بھی آپ کے لیے بدعا کر رہے ہیں۔

ہر مسلمان جاکر دیکھے۔ شیعہ مطابع۔ شیعہ کتاب خانوں۔ شیعہ گھروں۔ شیعہ محافل اعمال اور ادعیہ وظائف میں تلاوت قرآن مجید ہو رہی ہے یا نہیں اسکے بعد شیعہ تحریف کے

قائل ہیں اس سے بڑا اور بوسیدہ جھوٹ کیا ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور اہلبیتؑ کو ساتھی قرار دیا تھا جن میں قیامت سے قبل جدائی ناممکن ہے (ملاحظہ ہو حدیث ثقلین) لہذا کیونکر ممکن تھا کہ اہلبیت علیہم السلام کے ہوتے ہوئے قرآن تباہ ہو جاتا البتہ اگر اہلبیت علیہم السلام محافظ قرآن نہ ہوتے تو یقیناً حکومت قرآن ضائع کر دیتی کیونکہ قرآن سے زیادہ کوئی دوسرا اسکی راہ میں سنگ گراں نہ تھا یہ حضرت علیؑ کی جمع قرآن کی تحریک تھی جس نے قوی ہو کر حکومت کو جمع قرآن پر مجبور کیا حکومت نے قرآن جمع تو کر دیا لیکن ترتیب میں من مانی کی اور جو اللہ کی طرف سے آیات کی تشریح نازل ہوئی تھی اسے حذف کر دیا گیا تاکہ اہلبیت کے فضائل واضح نہ ہو سکیں۔ دشمنان آل محمدؐ کے نام اور انکے کرتوت تحریر سے خارج ہو جائیں تفسیر بالرائے اور غلط تفسیر کے مواقع نکالے جا سکیں اگر مذکورہ اسباب نہ ہوتے تو حضرت علیؑ کا جمع کردہ قرآن قبول کر لیا جاتا مگر اس قرآن کو قبول کرنیکا مطلب حکومت کی خودکشی تھی لہذا کیسے قبول کیا جاتا لیکن اسلام پر مر مٹنے والے اہلبیت کی موجودگی میں قرآن میں نہ اضافہ ممکن تھا نہ کمی البتہ اپنے عہد حکومت میں اگر جناب امیر ترتیب کو درست کر کے دوسرا قرآن رائج کرتے تو معاویہ اپنا قرآن اور بنی مروان اپنا قرآن، بنی عباس حتیٰ کہ خلفاء ترک بھی اپنا اپنا قرآن پیش کرتے جو قرآن کی تباہی ہوتی محافظ تباہی کیسے گوارہ کر سکتا تھا۔ شیعہ قرآن مجید کی ترتیب میں یقیناً تحریف کے قائل ہیں اور برملا قائل ہیں اسی طرح ان کی یہ بھی فریاد ہے کہ خدا کی طرف سے جو تشریح آیات ہوئی تھی اگرچہ وہ قرآن نہ تھی مگر قرآن کے ساتھ تھی وہ بھی حذف کر دی گئی جس کے باعث آج قرآن فہمی میں من مانی کرنے کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔

مرزا صاحب نے کتب شیعہ سے جتنے روایات نقل کیئے ہیں ان میں یا ترتیب کی تحریف کا ذکر ہے یا جو تشریح قرآن خدا کی طرف سے قرآن کیساتھ نازل ہوئی تھی اسکی کمی کا ذکر ہے اسکے علاوہ کوئی شیعہ نہ کسی تحریف کا قائل تھا نہ ہے۔

["ہم اہلسنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی تحریف سے پاک ہے اسکی ترتیب بھی محرف نہیں ہے جو اس کو کسی قسم کی تحریف سے ملوث کہتا ہے وہ خود اپنی زبان اور دل و دماغ کو کفر کی سے ملوث کرتا ہے چنانچہ ملک العلماء علامہ بحرالعلوم فرنگی محلی نے اپنی مشہور کتاب مسلم الثبوت میں تحریف قرآن کے ماننے والے کو کافر کا فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر قرآن شریف کے ایک حرف میں بھی شک کرے وہ مطلقاً کافر ہے۔"]

صحیح بخاری سے تحریف قرآن کے مجرموں کی گرفتاری کراتا ہوں جس کے بعد ضمانت کا بھی کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
ہم الزام اسکو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

۱۔ آیت رجم قرآن میں تھی مگر اب نہیں ہے ___ نقصان کی مثال۔

ان الله بعث محمد اصلی الله علیه	اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ محمدؐ کو مبعوث
وسلم بالحق وانزل علیه الکتاب	بہ رسالت کیا اور ان پر ایک کتاب (قرآن)
فکان مما انزل الله آیة الرجم	نازل فرمائی پس جب آیت رجم کو نازل کیا
فقرأناها وعقلناها ووعیناها	تو ہم نے اسکو پڑھا، سمجھا اور یاد رکھا اسی
فلذا رجم رسول الله	لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم زانی کو

صلی اللہ علیہ وسلم .... والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی

رجم فرماتے تھے اور یہ سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔ زانی کیلئے آیت رجم یقیناً کتاب خدا میں موجود تھی"۔

(ملاحظہ ہو صحیح بخاری ص۱۱۱ سطر ۱ باب رجم الحبلی کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ مطبوعہ میمنیہ مصر جلد ۴ سنہ ۱۳۲۰ھ)

مگر آج قرآن کو بار بسم اللہ سے والناس تک کی سین تک پڑھ لیجئے کہیں آیت رجم کا پتہ نہیں ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ چور کا پتہ لگائیں۔ کچھ ہمیں کو نہیں بلکہ آیت رجم کے موجودہ قرآن میں نہ ہونیکا احساس اور شاید غم بھی خود خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطاب صاحب کو بھی تھا۔ قال عمر لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ لکتبت آیۃ الرجم بیدی"۔

(ملاحظہ ہو صحیح بخاری ص۱۶۲ و ۱۶۳ باب الشہادہ تکون عند الحاکم فی ولایۃ القضا کتاب الفتن و باب ذکر النبی کتاب الاعتصام طبع میمنیہ مصر جلد ۴ سنہ ۱۳۲۰ھ)

حضرت عمر نے کہا اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ یہ کہیں گے کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں زیادتی کر دی تو میں اپنے ہاتھ سے آیت رجم کو (قرآن میں) لکھتا"۔۔۔ جب امام بخاری صاحب کی صحیح یہ کہتی ہے کہ آیت رجم قرآن کا جز و تھی اور حضرت عمر کو اس کی کمی کا شدید احساس بھی تھا اور پھر وہ آج کتاب خدا میں نہیں ہے تو کیوں نہیں ہے، کیا ہوئی، کون لے گیا۔؟۔ (۱) حضرت عمر اسکی کمی کے قائل تھے یعنی وہ قرآن میں تحریف کے قائل تھے۔ (۲) دوبارہ اسکو لکھنا چاہا مگر شماتت کے خوف سے نہیں لکھا یعنی تقیہ کیا دونا جائز سہی تو تقیہ کیوں کیا۔؟

۲۔ دوسری مثال!

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال نزلت وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منھم المخلصین۔

سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نازل ہوا آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین و رھطک منھم المخلصین۔

(ملاحظہ ہو بخاری شریف صفحہ ۱۳۸ سطر ۱۳ سورہ تبت یدا ابی لہب باب و رأیت الناس کتاب تفسیر القرآن جلد ۳ طبع میمنیہ مصر ۱۳۲۰ھ)

ملاحظہ فرمائیے حضرت سعید بن جبیر اور مفسر قرآن حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ورھطک منھم المخلصین بھی جزو قرآن تھا مگر آج موجودہ کتاب خدا میں یہ جملہ موجود نہیں ہے تو کیا یہ تحریف نہیں، فرمائیے آیت کا یہ ٹکڑا کس نے چرایا؟

۳۔ زیادتی کی مثال!

عن علقمہ قال دخلت فی نفسہ من اصحابہ عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو درداء فاتانا فقال افیکم من یقرا فقلنا نعم قال فایکم اقرا فاشاروا الیّ فقال اقراء فقرأت واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثیٰ۔

علقمہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ کے بعض صحابہ کے ساتھ شام گیا جب ہماری اطلاع ابو درداء کو ہوئی تو وہ ہمارے پاس آئے اور کہا کیا تم میں کوئی قاری بھی ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ کہا "کون؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو ابو درداء نے مجھ سے کہا پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا واللیل اذا یغشی الآیہ"۔

(ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ سطر ۱۱ باب والنہار اذا تجلی سورہ واللیل اذا یغشی کتاب تفسیر القرآن)

معترض مرزا صاحب! اگر خدا آپکو توفیق عنایت فرمائے تو آپ خود قرآن مجید ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اسمیں "وما خلق الذکر والانثیٰ" یعنی امام بخاری کے بیان کے مطابق قرآن حکیم میں "ما خلق" زیادہ کیا گیا ہے کیا یہ زیادتی تحریف نہیں کہی جائے گی؟ حضرت امام اسمٰعیل بخاری صاحب نے ان جملہ روایتوں کو اگر غلط سمجھا ہوتا تو ہر گز اپنی کتاب صحیح میں درج نہ فرماتے ان روایتوں کا درج صحیح بخاری ہونا بتاتا ہے کہ امام صاحب کا ان روایتوں پر ایمان تھا آپ ہی حضرات کی زبانی سنتا ہوں کہ ہر روایت کو موصوف نے تب لکھا جب دو رکعت نماز ادا کر لی تو ان روایتوں کی کتابت کیوقت بھی نمازیں ادا کی گئی ہوں گی؟ اور جملہ علماء، فقہا، محدثین اور آپ جیسے مومن جنہوں نے صحیح بخاری کو کتاب خدا کے بعد صحیح تر خیال کیا انکی نظر میں بھی یہ جملہ روایتیں صحیح تھیں ورنہ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب البار ی نہ فرماتے۔ لہٰذا مانیئے کہ امام بخاری اور جملہ حضرات اہلسنت والجماعت تحریف قرآن کے قائل ہیں اور جب یہ سب کے سب قرآن مجید میں کمی و زیادتی کے قائل ہو گئے تو اپنی زبان کو اور دل و دماغ کو کفر کی نجاست سے ملوث کر لیا۔ شیعہ دشمنی کا نتیجہ دیکھ لیا؟

۴۔ ایک روایت اور سن لیجئے حضرت امام بخاری صاحب فرماتے ہیں کہ خلیفہ دوم آپکے فاروق اعظم یعنی حضرت عمر بن الخطاب صاحب خود "بنفس نفیس" قرآن مجید میں تحریف فرماتے ہیں سورہ جمعہ کی آخری آیتوں میں فاسعوا الی ذکر اللہ ہے اسکو حضرت عمر صاحب فاسعوا کے بجائے فامضوا پڑھا کرتے تھے (ملاحظہ ہو بخاری شریف مطبوعہ میمنیہ مصر سنہ ۱۳۲۰ھ جلد ۳ صفحہ ۱۲۵ سطر ۲۶ سورہ جمعہ باب اذا جاءک المومنات یبایعنک کتاب تفسیر القرآن)

کیوں مرزا صاحب! جو تحریف قرآن کا قائل ہو وہ تو آپکے نزدیک کافر ہے اب اس شخص کو کیا کہا جائیگا۔ جو قرآن مجید میں تحریف کرتا ہو۔؟

تحریف قرآن کے یہ حوالے صرف بخاری کے ہیں اسکے علاوہ درمنثور، تبیان، اتقان اور تفسیر ثعلبی وغیرہ سے اگر حوالے پیش کیئے جائیں تو آپ ہی کے فتوی کی روشنی میں جماعت حکومت کی ہر فرد "کل کفر" ثابت ہو جائے گی ۔ ہم الٰہی و آسمانی تشریح کو غائب کر دینے کو تحریف کہتے رہے ترتیب بدل دینے پر شور کرتے رہے تو آپ شرم کرنیکے بجائے بغلیں بجانے لگے کہ تمہارا ایمان قرآن پر نہیں اور اصل قرآن مجید میں کمی زیادتی اور تغیر و تبدل کے قائل بلکہ خود تغیر و تبدل کرتے رہے تو آپ مومن بالقرآن ایمان سے کہئے کہ نبوت میں کس نے شک کیا انک میت وانھم میتون کے خلاف مسجد رسول میں کس نے ہنگامہ آرائی کی، میراث رسولؐ سیدہ فاطمہؑ کو نہ دیکر حکم قرآنی کی کس نے خلاف ورزی کی، قرآن مجید کو کس نے نذر آتش کیا، لعبت ھا بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل کے گیت کس کے خلیفہ نے گائے قرآن کو نیزوں پر کس نے بلند کیا قرآن پر تیر بارانی کس نے کی ۔؟ کہہ دیجئے کہ یہ سب شیعہ تھے تو پھر بتایئے سنی کون لوگ ہیں؟

مناظرہ امروہہ میں آپکے مذہبی رہبروں کو عظیم شکست اسی مسئلہ تحریف قرآن میں نصیب ہوئی تھی شیر بیشہ فصاحت و بلاغت مولانا سید سبط حسن صاحب طاب ثراہ کی گھن گرج اور باطل شکن تقریروں نے "اصلی مجرموں" کی نشاندہی کر دی تھی مگر حسب سنت قدیم اسکے پیشوا بھاگے مگر بھاگ نہ سکے الحاج مولانا محمد اعجاز حسن صاحب بدایونی نے بالآخر متمردین و مجرمین کے ہاتھوں میں "تنبیہ الناصبین" کی ہتھکڑیاں ڈال دیں غیرت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ پھر لب کشائی کی جرأت نہ کی جاتی۔

[" تیرھواں جرم ۔ تم لوگوں کا عقیدہ ہے کہ متعہ کرنا بڑی عبادت ہے نماز و روزہ کی بھی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ...... تم لوگوں نے متعہ کی بھی ایک لطیف اور آسان مستی بھری صورت پیدا کی اور اس کا نام متعہ دوریہ رکھا جسکے ذکر کرنے سے بھی شرم معلوم ہوتی ہے مگر یہاں باکراہ بقدر ضرورت اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔"]

۱۔ اگر متعہ ہمارے ہاں "عبادت" ہے تو آپکے ہاں بھی یہ "عبادت" ہے بلکہ اسلامی عبادت ہے۔ یقیناً اس کے اندر جتنا بھی ثواب ملے کم ہے اس لیے کہ عبادتوں کا ثواب محل و موقع کی تبدیلی سے بڑھ بھی جاتا ہے مثلاً روزہ کا رکھنا ثواب ہے مگر ایک مرد مسلمان کسی ایسے مقام پر روزہ رکھتا ہے جہاں ہر ایک روزہ کا دشمن ہے مگر وہ کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر روزہ رکھ لیتا ہے کیا اس روزہ دار کا ثواب اسی قدر ہے جتنا معمولی روزہ داروں کا؟ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس عبادت میں جتنی سختی برداشت کی جائے گی ثواب بھی اسی قدر زیادہ ملے گا آج کے مسلمان کے روزہ نماز، حج زکوٰۃ اور تلاوت قرآن میں اتنا ثواب ہوگا جتنا آگ برساتے ہوئے آفتاب شعلے اگلتی ہوئی زمین کے درمیان توے سے زیادہ تپتے ہوئے پتھر پر لیٹ کر بلال نے "احد" "احد" کہکر حاصل کر لیا کیوں؟ صرف اس لیے کہ مومن جتنی سختیاں مصائب اور شدائد کو برداشت کریگا اسی قدر اسکی عبادت کا وزن بڑھ جائے گا ممکن ہے متعہ سے آدمی کو کبھی معمولی ثواب ملتا رہا ہو لیکن اب اسمیں اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا آپ روایتوں میں ملاحظہ فرماتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ اس حکم الٰہی کی بجا آوری میں حضرت عمر کے اس حکم سے ہم اختلاف و برأت کا اعلان کرتے ہیں جو خلاف حکم الٰہی نافذ کیا گیا اور اس لیے بھی ہمکو ثواب زیادہ ملے گا کہ ہم آپ جیسے لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر حکم الٰہی تسلیم کرتے ہیں ۔ ہمارے پاس متعہ کے جواز کی بہترین دلیل حضرت عمر کا فتویٰ حرمت متعہ ہے حضرت عمر کے

حرام کرنے سے ہم نے معلوم کرلیا کہ حضور کے زمانے میں حلال رہا حضرت ابو بکر کے زمانے میں بھی متعہ حلال رہا حضرت عمر نے اسکو حرام کیا ہے چونکہ ہم اس اسلام کو مانتے ہیں جس کے پیغمبر ہادی عالم ہیں لہٰذا ہم انھیں کے زمانے کی باتیں اور انھیں کے احکام کی پابندی کرتے ہیں اور آپ حضرات اس اسلام کو مانتے ہیں جس کے پیغمبر حضرت عمر تھے لہٰذا آپ انکے حکم کی تابعداری کر رہے ہیں یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے جسکو جدھر لیجائے۔

حضرت ابن عباس وابن زبیر میں نوک جھونک!

محمد ماہ عالم چشتی کا بیان۔

"شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید معتزلی کے صفحہ ۴۸۹ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابن زبیر مکہ میں خطبہ پڑھ رہے تھے اور ابن عباس زیر منبر تھے اثناء خطبہ میں ابن زبیر نے کہا کہ ضرور یہاں ایک ایسا شخص ہے کہ اللہ نے اسکے قلب کو اندھا کیا ہے جیسا کہ وہ آنکھوں سے وہ گمان کرتا ہے کہ متعہ خدا اور رسول کے حکم سے حلال ہے اور تاریخ مذکور میں ہے ابن عباس نے کہا کہ۔ بیشک خدا نے ہمارے آنکھوں اور تمہاری عقلوں کو سلب کر لیا ہے خدا کی قسم بیشک قرآن میں اجازت متعہ نازل ہوئی اور آنحضرت کے بعد دوسرا رسول نہیں آیا جو متعہ کو حرام کرتا اور ہمارے دعوی کی دلیل عمر کا وہ قول ہے جو اس نے کہا تھا کہ زمانہ رسول میں دو متعہ حلال تھے اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں اگر کوئی کرے گا تو میں اسے سزا دوں گا بس حضرت عمر کی شہادت حلت کو ہم نے قبول کیا اور اسکے حرام کرنے کو قبول نہ کیا اے عبد اللہ تو متعہ سے پیدا ہوا ہے بس اپنی ماں سے چادروں والا معاملہ پوچھو"

چادروں والا معاملہ پوچھو۔

"پس حضرت عبد اللہ بن زبیر یہ کڑا فقرہ سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور اسی غیظ و غضب میں ماں کے پاس پہونچے اور کہا اخبرتنی عن بردی عوسجہ۔ یعنی مجھے عوسجہ کی چادروں والا معاملہ بتا انکی ماں نے فرمایا دم لے بتاتی ہوں وہ یہ کہ ایک دن تیرا باپ رسول خداؐ کے ساتھ تھا پس عوسجہ نامی نے دو چادریں بطور ہدیہ آنحضرت کی نذر کیں اور آنحضرت نے وہ دونوں چادریں تیرے باپ کو دیں اور تیرے باپ نے ان چادروں کی عوض مجھ سے متعہ کیا اور مجھے تیرا حمل رہ گیا اور تو متعہ سے پیدا ہوا۔"

تبصرہ در شبہ احباب!

"عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۱۱ ۔ ۲۵۵ میں ہے اول مجمر سطع فی المتعۃ مجمر ال زبیر یعنی دنیا میں سب سے پہلے متعہ کی انگیٹھی جو روشن ہوئی وہ آل زبیر کی مجمر تھی" اس عبادت سے ہمارے ہمعصر دوست یہ سمجھتے ہیں کہ زبیر بن العوام سے نکاح متعہ کی ابتداء ہوئی اور بعض معاند دوست اس فقرہ سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ چونکہ حیٰوۃ الحیوان و میری لغت خبر در میں ابن العوام کو ذات کا قصائی لکھا ہے پس نکاح متعہ ذلیل اور مفلس لوگ کیا کرتے تھے اور اسماء بنت ابی بکر یہ بھی ایک ذلیل اور مفلس خاندان کی لڑکی تھی اسی وجہ سے ایک قصائی سے متعہ کر لیا چنانچہ حدیث ابوذرعہ مندرجہ صحیحین ہے حضرت ابوبکر کا گڈریہ ہونا پایا جاتا ہے اور فتح الباری میں ہرقل شاہ روم کے سامنے ابوسفیان نے جو یہ کہا ہے کہ اسلام کم مایہ اور کم درجہ کے لوگوں میں پھیل رہا ہے تو اس سے بھی رذالت و افلاس حضرت ابوبکر کا پایا جاتا ہے اور شیخ ابوجعفر اسکافی معتزلی نے یہ لکھا ہے کہ ابوبکر اپنے باپ کو کچھ نہ دیتے تھے اور وہ عبد اللہ بن جدعان کے ہاں دستر خوان بے چارہ دار تھے کہ مکھیاں اُڑایا کرتے تھے۔

ان ارباب السیر ذکروا انہ لم یکن ینفق علیٰ ابیہ شیئا وانہ کان

اجیرالدین جدعان علیٰ مائدتہ یطرح عنہا الذباب

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماء محتاج گھرانے کی تھی کہ قصائی کے گھر جا بیٹھی۔

ہماری تحقیق میں معاندین کے یہ ہفوات قابل التفات بھی نہیں کیونکہ بکثرت اسلامی کتب گواہ ہیں کہ حضرت ابوبکر شریف النسب و حسب اور محتاج بھی نہ تھے ..... چونکہ بنت ابوبکر صدیق نے اوائل زمانہ ہجرت میں حضرت زبیر سے متعہ کیا تھا جن دنوں آپکے باپ مالدار تھے بایں وجہ اسماء کا متعہ کرنا حضرت ابوبکر کے افلاس کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ اب رہا حضرت زبیر کا قصائی ہونا تو یہ قطعی مفلس ہوں تو تعجب نہیں کیونکہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے اسماء بنت ابوبکر کا مدینہ میں زبیر کے ٹٹو کیلئے گٹھلیاں اور گھاس جنگل سے لانا اور پانی پلانے کے واسطے جانا پایا جاتا ہے ...... تو اس کمی بیشی سے حد اوسط یہ نکلے گی کہ امیر، غریب، شریف، رذیل سب حسب ضرورت متعہ کر لیا کرتے تھے (ملاحظہ ہو رد ہفوات شیعہ المعروف بہ تنزیہہ الانساب از مولانا محمد ماہ عالم صاحب چشتی صفحہ ۱۶، ۱۷ و ۱۹ نورالمطابع لکھنؤ)

اب تو واضح ہوگیا کہ متعہ کی ابتدا کہاں سے ہوئی پہلے متعائی دولہا دولہن اور پہلی متعائی اولاد کہاں پائی گئی۔؟ یہ کام عبادت سمجھ کے کیا گیا تھا یا نہیں اور اس میں مستی بھری صورت پیدا ہوئی تھی یا نہیں۔؟ یہ دریافت طلب امور ہیں۔ زبیر و اسماء کا متعہ تاریخ عالم کا پہلا متعہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی مثالی غیرت!

ابوالبرکات عبداللہ بن الحسین مرعی نام الدین المعروف بالسویدی اپنے رسالہ "الدعاء" میں "والدۃ" کے حقوق اولاد برہ" کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "اولاد پر والدہ کے پانچ طرح کے حقوق عائد ہوتے ہیں ...... ولا یمنعہا من الزوج الحلال (رسالہ الدعا قلمی ورق ۲، خدا بخش لائبریری پٹنہ)

.... ایک حق یہ ہے کہ ماں باپ کو "حلال" باتوں سے منع نہ کرے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی غیرت کی وجہ سے شاید اپنے والد کو اتنا دق کیا کہ انھوں نے انکی والدہ اسماء بنت ابی بکر کو طلاق دیدی (ملاحظہ ہو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ ذات التحریر ۱۳۰۳ھ)

لیکن اب منع کرنے سے کیا ہوتا ہے ثبوت متعہ کیلئے ان کا وجود ہی کافی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عمر میں اختلاف!

قال جریر بن کلیب رأیت عمر ینھیٰ عن المتعۃ و علیؑ یامر بھا۔

(ابن ابی الحدید جلد ۲ جزو ۲۰ صفحہ ۴۶۱)

جریر بن کلیب کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر (لوگوں کو) متعہ سے منع کرتے تھے اور حضرت علیؑ اس کا حکم دیتے تھے۔ شیعہ سنی کا متفق فیصلہ ہے کہ حق بہر حال جناب امیرؑ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب مرزا صاحب کو حضرت عمر کا ساتھ دینے کا اختیار ہے اور ہمکو حضرت امیرؑ کے فرمان کے تسلیم کرنے میں فخر ہے۔ جو سفینہ حضرت عمر نے تیار کیا ہے اس پر مرزا صاحب ہونگے اور ہم انشاء اللہ سفینۂ نجات میں ہونگے جو حضور ہادئ عالم نے تیار کیا ہے۔

عبداللہ بن زبیر کو متعہ سے نفرت تھی کیوں؟ اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیچارے خود بھی اسی ذریعہ سے عالم وجود میں تشریف لائے تھے لیکن حضرت عمر بن خطاب صاحب کی مخالفت کا راز سمجھ میں نہیں آتا قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ ضرور انکو بھی متعہ کا کوئی سخت و شدید اور تلخ تجربہ ہوا۔

حلت متعہ پر امام مالک کا فتویٰ!

وقال مالک (المتعۃ) ھو جائز۔

(شرح کنز الدقائق صفحہ ۸۹ کتاب النکاح معین الدین ہروی طبع اولیٰ مصر ۱۳۱۲ھ)

امام مالک نے فرمایا کہ متعہ جائز ہے۔

حرام کاریوں کا ذمہ دار کون ؟

روی محمد بن جریر الطبری فی تفسیرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال لولا ان عمر نھی الناس عن المتعۃ مازنی الا شقی (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر رازی جلد ۳ صفحہ ۲۰۸ درذیل آیہ فما استمتعتم وتفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۴ھ وکنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۴ طبع حیدرآباد ۱۳۱۲ھ حدیث ۵۰۳۸)

یعنی جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر عمر لوگوں کو متعہ سے منع نہ کرتے تو دنیا میں کوئی زنا کا مرتکب ہی نہ ہوتا الاشقی کے ـــ فرمایئے"! حضرت عمر صاحب نے متعہ سے لوگوں کو روک کر کس قدر "ثواب" کمایا اور قیامت تک ان کے نامۂ اعمال میں کس قدر "ثواب" کا ابھی اور اضافہ ہوگا یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ہمارے برادران ایمانی شیعہ حضرات کتنا ہی برا کیوں نہ سمجھیں مگر اس حقیقت سے میں کبھی انکار نہیں کر سکتا کہ سیاست کو حضرت فاروق اعظم سے بہتر نہ ان سے قبل ملا اور نہ ان کے بعد قیامت تک مل سکتا ہے موصوف جانتے تھے کہ اگر متعہ باقی رہا تو ہماری پارٹی ہمیشہ کمزور رہے گی حضرت عمر صاحب کو اپنی اسی سیاست میں بڑی شاندار کامیابی نصیب ہوئی وجہ جو بھی ہو مگر اب تو شیعہ حضرات بھی محض متعہ کی حلت کے قائل ہی قائل ہیں۔ یہ ہے حضرت عمر صاحب کی شاندار فتحیابی ...."

۱۔ ہمیں یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی کہ اب معترض کو بھی شرم آ ہی جاتی ہے اس لیے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ لف حریہ برادرہ نکاح یا محرمات وغیرہ کو سن کر شرم و غیرت سے

پانی پانی ہو جائیں گے کیا تعجب ہے جو خودکشی کر لیں یا کوئی دوسرا تیسرا مذہب اختیار کر لیں۔ کریں گے ضرور کریں گے بس دیکھے جایئے۔

[۲] صورت مسئلہ یہ ہے کہ دس بیس آدمی ملکر کسی ایک عورت سے متعہ کریں اور یکے بعد دیگرے سب اس سے ہم .... ہوں نعوذ باللہ منہ جب اس مسئلہ پر اعتراض کی بوچھار ہونے لگی تو جناب قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مصائب النواصب میں لکھتے ہیں ...... یہ جو ہمارے اصحاب امامیہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ اس بات کو جائز کہتے ہیں کہ متعدد مرد ایک رات میں متعہ کریں خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہیں اسمیں راہ خیانت بعض قیدیں چھوڑ دیں ہیں کیونکہ ہمارے اصحاب امامیہ نے متعہ دوریہ کو اس عورت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جسکو حیض نہ آتا ہو نہ یہ کہ جس کے ساتھ چاہے متعہ کرے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو" قاضی نور اللہ شوستری نے متعہ دوریہ کا اقرار کرتے ہوئے ایک لطیف تاویل فرمائی ہے۔ اگر یہ تاویل مان بھی لی جائے تو بھی یہ فعل حیا سوز ہے ؟

۱۔ جسقدر نواقض الروافض میں ناصب نے غلط بیانی سے کام لیکر یہ کہدیا تھا کہ "ایک عورت سے متعہ کریں خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہیں اسی طرح آپ نے بھی کذب بیانی سے صورت مسئلہ کو یہ کہکر مسخ کرنے کی ناکام سعی فرمائی ہے کہ دس بیس آدمی ملکر ایک عورت سے متعہ کریں" آپ حضرات کی دروغ بیانی خود مستقل طور پر ایک شاندار جرم ہے۔ مجھے پوچھنے کا یہ حق ملنا چاہیئے کہ جب متعہ دوریہ ہمارا جرم تھا تو اس مسئلہ کی صورت مسخ کرنے اور جھوٹ بولنے کی آپکو اور ناصب کو ضرورت کیوں پیش آئی اس لیے تو نہیں کہ متعہ دوریہ کی جو صورت جناب شہید نے بیان فرمائی ہے وہ کوئی جرم نہیں تھا لہذا آپ حضرات نے اس جرم کی صورت میں تبدیل کرنے کیلئے اپنی مخصوص حرفت سے کام لیا ؟

آپنے "دس بیس آدمی ملکر کسی ایک عورت سے متعہ کریں" لکھکر یہ فریب دینا چاہا کہ کسی ایک عورت کے ساتھ بیک وقت کئی کئی آدمی ایک ساتھ متعہ کر سکتے ہیں حالانکہ حقیقت اسکے خلاف ہے ایک وقت میں ایک عورت کے ساتھ ایک ہی شخص متعہ کر سکتا ہے جب اسکی مدت معینہ ختم ہو جائے اور یائسہ ہو تو دوسرا شخص متعہ کر سکتا ہے۔

۲۔ آپکے ارشاد "قاضی نور اللہ شوستری نے متعہ دوریہ کا اقرار کرتے ہوئے ایک لطیف تاویل فرمائی ہے"۔ کے بعد ہمیں مزید کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اسلیئے کہ تاویل لطیف سنجیدہ دماغوں میں اُٹھتے ہوئے اعتراضات کے بخارات کو ختم کر دیتی ہے مگر آپ اسکو لطیف کہکر بھی اعتراض کر رہے ہیں۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب شہیدؒ نے ناصب کے اعتراض پر مسئلہ زیر نظر کی تاویل لطیف نہیں بیان فرمائی ہے بلکہ ناصب نے اپنی غلط بیانی سے مسئلہ کی صورت کو مسخ کر کے جو کثافت پیدا کی ہے اسکو دور کرنے کیلیئے جناب شہید نے مسئلہ کی اصل صورت کو پیش کر دیا جسکی لطافت تاویل کی محتاج نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ ہی وہی ہے۔

۴۔ جناب شہید نے ناصب کے جواب میں مسئلہ زیر نظر کی نوعیت واقعیہ کے پیش کرنے میں شیعیت کی جو کامیاب نمائندگی فرمائی ہے وہ لائق صد افتخار ہے اصل مسئلہ میں ہم نہ کوئی عقلی قباحت محسوس کرتے اور نہ شرعی ـــــــ قرآن کا بیان ہے کہ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ الآیہ سورہ طلاق پ۲۸ ۳۴ اور جو عورتیں حیض سے مایوس ہو چکیں اگر تم کو شک ہووے تو ان کا عدۃ تین مہینے ہے ـــ "یعنی جب اس بات کا شک ہو کہ ان کا خون زیادہ سن ہونیکی وجہ سے

بند ہوا ہے اور جس عورت کا سن یقینی اتنا ہو چکا ہو کہ اسکو حیض نہ آنا چاہیئے تو اس کے
لیے عدہ نہیں ہے ۔۔۔۔"

کیا جس عورت پر عدہ فرض نہ ہو اسکو شادی کرنا حرام ہے شرعی یا عقلی کوئی
ممانعت ایسی عورت کیلئے وارد ہوئی ہے؟ اگر ممانعت وارد ہوئی تو دکھائیے اور اگر نہیں
تو پھر بتائیے کہ نکاح کرنے کے بعد دوسرے ہی گھنٹے میں وہ طلاق لے لے تو کیا بعد طلاق
عدہ والی عورتوں کی طرح وہ بھی عدۃ کا انتظار کرے گی، اگر کریگی تو کس قانون کے ماتحت؟
اور اگر دوسری عدۃ والی عورتوں کی طرح یہ عدہ وغیرہ کا انتظار نہیں کریگی اس لیے کہ
اس پر عدۃ فرض نہیں تو وہ طلاق کے چند دقیقے بعد دوسرے نکاح کر سکتی ہے فرض
کیجیے اس سے بھی طلاق لے لی مگر چونکہ عدۃ واجب نہیں وہ تیسرا نکاح بھی کر سکتی ہے
چوتھا اور پانچواں بھی کر سکتی ہے بتائیے اس پر شریعت کا کون سا قانون لاگو ہو سکتا ہے؟
ایسی عورت جب ایک شب میں متعدد نکاح کر سکتی ہے تو پھر متعہ (نکاح منقطع) کیوں نہیں
کر سکتی؟ ۔۔۔ صحیح ہے جو امور حرامکاری سے روکیں زناکاری سے بچائیں وہ آپکی
نظروں میں حیاءسوز ہوں گے ۔

۵۔ عدہ کا اہم فلسفہ ہے حفظ تخم نطفوں میں اختلاط نہ ہونے پائے اسلیئے عدہ معین کیا گیا
تاکہ اولاد کی شناخت ہو سکے اور تقسیم میراث میں پھر کوئی نزاعی صورت نہ پیدا ہو اور
حق حقدار کے علاوہ غیر کے پاس نہ جانے پائے اور جہاں اس کا کوئی سوال ہی نہ ہو وہاں
عدۃ کی کیا ضرورت اور جہاں عدہ کی ضرورت نہیں وہاں ایک رات میں دس نکاح ہو
سکتے ہیں اور دس متعہ بھی اسلامی قانون آپ کی غیر معیاری غیرت وحیاء کا پابند نہیں۔

اگر آپ اسکو حیاسوز فرما سکتے ہیں تو اس آدمی کو آپ کیا کہیئے گا جو اپنی بیٹی سے پوچھتا ہے کہ عورتوں کو کتنے دنوں میں خواہش ۔۔۔ ہو جاتی ہے" اور جب بیٹی جھینپ کر منہ موڑ لیتی ہے تو نہایش کی جاتی ہے دیکھو اصلاح باتوں میں شرم نہیں کرنی چاہیئے تو ہمت کرکے بیٹی نے چار انگلیوں سے اشارہ کرکے بتایا کہ چار ماہ میں" یہ واقعہ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ باپ اور ام المومنین حضرت حفصہ جیسی نیر تدار بیٹی کا کیا یہ سوال اور پھر سوال کا جواب آپکے نزدیک حیاسوز ہے زن شو اور غسل سے متعلق وہ سارے مسائل جو حضرت عائشہ سے مروی ہیں آپکا انکے متعلق کیا خیال ہے معترض کے گھرانے میں اگر اس عورت کے یہاں ولادت ہو جس کا شوہر تین سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ مر گیا ہے حیاسوز ہے کہ نہیں ؟ اور اگر اس عورت کے ہاں ولادت ہو جس نے اپنے خاوند کا ابھی دیدار بھی نہیں کیا یہ حیاسوز ہے کہ نہیں ۔؟

۱۔ آپ نے اس مسئلہ کو ہمارا جرم ۔۔۔ ثابت کرنے کیلئے لکھدیا اگر دیانت سے کام لیتے تو اس جرم کو ہمارے ہی اوپر نہ عائد کرتے بلکہ اپنے مجرم ہونیکا بھی اعلان کرتے جناب شہید نے تو آپ پر فرد جرم لگادی تھی جس کا خلاصہ اب میں پیش کرتا ہوں۔

"آپ حضرات کے ہاں جائز ہے کہ آدمی نے اپنی جوان عورت ذات الاقرار کو بعد از جماع خلع دیدیا (یہ یاد رہے کہ آپکا مذہب خلع، طلاق اور اظہار کیلئے حکم دیتا ہے کہ جب چاہو دید حیض وطہر کا کوئی انتظار نہیں) اور ایک گھنٹہ بعد پھر رجوع کیا۔ اور اس عورت سے خطبہ کیا عورت بھی راضی ہو گئی عقد ہو گیا وہ عورت سابق کی طرح پھر اسکی زوجہ ہو گئی مرد نے بغیر جمع اس کو پھر طلاق دیدی عورت اس سے الگ ہو گئی اب اس عورت پر وان طلقتموھن قبل ان تمسوھن فما لکم من عدۃ کی نص کی بنا پر کوئی عدہ نہیں ہے اب اس عورت کو حلال ہے کہ کسی اور کے ساتھ اسی

گھنٹہ میں عقد کرے اس لیے کہ اس پر عدہ تو ہے نہیں اگر دوسرے شوہر نے بھی بغیر جماع طلاق دیدی تو وہ تیسرا شوہر کر سکتی ہے یہاں تک کہ اگر یہ عورت ہزار مسلمانوں سے بھی اسی طرح عقد کرے تو کوئی قانونی ممانعت نہیں ہے۔ مذہب امامیہ اسکے خلاف ہے اسلیئے کہ مذہب امامیہ میں طلاق و خلع وغیرہ کیلئے طہر غیر مواقع کا ہونا ضروری ہے"

کہیئے مرزا صاحب یہ مسئلہ حیا سوز ہے کہ نہیں؟ ان مسائل پر آپکو شرم و حیا آجائے تعجب ہے ۔

مومن تم اور عشق بتاں اے پیر و مرشد خیر ہے

یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

مرزا صاحب کی غیرت سے گذارش ہے کہ وہ درج ذیل واقعات میں کیا سوچ رہی ہے۔

۱۔ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اپنی ننانوے بیبیوں کے ساتھ مباشرت کرتے تھے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جو جماع کی قوت تھی وہ بھی معجزہ میں داخل ہے کیونکہ ایک شب میں آپ سب بیبیوں سے مباشرت فرماتے تھے اور بیبیاں آنحضرت کی بارہ تھیں اور ایک روایت میں ۹ نو بیبیاں مروی ہیں (ملاحظہ ہو مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۲۹۷،۲۹۸ طبع نولکشور کانپور)

یہی ہیں وہ مزخرفات اسلام کے دشمن روزمرہ جن پر اعتراض کرتے ہیں یہاں مرزا صاحب کو شرم و حیا نہیں آتی اگر سوچ سکیئے تو سوچیئے کہ یہ انبیاء کیا ساری ساری رات انہیں امور میں مشغول رہتے تھے۔؟

نکاح اور عبادات صوم!

مرزا صاحب نے اس اعتراض کے شروع میں کہا تھا کہ

[وہ تم لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ متعہ کرنا بڑی عبادت ہے نماز و روزہ کو بھی اس کے سامنے

کوئی حقیقت نہیں"۔ مگر لائق معترض اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں پیش کر سکا اب ہم بتاتے ہیں کہ یہ عقیدہ خود حضرت اہلسنت والجماعت کا ہے جماع سے بہتر عبادت ان حضرات کی نظر میں کوئی اور ہے ہی نہیں چنانچہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رقمطراز ہیں۔ "نکاح روزے سے اجر و ثواب میں بہت بڑھ کر ہے کیونکہ حکم روزے کا بر تقدیر استطاعت نہ ہونے نکاح کے کیا ہے اور شک نہیں کہ جن نکاح نسل کا بڑھنا واسطے کثرت امت محمدیہ کے مقصود ہو گا تو بے شبہ وہ نکاح افضل ہوگا۔" (مناہج النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۷۳۰)

"خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام .... ہاجرہ ان کی حرم ہوئیں وہ ہاجرہ کی صحبت کیلئے بوجہ کثرت شوق کے کہ ان کے ساتھ تھا اور ان کی جدائی میں صبر کی کمی کے باعث ہر روز ملک شام سے براق پر سوار آتے تھے" (مناہج النبوۃ جلد اول صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ نولکشور کانپور)

آپکے مذہب نے نکاح اور اس کے متعلقات کو کس قدر عظیم عبادت بنا دیا جاہ ہو گئی۔ وہ براق جو حضور کیلئے معراج پہ لیجانے کیلئے لایا گیا تھا وہ اس عظیم عبادت کی انجام دہی کیلئے آپکے عقیدہ کے مطابق جناب ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ کیا جاتا ہے نکاح اور متعہ میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اس نکاح کی دو قسمیں ہیں ۱۔ دائمی ۲۔ غیر دائمی اسی غیر دائمی کو شریعت اسلامیہ نے متعہ کا نام دیا ہے۔

["تم لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اگر مرد عورت تنہا راضی ہو جائیں کوئی گواہ بھی نہ ہو تب بھی نکاح ہے دیکھو فروع کافی جلد دوم صفحہ ۱۹۸ میں ہے (ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اس نے کہا میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو سنگسار کرنیکا حکم دیا۔ اس کی اطلاع امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ کو کی

گئی تو انھوں نے اس عورت سے پوچھا کہ تو نے کسطرح زنا کی تھی اس عورت نے کہا میں جنگل گئی تھی وہاں مجھ کو سخت پیاس معلوم ہوئی ایک اعرابی سے میں نے پانی مانگا اس نے مجھے پانی پلانے سے انکار کیا مگر اس شرط پر کہ میں اسکو اپنے اوپر قابو دوں جب مجھکو پیاس نے بہت مجبور کیا اور مجھکو اپنی جان کا بہت خوف ہوا تو میں راضی ہو گئی اس نے مجھے پانی پلایا میں نے اسکو اپنے اوپر قابو دیدیا امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو رب کعبہ کی قسم نکاح ہے۔" معاذ اللہ تم لوگوں کے عقیدے میں زنا کو بھی ایک تدبیر سے جائز کیا گیا"

۱۔ کم سے کم زمانہ نے اتنی تو ترقی کی کہ مرزا عابد حسین صاحب جیسے مرید ہماری دشمنی میں اپنے پیر و مرشد حضرت عمر کا بھی اب خیال نہیں کرتے یہ اعتراض ہم پر بعد میں ہوگا حضرت عمر پر پہلے اسلئے کہ اگر وہ نکاح نہ تھا تو حضرت عمر نے حکم سنگساری واپس کیوں لیا؟

۲۔ پھر یہ اعتراض ہوگا حجۃ خدا باب مدینہ علم سرّ ولایت مآب جناب امیر علیہ السلام پر — اور اور حضرت پر اعتراض کرنے والے کا جو حشر ہوگا وہ معلوم۔

۳۔ نکاح میں گواہ کی کوئی ضرورت نہیں یقیناً اگر عورت اور مرد راضی ہو جائیں تو نکاح دونوں خود ہی پڑھ سکتے ہیں وہ نکاح دائمی ہو یا غیر دائمی عورت اور مرد کے علاوہ کسی دوسرے تیسرے کی رضا کی ضرورت و حاجت نہیں اگر ہمارا دعویٰ تسلیم نہ ہو تو مرزا صاحب قرآن، یا کسی متفق بین الفریقین یا صرف ہماری متفقہ حدیث سے نکاح میں گواہ کی ضرورت کو ثابت کریں۔ مسئلہ زیر نظر بہر حال زنا نہیں ہو سکتا اگر کوئی صورت زنا ہونے کی غلط طور پر بھی پیدا ہو سکتی ہوتی تو حضرت امیرؑ کی مخالفت کے سلسلہ میں اگر کوئی اور نہیں تو حضرت عمر ضرور گہر افشاں ہوتے۔ اور بالغہ اور راشدہ ہے کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں، معاملہ عورت اور مرد کا اپنا ذاتی ہے مرد بھی کسی کا غلام اور مملوک نہیں پھر کسی

گواہ کی جانب سے کیوں؟ جبکہ اسلام کا مشہور ترین مسئلہ بین الفریقین یہ ہے کہ اگر دو آدمی (ایک مرد اور ایک عورت) ایک ساتھ زن و شوہر کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں تو وہ دونوں میاں بیوی ہی سمجھے جائیں گے کسی کو ان کے نکاح اور گواہ کے ثبوت طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔

اس مسئلہ کی صورت واقعیہ یہ ہے کہ وہ عورت کسی اور کی زوجہ منکوحہ نہیں ہے، مرد بھی راضی عورت بھی تیار تراضی طرفین جو نکاح اور تزویج کیلئے ضروری ہے وہ بھی ہے۔ مرد کی خواہش خطبہ مسنونہ (جو نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں) اور پانی مہر۔ تزویج کی کم سے کم صورت جو ہو سکتی ہے جو اس مسئلہ میں موجود ہے۔

۴۔ جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد کہ "تزویج ہے"، خود دلیل قطعی ہے اس بات کی کہ یہ تزویج ہے۔ مسئلہ کی صورت نوعیہ بہرحال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جن ہنگامی حالات میں یہ واقعہ پیش آیا وہاں جان جانے کا خوف بھی شامل ہے یقیناً اس سے زیادہ کچھ ہو بھی نہیں سکتا تھا (جو نہ ہوا تو اس سے بہرحال کوئی شرعی و عقلی قباحت بھی پیدا نہیں ہوتی)

جناب امیر علیہ السلام کا ارشاد کہ "تزویج ہے" یہ خود بتاتا ہے کہ پورے واقعہ کی سماعت کے بعد حضرت اس نتیجہ پر پہونچے کہ نکاح شرعی میں جن کم سے کم شرائط کا اعتبار ہے وہ یہاں پر موجود ہیں اسی لئے آپ نے بتقسم ارشاد فرمایا کہ "یہ تزویج ہے" ورنہ حد شرعی کو روکنے کیلئے آپ کا اتنا فرما دینا کافی تھا کہ اس عورت سے فعل حرام نہیں سرزد ہوا کیونکہ وہ مضطر تھی خوف ہلاکت تھا۔ اور اس طرح کے مواقع پر کسی امر حرام کا ارتکاب موجب مواخذہ نہیں ہوتا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ اسکو لفظ "تزویج" سے تعبیر فرمایا اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ایجاب و قبول جو روح عقد ہے اور محقق تھے۔

۵۔ عورت کا پریشان ہو کر دربار تک آنا کہ وہ زانیہ ہے اسے پاک کر دیا جائے اور عمر صاحب کا حکم رجم محض جہالت مسئلہ کی بنا پر ہے ان کے ذہنوں میں نکاح کا وہی رسمی اور رواجی تصور قائم تھا کہ ایک مجمع ہو گواہوں فریقین کے وکلاء ہوں ایک معتدبہ رقم مہر میں قرار دی جائے جبکہ حقیقتاً یہ چیزیں صرف سماجی ہیں اور نکاح کیلئے کم سے کم اور ضروری شرائط ان امور کا مطالبہ نہیں کرتے۔

۶۔ جن حالات میں یہ واقعہ ظہور میں آیا اس کو تزویج کے علاوہ کچھ اور کہا ہی نہیں جاسکتا البتہ آپ کا اعتراض سر سے غلط اور مہمل ہے اس لئے کہ یہ روایت خود ہماری نظروں میں کیسی ہے اسکو خود فروع کافی بتائے گی اسی لئے اس کا اندراج باب النوادر میں کیا گیا۔ جو شاذ ہونے کی دلیل ہے اور اس کے باوجود یہ ضعیف بھی ہے یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں ضعیف ان روایتوں کو کہتے ہیں جن کے سلسلہ اسناد میں کسی ایسے غیر امامی کی شرکت ہو جائے جو کہ غیر موثق ہو

ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

لاحول ولا قوۃ!

ذیل میں ہم معترض کے مذہب کے "بہترین" مسائل کو بدرجہ مجبوری حافظ محمد یوسف صاحب جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ الموسوم بہ افاضات الجدیدہ مطبوعہ برقی پریس دہلی کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ جو مرد عورت سے کہے کہ میں نے تجھ کو اس قدر مہر دیا کہ زنا کروں اور اس سے زنا کرے تو حد نہیں

(عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۳)

۲۔ غیر کی منکوحہ سے نکاح کر کے صحبت کرے حلال جان کر یا اپنی مطلقہ عدت والی سے تو حد نہیں۔

(درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۲)

۳۔ جو عورتیں ہمیشہ کیلئے حرام ہیں (ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی وغیرہ) ان سے نکاح کر کے اور حلال جان کر صحبت کرے تو حد نہیں (درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶، ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۷)

۴۔ جس عورت کو اجارہ پر لیا ہو (خرچی دیکر) زنا کرے تو حد نہیں (درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۱۶، حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۲)

۵۔ زنا بالجبر کرنے سے حد نہیں (درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۱۶ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۲)

۶۔ شراب اور مہر کے بدلے بھی ہو تو نکاح صحیح ہے۔ (شرح وقایہ صفحہ ۲۴۹، حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۰)

حافظ صاحب جے پوری نے لکھا ہے کہ "کتب مندرجہ فقہ سے مراد ان کے تراجم ہیں"۔

۷۔ کسی نے کہا اپنی فلانی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کردو اس نے کہا میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا تو نکاح ہو گیا چاہے وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے نکاح ہو گیا۔

(بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ ۲)

۸۔ بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے چاہے نہ کرے اور جس کے ساتھ جی چاہے کرے کوئی شخص اس پر زبردستی نہیں کر سکتا۔ اور وہ خود اپنا نکاح کسی سے کرے تو نکاح ہو جائے گا چاہے ولی کو خبر ہو چاہے نہ ہو۔ اور ولی چاہے خوش ہو چاہے ناخوش ہر طرح نکاح درست ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۴ صفحہ ۵)

آپ حضرات کے خلاف فطرت اور الٹے مذاق نے جنت کو بھی ستیاناس کرنے کی کوشش کی ہے۔

"۔۔۔۔۔۔ بازی کا جنت میں بھی وجود ہو گا۔" (درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۶۳)

کیا معترض اب بھی اپنا جرم تسلیم کرنے میں کسی طرح کی پہلوتہی کر سکتا ہے ان گندے مسائل

کے بیان کے بعد معتر[illegible] عذر مسموع نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ ثبوت جرم کے یہ وہ تاریخی دستاویزات ہیں جن پر معترض کی مذہبی عدالت کی مہر تصدیق ثبت ہے۔

[" امام محمد باقر علیہ السلام ایک روز پائخانہ گئے تو انھوں نے ایک لقمہ نجاست میں گرا ہوا پایا پس اسکو اٹھالیا اور دھویا اور ایک غلام کو جو ان کے ہمراہ تھا دیا اور فرمایا کہ اسکو اپنے پاس رکھ جب میں نکلوں گا تو اس کو کھاؤں گا۔ چنانچہ جب نکلے تو اس غلام سے پوچھا کہ وہ لقمہ کہاں ہے غلام نے کہا اے فرزند رسول اللہ میں نے اسکو کھالیا امام نے فرمایا وہ لقمہ جس کے پیٹ میں جائے گا اس کیلئے جنت واجب ہو جائے گی۔ تو جا۔ تو آزاد ہے کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ ایسے شخص سے خدمت لوں جو جنت والا ہو...... یہ ہے تمہارے ائمہ کی شان معصومیت کہ گندگی میں پڑے ہوئے لقمہ کو نعمت غیر مترقبہ سمجھیں اور غلام کو امانتاً دیں اور کہیں میں حوائج ضروری سے فراغت کے بعد جب نکلوں گا تو اس لقمہ کو کھاؤں گا۔ مگر خائن غلام نے امام کی عدول حکمی بھی اور امانت میں خیانت بھی کی مگر ان باتوں کے بعد لقمہ کے کھا جانے سے وہ جنتی ہوگیا۔ اور اس روایت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہیں لیتے تھے۔ لہٰذا جن ائمہ کرام نے جن لوگوں سے خدمت لی ہے ان کے لئے کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے؟]

ا۔ نعمت خداوندی کو ٹھکرانیوالا یقینی جہنمی ہے اور الٰہی نعمت کی قدر کرنیوالا شکرگذار بندہ مستحق جنت ہے خود قرآن مجید کا ارشاد ہے ان شکرتم لازیدنکم و ان کفرتم فان عذابی لشدید (شکر کروگے تو نعمتوں میں اضافہ کردوں گا اور اگر میری نعمتیں ٹھکراؤ گے تو شدید عذاب پاؤگے) رزق بھی نعمت الٰہی اس کی ناقدری کفر ہے جو باعث عذاب و غضب خدا ہے اور اس کی قدردانی موجب رضا و رحمت الٰہی ہے امام جو اپنے عہد میں نعمات الٰہی کا سب سے بڑا قدرداں اور شکرگذار ہوتا ہے اس کے فرائض منصبی میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں کو نعمات الٰہی کی قدر

کرنا سکھائے یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ روٹی کا وہ ٹکڑا بیت الخلاء میں گرا ہوا ملا (وضاحت نہیں ہے کہ بیت الخلاء کے کس حصے میں پڑا ہوا تھا) اسلئے امام علیہ السلام پر دوسرا فرض بھی عائد ہوگیا یعنی آپ جیسے لوگ جو ذہنی اعتبار سے طہارت و نجاست سے یا قطعی مفلس تھے یا انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ روٹی بھی پاک کی جا سکتی ہے یا نہیں ان لوگوں کے سامنے اس مسئلہ کا عملی حل۔ اسلئے امام علیہ السلام نے روٹی کے ٹکڑے کو اولا پاک کیا پھر غلام کو دیا اور فرمایا کہ "اسکو اپنے پاس رکھو جب میں نکلوں گا تو اس کو کھاؤں گا"۔ مقصد یہی تھا کہ اپنے ایک ہی فعل سے نعمت الٰہی کی قدر و منزلت اور مسئلہ طہارت دونوں کا سبق عملاً پڑھایا جائے لیکن جب آپ برآمد ہوئے اور روٹی کا ٹکڑا مانگا تو اس نے کہہ دیا کہ "میں نے اسکو کھالیا" غلام جو مزاج شناس تھا وہ امام کے مقصد کو سمجھ گیا لہٰذا مطیع و فرمانبردار غلام نے بطیب خاطر اسکو کھالیا امام کا مقصد حاصل ہوگیا لیکن فرمانبردار غلام کے اس مستحسن اقدام نے امام کو از حد مسرت پہونچائی لہٰذا امام علیہ السلام نے اس اجر عظیم کے علاوہ جو اس کو منجانب اللہ ملیگا بطور انعام آزادی کا مژدہ سنایا اور یہ فرمایا کہ "تجھ جیسے جنتی غلام سے خدمت لینے کو دل نہیں چاہتا" جسطرح خداوند عالم اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کیلئے بہانے تلاش کرتا ہے اسی طرح اللہ کے معصوم نمائندے مخلوقات الٰہی پر رحمت و شفقت کی بارشوں کا بہانہ ڈھونڈھتے ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے کو کھالینے والا زر خرید غلام تھا امام علیہ السلام کو اس کی آزادی کیلئے اتنا موقع کافی تھا۔ "تجھ جیسے جنتی غلام سے خدمت لینے کو دل نہیں چاہتا" کو اس غلام کی آزادی کا بہانہ بنایا۔ اس کو یہ کہے بغیر بھی آزاد کیا جا سکتا تھا لیکن اتنا کہنا بھی اس لئے ضروری تھا کہ اب یہ غلام جہاں جائیگا اپنی آزادی کی وجہ اور

سبب بھی لوگوں سے بتائے گا نتیجتہً امام علیہ السلام کی تعلیم تلقین اور ان کے دین کی از خود تبلیغ ہوتی رہے گی اور اگر یہ کہے بغیر آزاد کر دیتے تو یہ فائدہ نہیں ہوتا۔" ائمہ اہل جنت سے خدمت نہیں لیتے"۔

مرزا صاحب کا افترا اور تحریف ہے اصل یہ ہے کہ خدمت کرنیوالے بھی دو طرح کے ہوتے تھے کچھ تو وہ لوگ جو آزاد تھے جو محض خوشنودی رب کیلئے ائمہ معصومین کی خدمت کرتے تھے اور کچھ وہ تھے جو زر خرید غلام تھے جن کو خواہی نخواہی خدمت کرنی تھی آخر الذکر جو خدمت کرنے پر مجبور تھے ان کی آزادی کے طرح طرح کے بہانے تلاش کیئے جاتے تھے اسلام کے اندر ایکدم سے انسداد غلامی کا کوئی حق نہیں آیا مگر اسلام نے ایسے قانون اور ضابطے مرتب بنا دیئے جس سے رفتہ رفتہ غلامی از خود ختم ہو جائے اس کا بہترین طریقہ یہی تھا۔ کہ غلام بنانے کے راستے محدود کر دیئے گئے اور جو غلام بن چکے یا بن جاتے تھے ان کی نکاسی (آزادی) کی راہیں وسیع سے وسیع تر کر دی گئی تھیں۔ اس حکم نامہ کو عملی جامہ پہنانا اسلام رہبروں ہی کا کام تھا اسی لئے ائمہ معصومین ادنیٰ ادنیٰ سی باتوں پر غلاموں کو آزادی کا پروانہ دیتے تھے تاکہ دوسرے لوگ اس سے سبق لیں پھر اس غلام نے تو واقعی قابل انعام کام کیا تھا اسکو آزادی کیوں نہ ملتی۔ اب یہ تو امام علیہ السلام کی حکمت عملی تھی کہ اس غلام کو اس طریقے سے آزاد کیا کہ وہ دولت حریت سے مالا مال بھی ہو جائے اور دین رسالت مآب کی تبلیغ بھی اس کے ذریعہ ہوتی رہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ "میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے خدمت لوں جو جنت والا ہو" کا مقصود یہ ہے کہ میں تم جیسے مطیع و منقاد جنتی انسان کو غلامی میں

گرفتار نہیں دیکھ سکتا بلکہ وقت آگیا ہے کہ تجھکو آزاد کر دوں، امام علیہ السلام اس خدمت کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے تھے جو یہ غلام بحیثیت غلام کے انجام دے ویسے غلام کی عالی ظرفی یقیناً آزادی کے بعد بھی امام کی خدمت کو سرمایہ دین و دنیا سمجھنے پر اسے مجبور کرے گی اور امام علیہ السلام یقیناً خدمت لیں گے لیکن اب وہ خدمت نہیں ہے جو خادم کو احساس کمتری کا مریض بنائے۔ اسلام کی تاریخ میں جناب قنبر غلام حضرت امیر علیہ السلام کا وہ شگاف بیان آج بھی تاریخ میں موجود ہے جو انھوں نے حجاج بن یوسف ثقفی ملعون کے دربار میں دیا تھا جسکے اندر انھوں نے صاف صاف یہ اقرار کیا ہے کہ میں علیؑ کا غلام ہوں حالانکہ جناب امیرؑ مدتوں پہلے شہید ہو چکے تھے مگر مرزا صاحب! ہمارے ائمہ کا کردار اتنا عالی ہوتا تھا جو آزاد بندوں کو بھی اپنا غلام بنا لیتا تھا۔ لہٰذا نوٹ کر لیجئے کہ۔ انی اکرہ ان استخدم من اھل الجنۃ کا مطلب غلامی کی لعنت کو دور کرنا تھا اور بس۔

اس ایک ٹکڑے کا وہاں سے نہ اٹھانا کفران نعمت تھا نعمت کی بے عزتی تھی کہ وہ یوں پڑی رہے۔ ایک ٹکڑے روٹی کی قدر بھوکے فقیروں اور محتاجوں سے پوچھیے اسکی عظمت وہی کچھ سکتا ہے دوسروں کے دسترخوان نعمت پر پلنے والوں کو شاید اس کا احساس نہ ہو سکے یا اس ایک ٹکڑے روٹی کی کیا وقعت ہے آپ اپنے ہاں کے اس موذن سے پوچھئے جو ماہِ صیام میں کھا کر اللہ اکبر کہتا ہے۔ کیا روٹی کا گندی جگہ سے اٹھا کر پاک کر دینا کسی قوم میں جرم ہے؟ آپ یہ بھی سمجھ لیں کہ معاملہ روٹی کے اس ٹکڑے کا نہیں ہے، بلکہ امام علیہ السلام نے روٹی کے اس ٹکڑے کو نعمت الٰہی یا آپ ہی کے لفظوں میں نعمت

غیر مترقبہ بنا کر قیامت تک ٹکڑوں اور لقموں کی شکل میں ہزارہا من روٹیوں کی حفاظت کرکے کفران نعمت کرنیوالے تاریک ذہنوں میں رزق اور نعمت الٰہی کی عظمتوں کا چراغ روشن کردیا نیز ایسے لوگوں کی ہدایت کرکے مستحق نار ہونے سے بچالیا۔

آپ نہیں ثابت کرسکتے کہ امام علیہ السلام نے اس غلام کو امانت کے طور پر وہ ٹکڑا دیا تھا بلکہ ہم ثابت کرسکتے ہیں کہ امانت کے طور پر نہیں دیا تھا دلیل یہ ہے کہ اگر بطور امانت کے وہ ٹکڑا خادم کو دیا گیا ہوتا تو نہ ملنے کی صورت میں امامؑ امانتداری کے پاس و لحاظ پر اسکو کچھ تعلیم ضرور دیتے مگر ہم یہاں اس کے برخلاف امامؑ کو مسرور دیکھتے ہیں اس کا منشا یہ تھا کہ امام علیہ السلام نے اس کو دیا ہی اس لئے تھا کہ یہ کھالے اور اگر وہ بھی اس سے نفرت کریگا تو میں خود کھا کر بیمار ذہنوں کا علاج کروں گا۔ امام کی مسرت و شادمانی بتاتی ہے کہ غلام نے کوئی خیانت نہیں کی بلکہ امام کے مقصود و مراد کے سمجھنے میں غلام نے قابل انعام ذہانت و استعداد عقلی سے کام لیا۔

آپ کا یہ ارشاد کہ "لقمہ کے کھاجانے کی وجہ سے وہ جنتی ہوگیا" سفسطہ ہے میرے مہربان! وہ دوزخی کب تھا جواب وہ جنتی ہوگیا آپکو یہ بدظنی کیوں پیدا ہوگئی کہ وہ پہلے جنتی نہ تھا اور اب ہوگیا یہ اپنی جگہ ایک مستقل حقیقت ہے کہ جو کفران نعمت کا مرتکب نہ ہوگا، اللہ کا شکر گذار بندہ ہوگا۔ اور اللہ کا معین کردہ معصوم ہادی کے چشم و ابرو کے اشارے پر نہیں بلکہ ولی کیفیات پر مطلع ہوکر خوشنودی رب کی خاطر اس لقمہ کو کھائے گا تو یہ لقمہ خود موجب جنت ہوجائیگا اس لیے اگر امام نے ارشاد فرمایا" کہ "وہ لقمہ جس کے پیٹ میں جائیگا اس کیلئے جنت واجب ہوجائے گی"۔ صدفی صد برحق ہے لہٰذا اس ٹکڑے

کے کھانے کی وجہ سے تو وہ غلام جنتی ہو گیا مگر یہ کب ضروری ہے کہ وہ پہلے جنتی نہ تھا یقیناً وہ پہلے جنتی تھا اور اب بھی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اب اس کے جنتی ہونے کا اعلان ہو گیا جو پہلے نہ تھا یقیناً وہ لقمہ کسی جہنمی کے حلق سے نیچے اتر ہی نہیں سکتا تھا کہیئے اس پر آپکو کیا اعتراض ہے ؟

۲۔ آپ اور ہمیں طہارت و نظافت کی راہ بتائیں خدا کی قدرت۔ ہم نے تو شافی جواب دید یا میں آپکو اس دفعہ بھی مجرم ثابت کرتا ہوں۔

بتایئے کیا آپ کا مذہب اس کا قائل نہیں ہے کہ۔

"جس عضو پر نجاست ہو وہ تین بار چاٹنے سے پاک ہو جاتی ہے"

یقین کیلئے منیہ صفحہ ۷۵ عالمگیری جلد ۱ ص ۶۱ بحوالہ حقیقۃ الفقہ ص ۱۴۵ اور بہشتی زیور حصہ ۲ صفحہ ۴ ملاحظہ کر کے اطمینان کر لیجئے۔

"نجاست بھرا کپڑا اس قدر چاٹے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہے"

(عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۶۱، ہدایہ جلد ۱ ص ۲۱۹)

"چھری پر نجاست لگے تو چاٹنے سے پاک ہے"

(عالمگیری جلد ۱ ص ۶۱، ہدایہ جلد ۱ ص ۲۲۲ بحوالہ حقیقۃ الفقہ ص ۲۱۹)

عضو پر کون سی نجاست لگی یا چھری پر کون سی نجاست لگی ہے اس کا کوئی بیان نہیں یعنی مطلق جو بھی نجاست کسی عضو پر ہو چاٹ لیجئے پاک، تو اب آپ کو استنجے اور کلوخ کی بھی زحمت نہ ہو گی۔ شاید ؟ ـــــ اپنے ہاں کے دو مسئلے اس سلسلہ میں اور سن لیجئے تاکہ پھر ہماری طرف کبھی رخ نہ کیجئے۔

۱۔ "گو کھانا مکروہ ہے" (ہدایہ جلد ۴ ص ۱۶۶ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۴۷)

۲۔ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پینا بلا عذر جائز ہے۔
(در مختار جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ و ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۹ و شرح وقایہ صفحہ ۱۵ بحوالہ حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۴۲)

جس مذہب میں گو کھایا جا سکتا ہے وہ بالکراہت جس مذہب میں جانوروں کا پیشاب پیا جا سکتا ہے بطیب خاطر اسکو اس حدیث پر اعتراض؟ ؎

اپنے ہاتھوں سے پلا کر وہ پشیمان ہوئے
زہر کا ہائے مرے حق میں دوا ہو جانا

نتیجہ کلام!

ارباب بصیرت! الحمد للہ کہ وہ چودہ جرم جو ہم بے گناہوں اور مظلوموں پر معترض نے جبراً عائد کر کے ہمیں بدنام کرنے کی سعی لاحاصل کی تھی اس ناممحود کوشش کی لغویت کا پردہ ہم نے چاک کر دیا اور حقیقت روز روشن کیطرح واضح ہوگئی جعلی جرموں کے دلائل یاد رہوا ہوگئے، ہمارے لیے جو ہتھکڑیاں تیار کی گئی تھیں ان کے لوہے موم ہوگئے اور ہم محبان محمدؐ و آلِ محمدؐ کیلئے جو محبس تیار کیئے گئے تھے انکی بنیادیں جڑ سے ہل گئیں ــــ ہم نے ان چودہ ہفوات کا جواب باصواب دیکر دامن شیعیت کو دامن یوسفؑ کی طرح بے داغ ثابت کر دیا۔ ان جھوٹے اور بے بنیاد الزاموں کی صفائی پیش کرنے میں ہمیں اس لیے غیرت معلوم ہو رہی ہے کہ ہم پر یہ

الزام اس نے عائد کیئے تھے جو کسی طرح ہمارا کفو نہ تھا ہم اس کے مقابل میں آنا بھی اپنی توہین سمجھ رہے تھے یقین کیجئے اگر حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت ہمارے پیش نظر نہ ہوتی تو ہم کبھی ان کو منہ نہ لگاتے۔

بہت ممکن ہے کہ صفائی پیش کرنے کے بعد بھی اپنا ضمیر مطمئن نہ ہوتا اس لیے کہ ہمیں نیزہ قلم اس پر بلند کرنا تھا جس پر وار کرنا ہماری حمیت کے منافی تھا مگر جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ارواح العالمین و روحی لہ الفدا کا یہ ارشاد دیکھ کر صبر آجاتا ہے۔

انزلنی الدھر ثم انزلنی
حتیٰ قیل علیؑ و معاویہ

(زمانے نے ہمیں گرایا اور اتنا گرایا کہ آج علیؑ اور معاویہ کا تقابل ہونے لگا)

جس نے اپنا جرم چھپانے اور ہمیں مجرم ثابت کرنے کیلئے زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہر طرح کے جتن کیے ہزار پاپڑ بیلے تاکہ حقیقتوں پر باطل کا پانی چڑھ جائے دراصل وہی اصل مجرم تھا جیسا کہ بحث میں ثابت کیا جاچکا دلائل و براہین کی مضبوط ہتھکڑیاں ڈال کر آپکے سامنے لائے ہیں تاکہ دنیا "مجرم" کا تماشہ دیکھ لے۔

تمام شد